خطیب البغدادی سے دو باتیں

آیت اللہ لطف اللہ صافی

بسم الله الرحمن الرحيم

آیۃ اللہ لطف اللہ صافی گلپائیگانی

خطیب بغدادی سے دو باتیں

ACC No.................. Date..........
Section.................. Status ....
D.D. Class..............................
NAJAFI BOOK LIBRARY

نام کتاب :- خطیب بغدادی سے دو باتیں

مؤلف :- آیۃ اللہ لطف اللہ صافی گلپائیگانی

ترجمہ :- سید عروج الحسن رضوی

ناشر :- سازمان فرہنگ و ارتباطات اسلامی (ادارہ ترجمہ و نشر)

تاریخ :- ذیقعدہ ۱۴۱۷ھ

ISBN 964-472-019-9

ACC No.............. .....Date..........
Section.................... Status ....
D.D. Class..
NAJAFI BOOK LIBRARY

فہرست

عرض ناشر ۹

مقدمہ مؤلف ۱۱

خطوط عریضہ ۲۵

تقریب کا منصوبہ کیسے پورا ہوا ؟! ۳۵

علماء نجف پر خطیب کا بہتان ۴۱

اصول کی منزل فروع سے پہلے ہے. ۴۴

وہ بنیادیں جن پر تشریع فقہی قائم ہے........................ ۴۷

تقیہ مانع تفاہم نہیں........................ ۵۲

شیعوں کے نزدیک قرآن کی آیات کی تاویل و تفسیر ۶۳

قرآن کا تحریف سے محفوظ ہونا ۶۵

ہر مسلمان کا فریضہ ۸۱

کتاب " فصل الخطاب " کے سلسلے میں فیصلہ کن رائے ۸۵
سورۂ " ولایت " اور کتاب " دبستان مذاہب " ۹۳
" دبستان مذاہب " شیعوں کی کتابوں میں سے نہیں ہے ۱۰۲
مستشرقین استعمار کے ایجنٹ ہیں ۱۰۶
قرآن میں کمی اور زیادتی ہونے
کے سلسلے میں وارد ہونے والی احادیث پر گفتگو ۱۱۳
مذہب شیعہ ہر اسلامی حکومت کی تائید کرتا ہے ۱۱۹
ناصبی کے معنیٰ (جو آل محمدؑ سے عداوت کرے) ۱۲۹
مفتاح الجنان کی ایک دعا ۱۳۷
شیعہ پر مجوسیوں (آتش پرستوں) کی طرف داری کا الزام ۱۳۹
اسلام اور مسلمانوں کے لئے ایرانیوں کی خدمتیں ۱۵۳
امام مھدی (عج) کے ظہور پر ایمان ، ایک اسلامی عقیدہ ہے ۱۵۹
شیعہ اور عقیدۂ رجعت ۱۷۵
سید مرتضیٰ اور سید رضی کے ساتھ خطیب کی بے ادبی ۱۸۱
نہج البلاغہ ۱۸۴
بیعت رضوان ۱۹۱
اہل سنت کی اس شخص کے سلسلے میں رائے
جس نے کسی صحابی کے ایمان سے انکار کیا ہو یا اسے برا بھلا کہا ہو ۱۹۹

ایک نصیحت اور یاددہانی ۲۰۵
شیعوں کے نزدیک نبی و امام کی منزلت ۲۰۵
علامہ آشتیانی کے کلام کو سمجھنے میں خطیب کی غلطی ۲۱۱
خطیب کا شیعوں پر اسلامی حکومتوں کی چاپلوسی کا الزام ۲۲۳
مغولوں کے حملوں کا غم انگیز سانحہ (بغداد کے زوال کے اسباب) ۲۳۱
شیعوں پر خطیب کے الزامات ۲۴۹
شیعوں کے نزدیک زید شہید اور اہل بیتؑ کا مرتبہ ۲۵۳
نجف میں حضرت علیؑ کا روضہ مبارکہ ۲۵۹
خطیب کا صحابہ کے سلسلہ میں غلو ۲۷۳
فرقہ شیعہ کے عقائد اور اسلامی فرقوں کے مابین سمجھوتہ ۲۷۴
تشیع اور کمیونزم ۲۸۵
کمیونزم استعمار کے مظالم کا نتیجہ ۲۸۷
آذربائیجان شیعہ علاقہ ہے ۲۹۱
بابی اور بہائی تحریکیں ۲۹۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

اسلام اور اسلامی امت دوسرے ادیان اور امتوں کے لئے تہذیب و تمدن کی راہ میں مقتدا اور راہنما رہی ہے یہ ایک ایسی معتدل اور میانہ رو قوم ہے جو اصلاح و فلاح کے تمام جواہر اپنے دامن میں سجائے ہوئے ہے اور ان تمام صفات کی حامل ہے جو ایک آئیڈیل امت میں ہونے چائیں ایسی امت جسے خود لوگوں کی ہدایت کے لئے پیدا کیا گیا ہو " کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنہون عن المنکر ".

اس امت کا اتحاد اور عقائد و نظریات میں اس کا باہم قلبی ارتباط ہی اس کا سبب ہے کہ یہ امت اپنے تمام خصوصیات کے ساتھ پھل پھول رہی ہے اور ظاہر سی بات ہے کہ دشمنان اسلام کو یہ بات کیسے بھلی لگے انہوں نے مسلمانوں کے جہل و نادانی ، تعصب و تنگ نظری اور مصلحت پسندی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہمیشہ یہ کوشش کی ہے کہ امت اسلامیہ کے دامن اتحاد کو تار تار کردیں . یہ تلخ حادثات صدیوں سے رونما ہوتے چلے آرہے ہیں چنانچہ ہر زمانے میں ہوشمند علماء اسلام نے اپنے کردار اور قلم سے اس راہ میں جہاد کیا ہے اور شہداء کے خون سے قیمتی اپنی روشنائیوں کے ذریعہ امت کے دل و دماغ کو حقیقت کی روشنی بخشی ہے . حق کا

دفاع اوراس راہ میں اپنی جانوں کی بازی لگانا ان کا طرۂ امتیاز رہا ہے .

حضرت آیۃ اللہ لطف اللہ صافی کی گرانقدر تالیف " مع الخطیب فی خطوطہ العریضہ " کا اردو ترجمہ " خطیب بغدادی سے دو باتیں " آپ کے ہاتھوں میں ہے جو ان مقاصد کو کما حقہ پورا کرتی ہیں .

اس کتاب کے ذریعہ نادان ، ناسمجھ اور بزعم خود ایک عالم کی طرف سے اسلام میں ماضی کی طرح تفرقہ اور پھوٹ ڈالنے کی غلط تحریک کو پوری طرح کچل کر رکھ دیا گیا ہے .

قارئین کرام اس تحقیقی کاوش کا ضرور مطالعہ کریں . ہم تمام علماء اسلام سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ دشمنان اسلام کی تفرقہ اندازیوں کا چاہے وہ جس خطۂ ارضی پر ہوں ڈٹ کر مقابلہ کریں " و مکروا و مکراللہ واللہ خیر الماکرین".

ناشر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ مؤلف

اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام کا پیغام عقیدۂ توحید "توحید عقیدہ" کلمہ کی یکسانیت وحدت نظام و قواعد اجتماعی رسوم کی یک رنگی حکومت کے ایک ہونے اور مقاصد و اہداف کی یگانگت کے سہارے قائم ہے، عقیدہ توحید ہی تمام فصیلتوں کی واحد بنیاد ہے اور بھی عقیدہ آزادی اور تمدنی حقوق میں سب کے برابر سے شریک ہونے کی خشت اول و اساس ہے۔

تو کسی عربی کو عجمی (غیر عربی) پر اور کسی گورے کو کسی کالے پر کوئی فضیلت نہیں ہے، حق و شریعت کی نظر میں سب انسان برابر ہیں اور انسان سب کے سب آدم سے پیدا ہوئے ہیں اور آدم مٹی سے خداوند عالم قرآن میں فرماتا ہے ((مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں)) اور یقینا تم میں سب سے زیادہ عزت دار وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی اور پرہیز گار ہوگا۔

حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ " ایک مومن سے دوسرے مومن کے رشتہ کی مثال اس دیوار جیسی ہے جس کی ایک اینٹ دوسری اینٹ کو روکے رکھتی رہتی ہے " اور " مسلمانوں کی باہمی مہر و محبت کی مثال ایک بدن جیسی ہے کہ جب اس کے ایک عضو میں تکلیف ہوتی ہے تو تو دوسرے اعضاء سحر خیزی اور درد کی تیزی میں پوری رات بے چین رہتے ہیں اور " جس نے صبح کی اور اسے مسلمانوں کے امور کی کوئی فکر نہ ہو تو وہ ان میں سے نہیں ہے .

گذشتہ زمانے میں خدا کی نعمت مسلمانوں کے شامل حال رہی اس طرح سے کہ وہ اللہ کی رسی کو ہاتھوں میں تھامے ہوئے آپس میں بھائی بھائی تھے ان کے دل ملے ہوئے تھے اغراض و مقاصد ایک تھے،کافروں کے لئے بہت سخت ، آپس میں بڑے نرم و مہربان تھے انہوں نے اطراف و جوانب اور ملکوں کو فتح کیا اور کرہ زمین کے سردار ، لوگوں کو حریت و انسانیت کی طرف بلانے والے اور اصلاح و عدالت اجتماعی کے قائد و رہبر بن گئے.

مطلق العنان ظالم و جابر بادشاہوں کے محلوں کو مسمار کردیا کمزوروں کو پر زور ظالموں کی غلامی کے جنگل سے آزاد کرایا لوگوں کو سرکش و حد سے تجاوز کرنے والے سلطانوں کی ذلت اور اپنے جیسے بندوں کی بندگی کی رکاکت سے باہر نکالا ، اور خدا کے دین اور اس کی بندگی کی عظیم و باعزت سلطنت کے سایہ میں لائے .

وہ ایسے مسلمان تھے جن کا دین خالص اللہ کے لئے تھا اور اس کے بعد اگر

ان کے درمیان حکومت و ریاست حاصل کرنے کی خاطر نفاق و دو روئی ریاست و حکومت اور نفرتوں کی کوپلیں نہ پھوٹتیں تو آج روئے زمین پر مسلمانوں کے علاوہ دوسری قوم نظر نہ آتی ۔

لیکن استعماری سیاست بہت نڈر ہوکر اپنا کام کرگزری ان کی جماعت پراگندہ کردی ، ان کی وحدت و بزرگی مٹادی اور شیشہ اتحاد ریزہ ریزہ کردیا، اب وہی مسلمان ایک دوسرے کے جانی دشمن ہوگئے جب کہ اس سے پہلے ایک دوسرے کے عاشق و شیدا تھے ، دشمنوں سے لڑنے اور اپنے بھائیوں کا دفاع کرنے کے بجائے داخلی جنگوں کے لئے صف آرا ہوگئے اور اتحاد و دینی برادری کا جو سبق انھیں سکھایا گیا تھا اسے بھول بیٹھے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم اپنے ہی دیس میں ذلیل و خوار ہوگئے جب کہ اس سے پہلے پردیس میں بھی ہم بڑے عزت و شوکت والے تھے ۔

ہمارے اندر خرابیوں میں زیادہ تر خرابیاں ان ارباب سیاست اور حکومت کے سربراہوں کی دین ہیں جنکی ساری کوشش ہی یہی تھی کہ بندگان خدا پر غلبہ حاصل کرکے انھیں اپنا غلام بنا لیا جائے اور مال خدا کو خرد برد کیا جائے (تو اپنی آرزؤں کی تکمیل کے لئے) انھوں نے مسلمانوں میں فتنہ کی آگ بھڑکائی ، قوانین اسلام کو بالکل الٹ پلٹ دیا ، سنت نبوی اور حکم خدا کی توہین کی حدود شرعی کو معطل کردیا، بدعتوں کو زندہ کیا ظلم و بد گمانی کے ساتھ فیصلے کئے درہم و دینار پر بک جانے والے غلاموں کی خدمتیں حاصل کیں اور اپنی گندی اور بے دین

سیاست کی تائید کے لئے انھیں حدیثیں گڑھنے پر مامور کیا قرآن کی من مانی تفسیریں لکھیں حدیثوں کو ظاہری معنی پہنا کر اپنی رای کے موافق کیا اور اہل بیت رسالتؑ کی طرف کرنے سے لوگوں پر قدغن لگادیا وہ اہل بیتؑ کہ جنھیں نبی کریمؐ نے قرآن کا ہم پلہ قرار دیا اور ان سے لگے رہنے کا حکم دیا.

(اور اگر ان شازشوں کا ثبوت چاھئے) تو بصیرت اور انصاف کی آنکھ سے تاریخ اور حدیث کی کتابوں کا مطالعہ کریں تب معلوم ہوگا کہ اں سیاست کے راہ زنوں نے اپنے خبیث سیاست کے ذریعے ناگوار و ناقابل برداشت حواد ث میں کیا کارنامے کئے ہیں اور یہ بھی فراموش نہ کیجئے گا کہ عیسائیوں اور یھودیوں اور انکے علاوہ دیگر اسلام کے دشمنوں کی منحوس سیاست کا مسلمانوں میں بغض و عناد کی آگ بھڑکانے میں کیا رول رہا ہے،

اس لئے کہ انہوں نے ہمارے درمیان تفرقہ اور اختلاف ڈال کر اور نفرتوں کے بیج بونے کے لئے بے حساب مال و زر خرچ کرکے ہمیں اتحاد سے روک کر ہی ہمارے اقتدار و قوت کو چھین لیا اور ہمارے ملکوں پر قابض ہوگئے یہ لوگ ہمیشہ اسلامی حکومتوں کے آپس میں قریب آنے کی راہ میں دیوار بن کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور انھیں اپنے اسلامی وطن کے دفاع سے روکے رہتے ہیں تا کہ استعماری حکومتوں اور اپنے لئے نئے نئے اور جعلی وطنوں کی بنیاد رکھیں بغیر اس کے کہ ان تو ساختہ حکومتوں کو ہمارے وطن اسلامی کا جز سمجھیں اور اسلامی حکومتوں سے یہ مطالبہ کرتے رہیں کہ وہ ان نئی استعماری حکومتوں کے حدود کی حفاظت اور ان کا

دفاع کریں اور یہ سب اس لئے کرتے ہیں کہ ان میں آپسی اختلاف و اضطراب پیدا ہو جائے تا کہ ہر اسلامی حکومت ایک دوسرے کے مقابل جنگ کے لئے صف آرا ہو جائے .

(کیا خوب کسی عرب شاعر نے کہا ہے) کہ نیزے اگر ایک ساتھ جمع ہوجاتے ہیں تو کبھی نہیں ٹوٹتے اور اگر الگ الگ ہوجائیں تو ایک ایک کر کے سب ٹوٹ جاتے ہیں .

لیکن استعمار کی سازشوں کو پہچاننے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ امت اسلامیہ کو ٹکڑے ٹکڑے کردینا ہی استعماریوں کی قوت و اقتدار کی حفاظت کا سب سے بڑا ذریعہ ہے .

تو اے بھائی ! اس وطن کی کیا قیمت ہے جسے غیروں نے اپنے مفاد و مصلحت کے لئے بنایا ہو ، کون سا اصلی اور حقیقی فرق ہے سوڈانی و مصری اور اردنی و شامی اور یمنی و پاکستانی اور عربی و عجمی کے درمیان جب کہ سبھی مسلمان ہیں اور سبھی سلطان اسلام کے آگے جبینوں کو خم کئے ہوئے ہیں .

اسلامی رشتے اور دینیء برادری سے زیادہ مضبوط کون سا رشتہ ہو سکتا ہے تمام مسلمانوں کا (معنوی) باپ ایک ہے جو کہ اسلام ہے اور انکی مائیں الگ الگ ہیں (جو کہ ان کے وطن ہیں) ان کے ملک ان سے ہیں (نہ کہ وہ ملک سے) لیکن استعمار نے انہیں الگ الگ قوموں میں تقسیم کردیا اور ہر ملک میں ایک خاص حکومت بنادی ہے جنکے انداز و رسوم زبان و کلچر ایک دوسرے سے بالکل الگ ہیں جب کہ

خدا کو یہ پسند تھا کہ سب کے سب ایک امت بن کر رہے۔

قرآن میں خدا فرماتا ہے کہ " یقیناً یہ تمہاری امت، ایک ہی امت ہے اور میں تمہارا پروردگار ہوں تو مجھ سے ڈرو" اور ارشاد فرماتا ہے کہ " ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاو جو الگ الگ ہو گئے اور آپس میں اختلاف کر بیٹھے بعد اس کے کہ ان کے پاس (ہماری) روشن نشانیاں آچکی تھی اور یہی وہ لوگ ہیں کہ جن کے لئے بڑا عذاب ہے" مسلمان مسلمان کا بھائی ہے چاہے وہ اس کے ملک کا ہو یا دوسرے ملک کا فلسطینی مسلمان عراقی ایرانی چینی اور ارجنٹینی مسلمان کا بھائی ہے تمام اسلامی ممالک ہر مسلمان کا وطن ہیں اور ان سب کی حکومت قانون سیاست اور عقیدہ اور دین کا نام اسلام ہے۔

مگر وہ مزدور اسلامی حکومتیں جن کا آپس میں اسلام کی بنیاد پر کوئی رشتہ نہیں ہے اور جنھوں نے قومیت اور تنگ نظری کو اپنا شعار بنا رکھا ہے اور وہ اپنی اس قوم پرستی اور تنگ نظری کا باچھیں پھیلا پھیلاکر دفاع بھی کرتی ہیں اور نہ عالم اسلامی کی مشکلات کی انہیں کوئی پرواہ ہے نہ غیر اسلامی ملکوں میں مسلمانوں پر ہونے والے ظلم و ستم کی جب تک یہ اسلامی حکومتیں مشرق و مغرب میں مسلمانوں کے مفاد و مصلح کی حفاظت اور اہداف اسلامی کو اپنا شعار و ہدف نہ بنائیں گی اس وقت تک صرف اسلام کے دشمنوں کی نوکروں کی طرح خدمت کرتی رہیں گی۔

(تو آئیے خدا کی بارگاہ میں دعا کریں کہ) اے اللہ! قرآن کریم کو نازل کرنے والے اے سورہ توحید کو نازل کرنے والے ہماری حکومتوں میں اتحاد پیدا کردے اور

مسلمانوں کو الگ الگ گروہی حکومتوں میں تقسیم ہونے سے بچالے اور انہیں ایک اسلامی حکومت کے پرچم تلے جمع کردے۔

مسلمانوں کا نعرہ ایک ہے مقصد ایک ہے اور عقیدہ بھی ایک ہے مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے خلاف غیر مسلمان کی مدد نہیں کر سکتا اور مسلمان کو اس حکومت سے کوئی واسطہ نہیں جو مسلمانوں کی خیانت و دشمنی کے لئے بنائی گئی ہوں اور وہ کافروں کو مسلمانوں پر حاکم بنا کر ان کے سامنے اتنے ذلیل و روسوا نہیں ہو سکتے۔

مسلمان کبھی کوئی ایسی چیز نہیں لکھ سکتا جو اس کے ایمانی بھائیوں کے درمیان بغض و نفرت کی آگ بھڑکائے اور ان کو ایک دوسرے کے قریب آنے سے روکے۔

یہ سب امت اسلامیہ میں استعماریوں کی غاصب و ظالم سیاست کا ایک چھوٹا سا نمونہ ہے لیکن موجودہ زمانے میں سوائے بعض خشک و بے حقیقت تعصبات کے ان سیاستوں میں سے کوئی چیز ایسی باقی نہیں رہی جو اسلامی فرقوں کے باہمی اتحاد و اتفاق میں رکاوٹ ہو اور مسلمانوں کو ایک پرچم تلے جمع ہونے سے روک سکے اور ان چھوٹے موٹے جزئی تعصبات میں مسلمانوں کا کوئی فائدہ بھی نہیں ہے۔

اور اسی طرح سے کمونسٹوں اور سرمایہ داروں کے پاس بھی سوائے پروپگنڈوں کے کچھ بھی نہیں بچا اور اب تو ان کے درمیان بھی اسلامی ممالک کو ہتھانے کے سلسلہ میں لڑائیاں شروع ہوگئی ہیں اور ان میں سے ہر ایک اس کوشش میں ہے کہ اسلامی ملکوں کا بڑا حصہ ہڑپ لے اور اسے اپنے فائدے کے علاوہ کچھ نظر

نہیں آتا .

خدا ان کے ہاتھوں کو مسلمانوں اور ان کی حکومتوں سے قطع کردے اور ان کے نوکروں اور ہر اس حکومت کو جس نے ان کے منافع کی رعایت اور اللہ و رسولؐ سے لڑنے کے لئے جنم لیا ہے رسوا اور نابود کردے (آمین) .

ہمارے زمانے میں مسلمانوں کے لئے استعمار کی سیاست سب سے بڑی بلاء ہے اور اسی سے ہمیں ہر طرح کا خطرہ ہے یہ وہ سیاست ہے جو مسلمانوں میں فقر و فاقہ ، نادانی اور جہالت کے علاوہ کچھ نہیں دیکھنا چاہتی اور یہی وہ سیاست ہے جو مسلمانوں میں بدکاریوں کو پھیلاتی ہے شراب خواری جوا اور سود خواری کو جائز قرار دیتی ہے عورتوں کو بے پردگی کی دعوت دیتی ہے بد اخلاقیوں اور حرام کو حلال جاننے کو رواج دیتے ہے اور عورتوں کو بے پردہ و برہنہ باہر نکلنے پر مجبور کرتی ہے یہ وہ سیاست ہے جس کی آرزو ہے کہ مسلمان کھیل کود اور گانے بجانے میں مشغول رہیں ان میں بے کاری عام ہوجائے اور اسلام و قرآن کے حقائق سے ناآشنا رہیں یہ سیاست یہ نہیں چاہتی کہ مسلمان فائدہ مند علوم حاصل کریں عمدہ صنعتیں اور فنون سیکھیں اور کارخانوں کی بنیاد ڈالیں (یہاں تک کہ اتنے محتاج ہو جائیں) کہ ان کی بازاروں میں استعمار کی بنائی ہوئی چیزوں کے علاوہ کچھ نہ بکے .

اب وہ زمانہ گزر گیا جب (اموی اور عباسی) سیاستوں نے (اگلی اور بیچ والی صدیوں میں) مسلمانوں میں تفرقہ ڈالا تھا .

اب وہ وقت نہیں رہا جب امیوں اور عباسیوں کے جابر بادشاہوں نے لوگوں

کو اپنا زر خرید غلام بنالیا تھا اور مذہبی اور حدیث کی کتابیں حکومت کے جاسوسوں کے زیر نگرانی لکھی جاتی تھیں، وہ گھڑیاں بھی گزر گئیں جب علمائے حق پر بڑے ظلم کے ساتھ کڑی نظریں رکھی جاتی تھیں اور حکومت کے نوکر اور گورنر بے گناہوں کو قتل کرکے یا شہر بدر کرکے یا قید خانوں میں ڈال کر کڑی کڑی سزائیں دیکر یا ان کے ہاتھ پیروں کو بے دردی سے کاٹ کر خلفائے اور امیروں کا تقرب حاصل کرتے تھے .

گیا اں کا زمانہ جنہوں نے بڑی دلیری سے مسلمانوں میں تفرقہ پھیلایا انکے اتحاد کو مٹایا اور انہیں آپسی جنگوں کی آگ لگادی ، نابود ہوگئی وہ سیاست جس نے امام نسائی (سنیوں کے امام صحاح ستہ میں سے ایک کتاب کے مصنف) سے ان کے عقیدہ اور رای کی آزادی کو سلب کرلیا تھا اور انہیں بڑی بے دردی سے قتل کردیا تھا .

ان جابر بادشاہوں کا عھد بھی گذر گیا جو اپنی بدکاری اور شہوت پرستی کی راہ میں مسلمانوں کے بیت المال کو صرف کردیا کرتے تھے کنیزوں اور گانے بجانے کے آلوں سے دل لگی کرتے تھے .

گزر گیا وہ عصر جب اسلام کی سب سے عظیم شخصیت (علیؑ) کو لوگ منبر سے گالیاں بکتے تھے یہ گالیاں اس کو نہیں بکتے تھے بلکہ (اس کی آڑ میں) رسول اللہؐ کو گالیاں بکتے تھے (نعوذ باللہ) [۱] .

وہ زمانے بھی گزر گئے جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان پر افتراء اور بہتان

باندھتے تھے بلکہ کافر و ملحد بھی لکھا دیا کرتے تھے ، وہ تاریک زمانہ بھی گزر گیا جب مسلمانوں کا ہر فرقہ اور ہر گروہ ایک الگ تھلگ قوم کی طرح زندگی گزار رہا تھا ایک فرقے کو دوسرے فرقے پر پڑنے والی بلاؤں اور مصیبتوں کا کوئی احساس نہ تھا اور ان میں آپس میں کوئی تعاون و ہمدردی نہ تھی .

ہاں وہ تاریک زمانے گزر گئے اور تاریخ اسلام میں اسلامی برادری اور نور ایمان سے چمکتے ہوئے اوراق نماں ہو گئے ہیں اب علماء مجاہدین کی اصلاح پرست ایک جماعت ہاتھوں میں اصلاح و اتحاد کا پرچم لے کر کھڑی ہو گئی ہے انہوں نے سمجھ لیاہے کہ آج اس دین اسلام کی آبرو اس (اتحاد) میں ہے جس اتحاد میں اس کی آبرو ابتداء میں تھی انہوں نے اعلان عام کردیا ہے کہ دنیا کا مستقبل اسلام کے ہاتھ میں ہے اور یہ زمین اللہ کی ہے اپنے نیک بندوں میں جسے چاہتا ہے اس کا وارث و مالک بنا دیتا ہے اور اچھا انجام پرہیزگاروں کا ہے .

ان علمائے مجاھدین نے لوگوں کو قرآن و سنت پیغمبرؐ کی پیروی اور قومی ، مذھبی ملکی ہر قسم کے تعصب سے دور رہنے کی دعوت دی اور انہوں نے مشرق اور مغرب میں پھیلے ہوئے اسلامی ممالک میں دعوت اتحاد دیکر اپنے فریضہ تبلیغ کو پورا کیا خدا نے ان کو مسلمان قوموں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کی توفیق عنایت فرمائی ان کی اصلاحی کوششوں نے دنیا کے مسلمانوں کے دلوں پر اچھے نقوش چھوڑے اور غیرت اسلامی رکھنے والے بزرگ و بے نظیر علماء کی ایک بڑی جماعت نے اس کی دعوت پر لبیک کہا، ٹوٹی ہوئی ہڈی کو جوڑ دینے والی ان علماء کی محنتوں

اور جانفشانیوں کا پھل اور سب سے میٹھا پھل یہ تھا کہ قاہرہ (مصر) میں اسلامی فرقوں کو قریب کرنے والے ایک ادارہ کی بنیاد " دارالتقریب بین المذاہب الاسلامیہ " کے نام سے ڈالی گئی اور "رسالۃ الاسلام" کے نام سے علمی اور عالمی پیمانہ پر ایک رسالہ نکالا گیا جسکا نعرہ یہ تھا " یہ تمہاری امت ایک امت ہے اور میں تمہارہ رب ہوں تو میری عبادت کرو".

اس علمی رسالے میں اسلامی فرقوں کے بڑے بڑے اہل قلم مصلحین قوم، اساتذہ اور رجال و مشائخ اسلام کے اصلاحی مضامین چھاپے گئے اور انکی کوششوں نے مسلمانوں میں باہمی نا اتفاقی اور نفرتوں کو دور کرنے میں بڑا کام کیا اسلامی فرقوں کے قریب آنے کی کوششوں کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ بھی ہوا کہ ایک فرقے نے دوسرے فرقے کے عقائد و نظریات کو جانا جب کہ اس سے پہلے کسی فرقے کو دوسرے فرقوں کے اصول و فروع کا کوئی علم نہیں تھا، اور ایک دوسرے کے عقائد کا صحیح علم نہ ہونا ہی گذشتہ زمانے میں ایک دوسرے کو کافر بنانے کا سبب تھا، اب سب یہ جان گئے ہیں تمام مسلمان اصول دین میں متفق ہیں کیونکہ فروع دین کے بعض مسائل میں اختلاف جو کہ ہر فرقے کے اپنے اجتھادی اصولوں کی بنیاد پر ہے ان کے آپسی اتحاد اور برادری کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا جب کہ اصول دین مین سب کے سب متحد ہیں اور انشاء اللہ عنقریب ان کوششوں کی برکت سے مسلمانوں میں اتحاد کی صبح نمودار ہوگی (آمین) اور وہ بھی ویسے ہی آپس میں بھائی بھائی ہو جائیں گے جیسے نبی اکرمؐ کے زمانے میں ان کے بزرگ آپس میں بھائی

بھائی تھے اور ایک دن اس دین کا سورج چمکے گا جیسے پوری رات گذرنے کے بعد سورج چمکتا ہے اور زمین پر کوئی قریہ کوئی گوشہ ایسا
نہ رہ جائے گا جہاں سے کلمہ " لاالہ الا اللہ " کا نعرہ بہ بلند ہو.

ہاں : جس قوم کا خدا ایک کتاب ایک ، قبلہ ایک دینی رسوم و شعائر ایک اور اللہ نے اسے ایک امت بنایا ہو کیا اس قوم کے اختلافات کو ختم کرنے کا کوئی راستہ نہیں ؟

اسلام تمام امتوں اور مشرق و مغرب کے دامن میں پھیلی ہوئی تمام قوموں اور قبیلوں کے ایک ہونے کی دعوت دیتا ہے.

اسلام توحید یکجہتی کا دین ہے دلوں سے تعصبات کو نکال دینے کا دین ہے ہر اس چیز سے انکار کرنے والا دین ہے جو کینہ اور بغض کا سبب ہو ایک ایسا دین ہے جو انسانوں کو ایک عادل حکومت اور انسانی برابری اور برادری کی طرف لے جاتا ہے اقتصاد و اجتماع ، حکومت و قانون تربیت و تعلیم اور زندگی کے ہر گوشہ کے لئے ایک ایسا نظام عدل عطا کرتا ہے کہ جس میں سب برابر ہوں ، کیا آپ سمجھتے ہیں کہ یہ نظام الٰہی اپنے فرزندوں کے آپسی جھگڑوں کو نپٹانے پر قادر نہیں ؟

کیا آپ کا خیال ہے کہ اسلام کے پاس ایسے طریقے اور تعلیمات نہیں ہیں جس کے ذریعہ وہ ایک ایسے بڑے اسلامی وطن کی تشکیل کر سکے جو گورے کالے اور لال تمام مسلمانوں کا وطن عزیز ہو ؟

کیا آپ کا گمان ہے کہ اسلام کے پاس اپنے فرزندوں کے مرض کا کوئی علاج

نہیں ، کیا آپ کا خیال ہے کہ غاصب و خبیث سیاست کے نوکروں اور استعمار کے مجرم ہاتھوں نے جو جھگڑے مسلمانوں میں کھڑے کردئے ہیں اسلام ان جھگڑوں کو ختم کرنے پر قادر نہیں ہے وہ جھگڑے کہ جس کا پورا فائدہ اسلام کے دشمن اٹھاتے ہیں ،

آپ سمجھتے ہیں کہ خدا نے مسلمانوں پر حرام قراد دے دیا ہے کہ وہ ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوسکیں اور ایک حکومت کے زیر سایہ زندگی گزاریں اور خدا نے ان کے لئے مفاہمت اور سمجھوتے کا دروازہ بند کردیا ہے (نہیں ایسا کچھ نہیں ہے) یہ تو اللہ کی رحمت سے مایوسی ہے اور ہر قسم کی بیماری اسی مایوسی کی بنا پر ہوتی ہے .

اس مایوسی کے مرض کا علاج اللہ پر بھروسہ ہے اور اس بات کا یقین کہ مدد و نصرت اللہ کہ طرف سے ہوتی ہے اور اللہ کا لشکر ہی غالب ہونے والا ہے ساری کائنات اسلام کے دامن میں پناہ لے گی اور خدائے یکتا ہی عالم انسانیت کو تمام مصائب و مشکلات سے چھٹکارا دلانے والا ہے .

مسلمانوں پر واجب ہے کہ اپنے غیروں تک اسلام کا پیغام پہونچائیں اور اب اس کا وقت بھی آگیا ہے اور اگر ابھی نہیں آیا ہے تو انشاء اللہ عنقریب آنے والا ہے .

تو اب کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ مسلمانوں میں اصلاح و اتحاد پیدا کرنے تفرقہ کو مٹانے اوران کی عظمت اوربزرگی کو واپس پلٹانے کےلئے تحریکیں شروع ہوگئی ہیں

ہم بارگاہ خدا میں دست بہ دعا ہیں کہ ان اصلاح کرنے والوں اور اس مقصد میں ان کی مدد کرنے والوں کو صبر و استقامت عنایت فرمائے یقیناً وہ جو چاہتا اس پر قادر ہے " اے ہمارے پالنے والے ہمیں صبر عطا فرما اور ہمیں ثابت قدم رکھ اور کافروں پر ہمیں نصرت عنایت کر "۔

مؤلف شوال ۱۳۸۲ھ. ق

حوالہ جات

(۱) مؤلف کا اشارہ معاویہ کی طرف ہے جس نے ایک ہزار مہینے تک منبروں سے حضرت علیؑ کو گالیاں دیں دیکھئے رسائل الجاحظ (تحقیق استاد السندوبی طبع قاہرہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطوط عریضہ

جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ مسلمانوں کو آپس میں میل جول پیدا کرنے کی اور جو باتیں گذشتہ زمانے میں کینہ اور عداوت کا سبب بنیں انہیں ختم کرنے کی شدید ضرورت ہے اور اگر ان میں بعض چھوڑے موٹے اختلافات ہوں بھی تو انہیں لڑائی جھگڑے کا ذریعہ نہیں بنانا چاہئے (کیونکہ ان آپسی لڑائیوں کے نقصانات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے کہ " آپس میں نزاع و اختلافات نہ پیدا کرو اس سے تمہارے اندر کمزوری اور بزدلی پیدا ہوجائے گی اور تمہاری ہوا بگڑ جائے گی [1] .

مخصوصاً اس زمانے میں جب کہ دوسری قومیں ہمارے اوپر اس طرح سے ٹوٹ پڑی ہیں جیسے کہ لوگ کھانے کے پیالوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں [2] .

اس اتحاد کو پیدا کرنے اور نفرتوں کو دور کرنے کے سب سے زیادہ ذمہ دار

صاحبان قلم اور مصنفین ہیں کیونکہ وہ عوام کے راہنما اور فکری انقلابات کے رہبر ہیں اور جیسے کہ بعض کتابیں اور مضامین اتحاد پیدا کرنے اور عزت اسلام کو بڑھانے کے لئے بڑی قیمتی ثابت ہوتی ہیں اسی طرح سے بعض کتابوں کے ایسے مضر اور نقصان دہ اثرات ہوتے ہیں جن کو بڑی محنتوں اور کاوشوں کے بعد ہی مٹایا جا پاتا ہے تو کتابیں لکھنے والوں پر واجب ہے کہ ان چیزوں سے سخت پرہیز کریں جو گڑے ہوئے کینوں کو ابھاریں اور ان پر یہ بھی واجب ہے کہ ہر قسم کی افتراء پردازی اور بہتان تراشی سے پرہیز کریں اور امانت داری سچائی اور خیر خواہی کے ساتھ قلم چلائیں.

اگر کوئی مصنف کسی مذہب یا فرقہ کے بارے میں کوئی بات یا کوئی کتاب لکھنا چاہتا ہے تو اس کو چاہئے کہ عقائد و فقہ میں اس مذہب کے بڑے بڑے علماء و افاضل کی کتابوں کا مطالعہ کرے ان کے آراء و نظریات کو معلوم کرے (اور اپنی بات ثابت کرنے کے لئے) انہیں افکار و نظریات کا سہارا لے جو اس مذہب کے علماء کے درمیان مشہور ہوں ان نظریات کا سہار نہ لے جو اس مذہب میں متروک ہوں یا ان کے نظریات سے الگ تھلگ ہوں اور اس مذہب کے ماننے والوں میں سے کسی ایک کے جرم کی وجہ سے کسی دوسرے بے جرم کو مجرم نہ بنائیں اور اس مذہب کے کسی ایک الگ تھلگ رای رکھنے والے کی رائے کو تمام اہل مذہب کی طرف نسبت نہ دیں کیونکہ دنیا میں کوئی ایسا مذہب نہ ہو گا کہ جس میں اصول و قواعد کے خلاف بعض نادر نظریات پائے نہ جاتے ہوں اور قسم حق کی اگر قلم

چلانے والوں اور کتابیں لکھنے والوں نے اس بات کا پورا پورا لحاظ رکھا ہوتا تو یقینا بہت سے نزاع اور اختلافات ختم کر سکتے تھے کبھی بھی مسلمانوں کے درمیان یہ نفرتیں پیدا نہ ہوتیں اور ہر گز ایک مسلمان اپنے مسلمان بھائی کو کافر و مشرک نہ کہتا اور یہ تو (قلم چلانے کا) وہ ادب ہے جس کا لحاظ ہر قلم کار کو کرنا چاہئیے چاہے وہ مسلمان نہ بھی ہو .

جب کتابیں اور قلم خود غرضی اور تنگ نظری کی نجاستوں سے پاک ہوجائیں اور جاہل و نادان قلم کاروں کے ہاتھوں سے یہ وسائل چھین لئے جائیں تبھی عوام کے دل نفرت ،کینہ اور بے گناہوں کے حق میں بد گمانیوں سے پاک ہو سکتے ہیں .

یہ (سب ایک طرف) مگر ہم اپنے اس شدید غم و غصہ کو نہیں چھپا سکتے جس کا سبب وہ باتیں ہیں جو بعض قلم کاروں کے قلم سے تحریر ہوئی ہیں ان باتوں سے صرف ہمارے دشمن فائدہ اٹھارہے ہیں اور ہمارے لئے کوئی فائدہ نہیں ہے صرف اس کےکہ ہم میں کمزوری اور بزدلی پیدا ہو رہی ہے اور نتیجہ میں غاصب و خبیث استعمار کی خدمت ہو رہی ہے ان باتوں کے علاوہ ان قلم کاروں کی تحریروں میں افتراء اور بہتان کی بھرمار ہے .

ہم اپنے مسلمان بھائیوں سے حسن ظن رکھتے ہیں اور ہمیں نا پسند ہے کہ اہل سنت اور شیعہ فرقہ کے عقائد و آراء کو اچھی طرح جاننے والے کسی مسلمان کے قلم سے ایسی کھٹیا باتیں تحریر میں آئیں ہمیں امید ہے کہ مسلمانوں میں کوئی بھی ایسا نہ ہوگا جو جان بوجھ کر ایسا کام کرے ہمیں ناگوار ہے کہ امت اسلامیہ میں کوئی

ایسی فرد ہو جو اپنے زبان و قلم سے اسلام کے ساتھ خیانت کرے اور یہ سمجھتا بھی نہ ہو کہ وہ اپنی قوم کو اس سے کتنا نقصان پہنچارہا ہے .

کبھی کبھی ان لکھنے والوں نے جنھوں نے گذشتہ زمانہ میں شیعہ یا اہل سنت کے بارے میں کتابیں لکھیں اور جھوٹی باتیں ان کی طرف منسوب کیں ہم سے عذر کرتے ہیں کہ گذشتہ زمانے میں فریقین کی کتابوں اور ان کے نظریات و افکار کو معلوم کرنا ہر لکھنے والے کے بس میں نہیں تھا (اگر یہ عذر انکا قبول بھی کرلیا جائے تب بھی کم سے کم) اس زمانے میں جب کہ ہر لکھنے والے کے ہاتھ میں ہر فرقہ کی کتابیں موجود ہیں اور ہر فرقہ کے علماء سے اس فرقہ کے عقائد کو معلوم کیا جا سکتا ہے تب بھی اگر کوئی لکھنے والا اپنے بھائی کے بارے کوئی ایسی بات لکھے جو اس میں موجود نہیں ہے یا فقط بد گمانی کی بنیاد پر کوئی اتہام لگائے تو اس کا کوئی عذر قابل قبول نہیں ہے اور جبکہ خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے کہ " اے ایماں والو بہت سے گمانوں سے پرہیز کیا کرو یقینا بعض گمان گناہ ہوتے ہیں ".

ان کتابوں میں سے جنھونے شیعوں کی طرف عجیب طرح کی جھوٹی جھوٹی باتوں کی نسبت دی ہے اور بنی امیہ اور دشمنان اہل بیتؑ کے حامیوں اور مددگاروں کا راستہ اختیار کیا ہے ایک کتاب یہ بھی ہے جس کا نام اس کے مؤلف نے «الخطوط العریضه للاسس التی قام علیها دین الشیعة الامامیه الاثنی عشریه » رکھا ہے اس کتاب میں مصنف نے بہتان افتراء اور شیعہ اور اہل سنت کے جذبات کو مجروح کرنے کی انتہا کردی ہے اس کتاب میں ایسا کھلم کھلا جھوٹ اور

فحش بیانی سے کام لیا گیا ہے اور بحث و تحقیق کے آداب کے حدود کو ایسے پھلانگا گیا ہے کہ جو ایک بالکل جاہل یا دل میں نفاق رکھنے والا اور مسلمانوں میں تفرقہ اور فساد پھیلانے والا ہی کرسکتا ہے ترمذی، احمد اور ابو داؤد نے اپنی اپنی کتابوں میں روایت نقل کی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ "کیا میں تم لوگوں کو وہ چیز بتاؤں جس کا درجہ روزہ نماز اور صدقہ سے بھی بالا ہے (وہ چیز) آپس میں صلح و میل جول کرانا ہے کیونکہ آپس میں فساد تباہ کن چیز ہے"[۳]. اور ہمارے شیعہ طریقوں سے حدیث میں وارد ہوا ہے کہ "آپس میں صلح کرانا عام روزہ نمازوں سے بڑھ کر ہے"[۴] طبرانی نے حضرت سے نقل کیا ہے کہ "جس نے کسی کا ذکر ایسی بات سے کیا جو اس میں نہیں ہے تاکہ اس کو عیب دار ظاہر کرے تو خدا اسے جہنم میں اس وقت تک قید رکھے گا جب تک کوئی ایسی چیز نہ پیش کرے جو پہلی بات کو مٹادینے والی ہو"[۵].

تو اے بھائی تمہارا کیا خیال ہے ایسے شخص کے بارے میں جو مسلمانوں کے ایک گروہ پر جو اللہ اس کے رسول اس کی کتاب اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہوں نماز پڑتے ہوں زکات ادا کرتے ہوں روزہ رکھتے ہوں حج کا فریضہ انجام دیتے ہوں جو چیز اللہ نے اپنی کتاب اور اپنے نبی کی سنت میں حرام قرار دی ہو اسے حرام سمجھتے ہوں اور جو اللہ و رسول نے حلال قرار دیا ہو اسے حلال جانتے ہوں تہمتوں کی بوچھاڑ کرے جب کہ وہ ان باتوں سے بالکل بری ہوں.

اس کتاب میں مصنف نے مذہب کے راہنماؤں اور اسلام کی مایہ ناز شخصیتوں

پر طعن و تشنیع کی ہے اور یزید بن معاویہ کے کرتوتوں کا دفاع کیا ہے اور حضرت امام علیؑ سے اپنے بغض و انحراف کو ظاہر کیا ہے جس سے مؤمن کے علاوہ کوئی محبت نہیں کرتا اور منافق کے علاوہ کوئی بغض نہیں رکھتا (یہ بری باتیں اس لئے کہی ہیں) تا کہ شیعوں میں ہیجان پیدا کردے اور انہیں اہل سنت کی خلاف اکسائے اور شیعہ بھی اہل سنت کے بزرگوں کے خلاف اسی طرح کی طعن و تشنیع والی باتیں کہیں اور مسلمانوں میں زبردست اختلاف پیدا ہونے سے اس کی اور اسلام کے دشمن استعمار کی آرزؤں کی تکمیل ہوجائے کیونکہ استعمار کو کبھی بھی یہ اچھا نہیں لگے گا کہ وہ شیعہ اور اہل سنت کو (اسلام کے دشمنوں کے خلاف) ایک ہی صف میں کھڑے ہو کر جنگ کرتے ہوئے دیکھیں.

وہ نہیں چاہتے کہ شیعہ اورسنی مل کر صھیونیست سے مقابلہ کریں انہیں کب یہ پسند ہوگا کہ مسلمان اپنی عظمت و بزرگی کو زندہ کرنے اپنی چھنی ہوئی اسلامی میراث کو واپس لینے اور اپنے غصب شدہ ملکوں اور زمینوں پر قبضہ کرنے کے لئے آپس میں مل جل جائیں.

استعمار چاہتا ہے کہ ہمارے درمیان نفاق و اختلاف پیدا ہو جائے تا کہ اس کے لئے فضا صاف ہوجائے اور اس کا ہدف و مقصد پورا ہو جائے محب الدین خطیب کتاب خطو و عریضہ کے مصنف اور جو لوگ ان کے راستہ پر چل رہے ہیں وہ استعمار کے خبیث و ناپاک مقاصد کو پوارا کرنے کےلئے راہ ہموار کررہے ہیں چاہے وہ اس بات کو سمجھ رہے ہوں اور چاہے نہ سمجھ رہے ہوں.

لیکن استعمار انشاء اللہ اپنے آرزؤں کو نہیں پہونچ پائے گا اور اصلاح پسند لوگ جلد ہی کامیاب ہونگے (خطیب جیسوں کے) ان بیہودہ کلمات سے ان کی ہمتیں پست نہیں ہو سکتیں کیونکہ وہ لوگ تمام اسلامی فرقوں اور مذاہب کے عقائد و نظریات سے واقف ہیں اور تقریب اسلامی فرقوں کے ایک دوسرے کے قریب لانے کی کوشش) ایک ایسی اصلاحی فکر ہے کہ جتنا زمانہ گذرتا جائے گا اس تحریک پر ایمان لانے والے بڑھتے ہی چلے جائیں گے اگر چہ محب الدین یہ سمجھ رہے ہیں کہ ایسا ہونا محال ہے کیونکہ یا تو وہ تقریب کے مفہوم کو سمجھے ہی نہیں ہیں یا سمجھنا نہیں چاہتے ،

ان سب باتوں کے بعد بھی ہمیں یہ اچھا نہیں لگتا کہ ہم محب الدین خطیب کی نیت کے بارے میں کچھ گفتگو کریں اور یہ الزام لگائیں کہ انھوں نے (جان بوجھ کر) فتنوں کو ابھارنا دشمنان اسلام کی خدمت کرنا اور مسلمانوں کی عظمت کو مسمار کرنا چاہا ہے کیونکہ نیتوں کے حال سے تو بس خدا ہے واقف ہے تو ہم نہیں چاہتے کہ ان کی باتوں کی رو میں ہم بھی پھر جائیں اور جہاں جہاں انہوں نے غلطیاں کی ہیں اور ٹھوکریں کھائی ہیں اس کی وضاحت کریں .

بلکہ ہم تو یہ چاہتیں ہیں کہ ہمارے بعض برادران اہل سنت کے ذہنوں سے یہ تہمتیں اور الزام تراشیاں نکل جائیں ہم نے کتاب خطوط عریضہ پر فقط بحث تبصرہ کیا ہے کیونکہ انہوں نے اس کتاب میں شیعوں پر حملوں کی بھرمار کردی ہے اور ہر طرح کے جھوٹ او بہتان سے کام لیا ہے ہم نے ان کا جواب انہیں کی طرح

جھوٹ اور غلط بیانی سے نہیں دیا ہے کیونکہ " جھوٹی باتوں کا الزام وہی لوگ لگاتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے اور یہ لوگ خود بھی جھوٹے ہیں" [۶] بلکہ اصول و فروع میں جو اہل سنت کے یہاں شاذ و نادر عقائد و نظریات پائے جاتے ہیں اور جو اشاعرہ نے معتزلہ کی طرف یا معتزلہ نے اشاعرہ کی طرف نسبتیں دی ہیں اور ایک مذہب نے دوسرے مذہب کے بارے میں جو کچھ کہا ہے اور کلامی بحثوں میں قرآن مخلوق ہونے کے بارے میں یا ایک دوسرے کو کافر کہنے میں جو کچھ ان کے درمیان باتیں پیدا ہوئی ہیں ہم نے اٹھائے .بحث ان باتوں سے بھی کوئی سرو کار نہیں رکھا ہے الا یہ کہ اپنے مقصد کی وضاحت اور .بحث و تحقیق کی خاطر جہاں پر ضرورت محسوس ہوئی کیونکہ ان اختلافات کو بیان کرنے میں ہمیں کوئی فایدہ نظر نہیں آتا سوائے اس کے کہ مسلمان کمزور ہوں اور دین اسلام کی ایمج خراب ہو اور اس کا چہرہ بگڑ جائے ہم تو اسی طریقہ کو اختیار کریں گے جو خدا بزرگ نے ہمیں سکھایا ہے خدا ارشاد فرماتا ہے کہ "نیکی اور برائی برابر نہیں ہوسکتی اس چیز سے جواب دو جو سب سے بہتر ہوتو ایسا ہوگا کہ جس سے تمہاری عداوت ہے جیسے وہی تمہارا دوست ہوگیا ہے [۷] اور ہماری تو یہ دی ہے کہ " اے ہمارے پالنے والے ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے ایمان لانے میں آگے نکل گئے اور ہمارے دلوں میں ایمان لانے والوں کی طرف سے کوئی کینہ نہ پیدا کر پروردگارا یقینا تو رحم کرنے والا مہربان ہے [۸].

حوالہ جات

۱۔ سورہ انفال ۴۶ .

۲۔ ابوداؤد نے اپنے سنن میں جو کہ صحاح ستہ میں سے ایک کتاب ہے "تداعی الامم علی الاسلام" کے باب میں کتاب " الملاحم " سے ص ۴/ ۲۱۰ پر توبان سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا قریب ہے کہ امتیں تمہارے اوپر اسی طرح ٹوٹ پڑیں جیسے کھانے والے لوگ پیالے پر " تو کسی نے پوچھا کہ " کیا ہم لوگ اس وقت بہت کم تعداد میں ہونگے ؟ تو آپ نے فرمایا کہ نہیں تم لوگ اس وقت کثیر تعداد میں ہو گے لیکن پانی کے دھارے کے جھاگ کی طرح (کمزور) ہو گے خدا تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رعت و دبدبہ نکال دے گا اور تمہارے دلوں میں وھن ڈال دے گا تو کسی نے پوچھا کہ اے خدا کے رسولؐ یہ دھن کیا ہے آپؐ نے فرمایا " دنیا سے محبت اور موت سے ڈرنا" .

۳۔ الجامع الصغیر ۱/۱۱۳ الطبعة الرابعة .

۴۔ نہج البلاغہ ۳ / ۴۷ .

۵۔ الجامع الصغیر .

۶۔ سورہ نحل ۱۰۵ .

۷۔ فصلت / ۳۴ .

۸۔ حشر / ۱۰ .

تقریب کا منصوبہ کیسے پورا ہوا !؟

محب الدین خطیب نے اپنی کتاب "خطوط عریضہ" کے صفحہ ۵ پر لکھا ہے : اور ہم اس کے لئے شیعہ اور اہل سنت کے درمیان مسائلہ تقریب کی مثال پیش کرتے ہیں ......

پھر خطیب نے دارالتقریب (شیعہ اور سنی کے قریب کرنے کی تنظیم) پر شدید حملے کئے ہیں کیونکہ خطوط عریضہ کی تصنیف سے ان کا اصلی مقصد ہی یہی تھا کہ دارالتقریب کو حملوں کا نشانہ بنایا جائے ،

جو شخص اسلامی سماج کے گذشتہ اور موجودہ حالات کا تجزیہ کرے اور مسلمانوں میں ضعف و کمزوری پیدا کرنے والے اور ان کو استعمار کی آغوش میں پہنچانے والے جھگڑوں سے آگاہ ہو وہ جان جائے گا کہ ان سارے کے سارے یا اکثر فتنوں اور لڑائیوں کا سبب وہ پچھلی سیاستیں ہیں جو اب ختم ہو چکی ہیں اور نتیجے میں ان کے بڑے بڑے سیاست مدار تباہ ہو گئے اور یہ بھی سمجھ لے گا جیسا کہ مصلحین اور

اتحاد کے داعیوں نے سمجھ لیا ہے کہ اسلام کو ہرگز اس کھویا ہوا اقتدار واپس نہیں مل سکتا جب تک کہ اسلام کے سایہ میں مسلمانوں کو ان کا کھویا ہوا اتحاد واپس نہ مل جائے۔

اور حقیقت یہ ہے مسلمانوں کا مذہبی معرکے آرائیوں میں الجھ جانے کا سب سے بڑا سبب ہر فرقہ کا دوسرے فرقوں کے عقائد و نظریات کو اچھی طرح نہ جاننا ہی ہے اور اسلامی فرقوں کے درمیان میل محبت ایک ممکن بات ہے اگر یہ طے کرلیا جائے کہ ایک ایسا ماحول تیار کیا جائے جس میں مسلمان گذشتہ زمانے سے بہتر اور پاک و پاکیزہ زندگی گزار سکیں بلکہ ان کے حالات کو بہتر بنانے اور ان کے آئندہ کو سنوارنے کے لئے ایسے ماحول کی شدید ضرورت ہے اور یہ کوئی محال بات بھی نہیں جیسا کہ خطیب کا گمان ہے بلکہ یہ عین ممکن ہے کہ مسلمان میل و محبت سے اسی طرح زندگی گزاریں جس طرح صدر اسلام میں نیک کردار صحابہ کرام اجتہادات و فتویٰ کے اختلاف کے باوجود
مل جل کر محبت سے زندگی گزارتے تھے اس طرح سے کہ وہ ایک دوسرے کے عاشق و شیدا تھے اور ان کا ایثار و فداکاری ان کی بھائی چارگی کا طرۂ امتیاز تھا رای اور اجتہاد میں ان کا اختلاف انہیں بدسلوکی بعض بے تعلقی اور عداوت پر آمادہ نہیں کرتا تھا۔

ہاں اصلاح پرست لوگوں نے سمجھ لیا ہے کہ اس دور میں اسلامی سماج نہیں برداشت کرسکتا کہ اللہ کی کتاب اور سنت رسولؐ پر ایمان رکھنے والے کسی مسلمان

کو محض بدگمانیوں افتراء پردازیوں اور جزئی اختلافات کی بنیاد پر کافر بنادیا جائے[1]۔

یہ اسلامی فرقوں کو باہم قریب لانے کی فکر کوئی شیعی یا سنی فکر نہیں ہے چہ جائیکہ کسی شیعہ یا سنی حکومت کا بنایا ہوا منصوبہ ہو "دارالتقریب" کی بناء اس لئے نہیں ڈالی گئی ہے کہ صرف شیعہ یا سنی ہی آپس میں قریب آجائیں بلکہ اس کی بنیاداس لئے پڑی ہے کہ سبھی اسلامی مذاہب ایک دوسرے کے قریب آجائیں اور اس کی بنیاد ڈالنے میں بڑے بڑے یکتائے روزگار علماء اسلام نے حصہ لیا ہے جن کی نیتوں کی سچائی میں کوئی شک نہیں کیا جاسکتا۔

اور خطیب نے یہ جو کہا ہے کہ شیعہ حکومت نے دارالتقریب پر بہت مال خرچ کیا ہے تو جو شخص اس بات کو جاننے کے لئے گہرائی میں جانا چاہتا ہے اسے ہم دارالتقریب کے سنی اراکین کے حوالہ کرتے ہیں (کہ وہ حقیقت ان سے معلوم کر سکتا ہے)

اور اگر یہ مان بھی لیا جائے دارالتقریب کی بنیاد ایک شیعی منصوبہ ہے تو سنی حضرات اسے کیونکر قبول نہیں کرسکتے؟ کیا صرف اس لئے کہ یہ ایک شیعی فکر ہے؟ کون سی ایسی چیز ہے جو ایک مسلمان آدمی کو دونوں فرقوں کے آراء و عقائد کو سمجھنے سے روک رہی ہے؟

سنیوں کا کون سانقصان ہے کہ اگر شیعہ اپنے عقائد و نظریات کو ان کے سامنے رکھیں تاکہ اس سے بدگمانی نہ کی جائے اور ان کو فسق و کفر کا اتہام نہ لگایا جائے؟

شیعوں کو نہ کوئی مشکل ہے اور نہ انہیں اس سے کوئی ضرر پہنچ سکتا کہ وہ اہل

سنت کے عقائد اور ان کے مذہب کا مطالعہ کریں وہ آزاد ہیں اور انھیں اختیار ہے کہ وہ اہل سنت کے عقائد و نظریات اور ان کی کتابوں اور رسالوں کا مطالعہ کریں .

تو آپ ملاحظہ کریں قم، نجف، تہران، جبل عامل ، اور دوسرے شیعہ ملکوں اور علمی تنظیموں کے مکتبوں کتاب خانوں اور چھاپ خانوں کو کہ وہ برادران اہل سنت کی نئی اور پرانی تصانیف اور کتابوں مثلا صحاح ستہ جوامع حدیث ، تفاسیر ، تواریخ سے بھرے پڑے ہیں اور انکے مدرسوں میں ان کتابوں کا درس بھی دیا جاتا ہے خصوصاً اس آخری دور کے علماء شیخ محمد عبدہ ، محمد فریدوجدی ، عقاد ، رشید رضا ھیکل ، طنطاوی ، احمد امین ، سید قطب محمد قطب ندوی ، مودودی عفیف طبارہ ، محمد غزالی ، عبدالرزاق نوفل ، شیخ منصور علی ناصیف (مصنف التاج الجامع للاصول) ، شیخ براغی ، شیخ ندیم جسر و غیرہم کی تو اتنی کتابیں شیعی مدرسوں اور کتاب خانوں میں بھری ہیں کہ جگہ کی تنگی کا احساس ہونے لگا ہے اور علماء شیعہ کے علمی دروس جو علم فقہ میں دئے جاتے ہیں اس میں اسلامی فقہ کے تمام اماموں اور مذاہب کے پیشواؤں کے اقوال و آراء سے بحث کی جاتی ہے ان کے درمیان فقہی اختلافات کو بیان کیا جاتا ہے ان کے اقوال کی دلیلوں پر غور کیا جاتا ہے اور ان میں سے جو دلیل کتاب خدا اور سنت رسولؐ کے موافق ہو اسے اپنے اجتہاد سے بغیر کسی مذہبی تعصب کے قبول کیا جاتا ہے ،

یہ ان کا علمی طریقہ قدیم زمانے سے چلا آرہا ہے (ثبوت کے طور پر) آپ شیخ الطائفہ ابو جعفر محمد ابن الحسن طوسیؒ کی کتاب " الخلاف " اور علامہ حلیؒ کی کتاب "

التذکرۃ" وغیرہ کا مطالعہ کریں کسی بھی شیعہ عالم نے اپنے شاگردوں اور طالبان علم کو منع نہیں کیا کہ وہ اہل سنت کی کتابوں کا مطالعہ کریں اور اہل سنت کی عقائد و حدیث و کلام کی کتابوں کو خریدنے سے کوئی کسی کو منع نہیں کرتا اور وہ ان باتوں میں اپنا کوئی نقصان بھی نہیں سمجھتے بلکہ اس بات کو اچھا سمجھتے ہیں اور شوق دلاتے ہیں.

حوالہ جات

۱۔ اس سلسلہ میں استاد علامہ شیخ محمد تقی قمی سکریٹری عام جماعت تقریب کی کتاب " قضیۃ التقریب " کا مطالعہ کرے جو مجلۃ " رسالۃ الاسلام " میں گیارہویں سال کے چوتھے نمبر میں شائع ہوا ہے.

علماء نجف پر خطیب کا بہتان

خطیب نے اس کتاب کے صفحہ ۶ پر حضرت عمر کے متعلق ایک رکیک نسبت کا ذکر کیا ہے جسے انہوں نے ایک شیعہ کتاب سے نقل کیا ہے اور اس کتاب کو جس میں حضرت عمر کی نسبت فحش باتیں لکھی گئی ہیں نشر کرنے کی نسبت علماء نجف کی طرف دی ہے اور ان پر الزام لگایا ہے کہ انہوں نے بھی حضرت عمر کی بارے اس کتاب میں یہ باتیں لکھی ہیں.

سب سے واضح چیز جو خطیب کی بد نیتی کو ظاہر کر دیتی ہے اور یہ ثابت کر دیتی ہے کہ ان جھوٹے الزامات سے ان کا مقصد صرف فتنوں کی آگ کو بھڑکانا اور مسلمانون میں اختلاف پیدا کرنا ہے ان کا علماء نجف کی طرف اس گڑھی ہوئی کتاب کی نسبت دینا اور یہ الزام لگانا ہے کہ علماء نجف نے عمر بن خطاب کے سلسلہ میں کہا ہے کہ وہ ایسے ویسے ...... تھے.

اگر انہوں نے اس کتاب کی نسبت کسی ناشر کی طرف دی ہوتی اور اس کتاب کے مؤلف کا نام بھی لکھا ہوتا تو اس بات کو نقل کرنے میں اُن کے پاس عذر موجود

ہوتا لیکن انہون نے اس کتاب کی نسبت علمائے نجف کی طرف دی ہے اور ان کی مراد تمام علمائے نجف ہیں جب کہ علماء نجف اسلام اور مسلمانوں کی عزت و آبرو کا لحاظ رکھنے میں سب زیادہ احتیاط کرتے ہیں ان کے پاکیزہ قلم اور ان کی طاہر زبانیں مسلمانوں کی اصلاح انکے اتحاد انھیں نیکیوں کی طرف دعوت و راہنمائی اور ان کے درمیان بغض و عداوت کو ختم کرنے کے علاوہ چلتے ہی نہیں ہیں وہ تو اصلاح پسند مجاہدین کے درمیان وحدت اسلامی کو پیدا کرنے اور اختلافات کو مٹانے کے لئے سرگروہ کی حیثیت رکھتے ہیں.

اب تو اس میں کوئی شک نہیں کہ خطیب نے فقط جذبات کو مجروح کرنا فتنوں کو ابھارنا اور مسلمانوں کے اتحاد کو مٹانا چاہا ہے یا اس فحش نسبت کو دنیا میں نشر کرکے اور علماء نجف کی طرف سے اسے مشہور کرکے خلیفہ سے اس کا صلہ چاہا ہے جب کہ علماء نجف میں ایک سے ایک میدان دین و علم کے شھسوار تاریخ اسلام اور راویوں کے حالات پر دقیق نظر رکھنے والے معتمد اور معتبرہ لوگ موجود ہیں ایسا لگتا ہے کہ جیسے ان کا ارادہ یہ تھا کہ علماء نجف کی طرف حضرت عمر کے بارے میں رکیک باتوں کی نسبت دیکر حضرت عمر کے متعلق ان باتوں کو دنیا میں مشہور کردیا جائے.

اور اگر خطیب اپنی بات میں سچے بھی ہوں تو بھی یہ کتاب جس میں حضرت عمر کی طرف غلط نسبت کا ذکر کیا گیا ہے کوئی مشہور و معروف کتاب بھی نہیں ہے اور یہ کتاب شیعہ اور اہل سنت کی دست رس میں ہے ہی نہیں کیونکہ ہم کتاب خانوں

میں بہت زیادہ تلاش کرنے کے بعد بھی نہ اس کو پا سکے اور نہ ہی اس کے لکھنے والے کا نام ہی جان سکے ہم تو خطیب کی کتاب جسے انہوں نے پورے عالم اسلام میں نشر کیا ہے اور دشمنان اسلام اور مسلمانوں کے راز کی باتوں کو ڈھونڈھنے والوں کے ہاتھوں تک پہنچایا ہے اس کا مطالعہ کرنے کے بعد ہی اس بات سے مطلع ہوئے اسلامی حکومتوں پر واجب ہے کہ خطیب سے اس بات پر باز پرس کریں کہ جو انھوں نے جھوٹا الزام لگایا ہے اور ایک ایسی کتاب میں یہ باتیں لکھی ہیں جو مسلمان اور غیر مسلمان بھی پڑھ رہے ہیں .

بہر حال ہمیں کوئی ضرورت نہیں ہے کہ ہم علماء نجف کی طرف سے صفائی پیش کریں اس بات کی جو ان کی طرف سے نقل کی گئی ہے کیونکہ ان کی شان اس سے کہیں بلند و برتر ہے کہ وہ اپنے کتابوں میں ایسی اذیت رساں باتوں کا ذکر کریں وہ فقہ اور علوم اسلامی میں اپنے مقالات اور نظریات کو پختہ علمی دلیلوں کے ساتھ لکھنے میں بڑے قابل اعتماد ہیں .

اس سب کے با وجود اگر مان بھی لیا جائے کہ کسی ناقابل اعتماد کتاب سے کسی نے اس طرح کی کوئی چیز نقل بھی کی ہے تو کیا اس کی نسبت شیعوں کی طرف دینا صحیح ہے ؟ تو اگر یہ جائز ہے تو یہ بھی جائز ہے کہ اہل سنت کی طرف ناصبیوں کے عقائد کی نسبت دی جائے جنھوں نے امیر المؤمنین علیؑ کو گالیاں بکیں رسول خداؐ کے دونوں پھولوں حسنینؑ کو قتل کیا اور اسلام مَں ایک سے ایک بدعتیں ایجاد کیں اور یہ بھی ایک عجیب بات ہے کہ کبھی تو خطیب یہ کہتے ہیں کہ شیعوں کے

نزدیک تقیہ ایک دینی عقیدہ ہے جو یہ جائز قرار دیتا ہے کہ دل میں کچھ ہو اور زبان سے کچھ اور ظاہر کیا جائے۔

اور کبھی شیعوں کی طرف ایسی باتیں کہنے کی نسبت دیتے کہ اگر تقیہ ان کا دین ہوتا تو ان کے لئے ضروری تھا کہ وہ ان باتوں کو دل میں چھپائے رہیں اور نہ اسے زبان سے نکالیں نہ قلم سے لکھیں اور نہ اسے دنیا میں نشر کریں تا کہ اسے ہر دوست و دشمن نہ پڑھ سکے۔

آپ خود ہی غور کیجئے کہ خطیب کی باتوں میں کتنا تضاد اور الٹ پھیر ہے اور وہ حق و انصاف سے کتنا دور ہیں خدا ہم لوگوں کو ان باتوں سے بچائے۔

اصول کی منزل فروع سے پہلے ہے

خطیب نے صفحہ ۷ پر لکھا ہے کہ:

"کسی مذہب کے تعارف کا سب سے گھٹیا وسیلہ یہ ہے کہ اصول دین کو چھوڑ کر فروع دین سے تعارف کرایا جائے اہل سنت کی فقہ اور شیعوں کی فقہ دونوں فریقین کے نزدیک مانے ہوئے اصولوں پر قائم نہیں ہے اہل سنت کے چار اماموں کی فقہ کی بنیاد شیعوں کی فقہ کی بنیاد سے بالکل الگ ہے تو فروع دین میں مشغول ہونے سے پہلے جب تک ان بنیادوں اور اصولوں پر تفاہم نہ ہوجائے اور دونوں گروہوں کے علمی و دینی مراکز میں بحث کرنے والوں کے درمیان ان اصولوں پر

گفت و گو نہ ہو جائے اس وقت تک اصول سے پہلے فروع پر وقت ضایع کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے اور اصول سے ہماری مراد اصول فقہ نہیں بلکہ اصول دین ہے اپنی جڑوں سے ...... آخر تک"۔

اگر ان اصولوں سے خطیب کی مراد وہی اصول ہیں جن پر دعوت اسلام قائم ہے تو شیعہ اور سنی مسلمانوں کے درمیان ان اصولوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے (ان میں کوئی اختلاف نہیں) اس میں کہ خدا ایک اکیلا اور بے نیاز ہے نہ اُس کی کوئی اولاد ہے نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور کوئی بھی اس کا ہمتا نہیں ہے کوئی چیز اس کی مثل نہیں ہے جیسا کہ ان کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ وہ علیم و قدیر و سمیع و بصیر ہے اس کے اچھے اچھے نام ہیں۔

ان کے درمیان نہ گذشتہ نبیوں کی نبوت کے بارے میں کوئی اختلاف ہے اور نہ خاتم انبیاء سردار مرسلین کی نبوت کے بارے میں نہ اس میں اختلاف ہے کہ قرآن اللہ کی کتاب ہے جسے اللہ نے اس لئے نازل کیا ہے کہ لوگوں کو تاریکی سے نور کی طرف لائے باطل اس کے نزدیک نہ سامنے سے آسکتا ہے نہ پیچھے سے یہ حکیم و حمید کی نازل کی ہوئے کتاب ہے اور نہ قیامت و ثواب و عقاب و جنت و دوزخ و غیرہ جس میں اعتقادی باتوں میں اختلاف ہے جنہیں ہر مسلمان جانتا ہے اور ان پر ایمان رکھتا ہے جیسا کہ ان کے درمیان نماز، روزہ، حج، زکات وغیرہ جیسی مالی، بدنی، اجتماعی اور سیاسی عبادتوں میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہے اور اگر خطیب کی ان اصولوں سے مراد ایسے مسائل ہوں جن میں صحابۂ کرام تابعین

اور فقہاء کے درمیان اجتہادی اختلاف رہا ہے تو یہ مسائل ان اصولوں میں سے نہیں ہیں جنھیں اصول دین کہا جا سکے اور اگر خطیب ان اصولوں کے علاوہ کوئی اصول جانتے ہوں کہ جن پر ایمان لانا نبیؐ اور صحابہ کے دور میں بھی شرائط اسلام میں سے تھا اور ان اصولوں کو اس دور کے شیعہ اور سنی نہیں جانتے تو ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ ان اصولوں کو برای کرم بیان فرمائیں .

وہ بنیادیں جن پر تشریع فقہی قائم ہے

اور خطیب نے یہ جو کہا ہے کہ فقہ اہل سنت اور شیعہ ایسے اصولوں پر قائم نہیں ہیں جو فریقین کے نزدیک مسلم ہوں اور اہل سنت کے چار اماموں کی فقہ کی بنیاد شیعہ فقہ کی بنیاد سے بالکل الگ ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ: تمام مسلمانوں کی فقہ کی بنیاد چاہے وہ شیعہ ہوں چاہے اہل سنت کتاب خدا اور سنت نبیؐ ہے اور شیعہ کتاب اور سنت سے تمسک رکھنے میں تمام لوگوں کے درمیان سب سے زیادہ سخت ہیں اس کے بعد بھی یہ کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ اہل سنت اور شیعہ کی فقہ کی بنیادیں ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور ان بنیادوں کی رو سے شیعہ اور سنی میں کون سا فرق ہوسکتا ہے [1] ہاں شیعوں کے نزدیک شریعت کے احکام میں قیاس و استحسان اور خودرای جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ اہل سنت کے چار مذاہب میں سے بعض کا ان چیزوں پر عمل ہے کیونکہ شیعوں کے نزدیک قیاس و استحسان کو جائز سمجھنا اس بات کا موجب ہے کہ اس شریعت کے احکام ناقص مانے جائیں جس نے دینی اور دنیوی امور میں سے کوئی بات بھی ایسی نہیں چھوڑی کہ جس کا حکم

بیان نہ کیا ہو اب ایسی صورت میں کوئی ضرورت ہی نہیں ہے کہ قیاس یا استحسان کو استعمال کیا جائے کیونکہ دنیا میں آنے والے ہر نئے واقعے اور مسئلہ کا حکم کتاب اور سنت سے نکالا جا سکتا ہے اور کوئی مسئلہ ایسا بچا ہی نہیں کہ جس کا حکم شریعت کے کلی احکام کے ذیل میں نہ آتا ہو اور کتاب و سنت اور احکام کلی سے کسی مسئلہ کا حکم نکالنا کوئی شیعوں ہی سے مخصوص نہیں ہے ۔ بلکہ دوسرے مذاہب بھی اس پر عمل کرتے ہیں) اور یہ بات بھی مخفی نہ رہے کہ فقہ میں ہونے والے اکثر اختلافات کی بازگشت ان اجتہادات کی طرف ہے جو نصوص شرعی سے حکم شرعی نکالنے میں اور ایک مجتہد کے نزدیک بعض حدیثوں کے ثابت ہونے اور دوسرے مجتہد کے نزدیک ان حدیثوں کے ثابت نہ ہونے کی بنیاد پر وجود میں آئے ہیں .

ان سب باتوں کے ساتھ ساتھ کسی مجتہد کے لئے یہ لازم نہیں ہے کہ وہ اپنی فقہ کی بنیاد انھیں اصولوں پر رکھے جن پر کسی خاص مذہب کی فقہ کی بنیاد ہے اور نہ یہی لازم ہے کہ وہ فقہ میں کسی خاص امام مثلا امام شافعی یا ابو حنیفہ کی پیروی کرے ورنہ یہ تو تقلید ہوگی نہ کہ اجتہاد بلکہ لازم ہے کہ فقہ کی بنیادیں وہی کتاب و سنت ہوں جن پر تشریع اسلامی کی بنیاد ہے چاہے یہ بنیادیں کسی خاص مذہب کی رای کے موافق ہوں یا نہ ہوں تو اگر کسی مسئلہ میں کسی مجتہد کا اجتہاد شافعی کے فتوے کے مطابق ہو کسی مسئلہ میں ابو حنیفہ کے فتوے کے مطابق ہو کسی مسئلہ میں مالک کے فتوے کے مطابق ہو اور کسی مسئلہ میں کسی شیعہ مجتہد کے فتوے

کے مطابق ہو تو اس میں کوئی بری بات نہیں ہے کیونکہ بری بات یہ ہے کہ ان بنیادوں کی مخالفت کی جائے کہ جن پر تشریع اسلامی کی بنیاد ہے نہ وہ بنیادیں کہ جن پر کسی خاص مجتہد کے اجتہاد کا دارومدار ہے.

فقہ اسلامی کو چار عدد میں منحصر کرنے سے پہلے مسلمان علماء کتاب اور سنت کو بنیاد بناکر احکام شرعی میں اجتہاد کرتے تھے جیسا کہ شیعہ علماء کا آج تک یہی دستور ہے.

لیکن یہ کہ کسی مجتہد خاص کا کسی مسئلہ میں اجتہاد بالکل صحیح ہو اس پر کتاب و سنت سے کوئی دلیل نہیں ہے اس کے علاوہ (اور اگر کسی مجتھد کے اجتھاد کو بالکل صحیح مان کر بس اسی کے اجتھاد پر عمل کیا جائےاور دوسرے لوگ اجتھاد کرنا چھوڑ دیں) تو یہ اس بات کا موجب ہوگا کہ اجتھاد کا دروازہ بند ہوجائے مجتھدین سے ان کی آزادی رای چھین لی جائے فقہ اسلامی اپنی جگہ پر ٹھہرجائے اور علماء کتاب و سنت میں غور و فکر کرنے سے محروم ہوجائیں اور مجھے تو یقین ہے کہ اہل سنت کے چار اماموں نے بھی یہ نہ سونچا ہوگا کہ فقہ میں انکا مسلک آنے والے زمانے کے تمام مجتھدین کے لئے حجت قرار پائے اور اجتھاد کے دروازوں میں تالے پڑجانے کا سبب ہو اور فقہ کے مذاہب فقط چار ہی کی گنتی میں محدود رہ جائیں (۲) اور یہ بھی مجھے یقین ہے کہ اگر مجتھدین نے تشریع اسلامی اور کتاب و سنت کو اپنا نصب العین بنایا ہوتا اور کسی خاص مجتھد کی پیروی پر اپنے کو مقید نہ کیا ہوتا جیسا کہ ان چار مذاہب سے پہلے مسلمانوں کا حال تھا تو آج بہت سے اختلافات خود بخود ختم ہو

جاتے اور فقہ اسلامی بھی اپنی ترقی کی طرف رواں دواں ہوتی .

اور کتاب و سنت اور زمانے کے تقاضوں کو بھی پورا کر سکتی تھی اس سلسلہ میں اس سے زیادہ بحث کی جگہ کوئی اور ہے .

حوالہ جات

۱۔ کیا خوب کہا ہے جناب استاد علامہ شیخ الازہر شیخ محمود شلتوت نے ابوالوفاء کردستانی کے سوالات کے جواب میں ہم ان جوابات کا ایک حصہ یہاں نقل کرتے ہیں .

" شیعہ اور سنی یہ مذہبوں کی تقسیم نام رکھنے کے لئے فقط ایک اصطلاح ہے ورنہ سبھی مسلمان اہل سنت ہیں اور سبھی سنت پر عمل کرنا واجب قرار دیتے ہیں اور شیعہ بھی بے شک ایسا ہی کرتے ہیں کیونکہ کسی بھی حدیث رسولؐ کے بارے میں وہ یہ نہیں کہتے کہ اس حدیث کا رسول اللہؐ کی حدیث ثابت ہو جانے کے بعد بھی ہم اس پر عمل نہیں کریں گے بلکہ جیسے تمام مسلمان قائل ہیں ویسے ہی وہ بھی قائل ہیں کہ کوئی حدیث صحیح ثابت ہوجائے تو وہ دین کا جزء ہے اور اکثر اختلافات اسی بنیاد پر ہیں کہ اگر ایک فریق کے نزدیک ایک حدیث ثابت ہے تو دوسرے کے نزدیک ثابت نہیں .

مزید توضیح کے لئے ہم اس بات کا ذکر کرتے ہیں جس کا ذکر ہمارے بھائی علامہ شیخ محمد حسین آل کاشف الغطاء جو عراق میں ایک شیعہ عالم ہیں نے اپنی کتاب میں کیا ہے کہ , ہمارے پاس ایک قضیہ صغری ہے اور ایک قضیہ کبری جو دونوں مل کر ایک قیاس کو درست کرتے ہیں جس کی شکل اس طرح ہے کہ " یہ بات رسول اللہ ؐ سے ثابت (صغری) اور ہر وہ بات جو رسول اللہؐ سے ثابت ہو اس پر عمل کرنا شرعاً واجب ہے (کبری) تو مسلمانوں کے درمیان اختلاف کبری میں نہیں ہے بلکہ سبھی کا کبری کے اوپر ایسا اجماع ہے کہ جس میں کوئی شک نہیں ہو سکتا اختلاف فقط صغری میں ہے " (دیکھئے رسالۃ الاسلام عدد ۳، ۴ بارھویں سال والا)

۲۔ باب اجتہاد کے کھلے ہونے کسی خاص مذہب کی پیروی لازم نہ ہونے فقہ اسلامی کے فقط چار ہی مذہبوں میں منحصر نہ ہونے اور مذہب امامیہ پر بھی عمل کے جائز ہونے کا علامہ شیخ الازہر شیخ محمود شلتوت نے اپنے تاریخی فتوے میں ابوالوفاء معتمدی کردستانی کے جواب میں اور دوسرے مقامات پر اعلان کیا ہے دیکھئے رسالۃ الاسلام گیارہویں سال کا تیسرا نمبر اور بارھویں سال کا تیسرا اور چوتھا نمبر اور دیکھئے وہ عظیم الشان جو علامہ مذکور نے ایک مصری رسالہ کو دیا ہے اور رسالۃ الاسلام نے بھی گیارھوں سال کے پہلے نمبر میں اس انٹرویو کے بعض

فتوے شائع کئے ہیں جس میں علامہ مذکور نے صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ محکم دلائل کی بنیاد پر مذہب شیعہ کے بہت سے شرعی مسائل پر عمل کرنا جائز ہے انہوں نے مثال کے طور پر مسئلہ طلاق کو پیش کیا ہے کہ فقہ اہل سنت کے اعتبار سے اگر ایک ہی نشست میں تین بار طلاق دے دیا جائے تو یہ تین طلاق شمار کئے جائیں گے اور اس کے بعد شوہر اپنی زوجہ کی طرف رجوع نہیں کرسکتا اور اسے طلاق بائن کہتے ہیں مگر مذہب شیعہ میں فقط ایک طلاق شمار کیا جائے گا جس کے بعد شوہر اپنی زوجہ کی طرف مدت عدۃ تمام ہونے سے پہلے رجوع کرسکتا ہے اور انہوں نے بطور مثال مسئلہ طلاق معلق کو بھی پیش کیا ہے کہ مذہب شیعہ میں اس صورت میں کسی طرح بھی طلاق واقع نہیں ہوتا اور ملاحظہ ہو انکی وہ گفتگو جو جریدۂ اطلاعات ایرانیہ کے نامۂ نگار کے ساتھ ہوئی جسے رسالۃ الاسلام نے گیارہوں سال کے دوسرے عدد میں شایع کیا ہے اور ملاحظہ کیجئے جامعۃ الازہر کے معہد شریعت کے رئیس شیخ محمد مدنی کا وہ مضمون جو " درجۃ البعث فی کلیۃ الشریعۃ " کے عنوان سے رسالۃ الاسلام نے گیارھویں سال کے چوتھے عدد میں شائع کیا ہے اور رسالۃ الاسلام کے دسویں سال کے تیسرے اور چوتھے عدد میں " الوحدۃ الاسلامیۃ " کے عنوان سے شیخ محمد ابوزہرا کا مضمون بھی مطالعہ کیجئے.

تقیّہ مانع تفاہم نہیں

خطیب نے صفحہ ، پر لکھا ہے کہ " ہمارے اور شیعوں کے درمیان تفاہم اور سمجھوتے کی راہ میں سب سے پہلا مانع تقیہ کا عقیدہ ہے کیونکہ یہ ان کے درمیان وہ دینی عقیدہ ہے جو یہ جائز قرار دیتا ہے کہ وہ ہمارے سامنے ظاہر کچھ کریں اور دل میں کچھ اور چھپائے رہیں"

شیعوں کے عقائد وفقہ میں لا تعداد کتابیں لکھنے کے بعد بھی کہ جن کا شمار نہیں کیا جاسکتا اور اس کے بعد بھی کہ خاص اور عام سبھی شیعوں کے عقائد سے اچھی طرح واقف ہیں اور تفسیر و کلام و حدیث و فقہ وغیرہ میں وہ اپنے نظریات کو عالم اسلام کے سامنے پیش کرتے آئے ہیں اور منبروں سے اور کتابوں اور رسالوں میں وہ اپنے عقائد

کا اظہار کرتے آئے ہَں اور فریقین کے درمیان مفاہمت کے راستے کھلنے اور علماء کے درمیان گفت و شنید ہونے کے بعد بھی جب کہ علماء اہل سنت شیعہ ملکوں میں آکر ان کے دینی اور علمی مدارس اور مراکز کو دیکھ چکے ہیں اور شیعوں کے درمیان شعائر اسلامی اور قوانین الہی کا احترام و اہمیت کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرچکے ہیں اور ان کے مدارس میں آکر عقائد و کلام و فقہ کے دروس میں شرکت بھی کر چکے ہیں ان سب باتوں کے بعد بھی کیا یہ ممکن ہے کہ شیعہ اپنے عقائد کا اظہار کچھ کریں اور دل میں چھپائے کچھ اور رہیں ؟ کیا وہ اپنے عقائد کو چھپا کر کوئی بڑا فائدہ

اٹھائیں لیں گے ؟

کیا خطیب کا گمان ہے کہ علماء جامعہ الازہر اور دار التقریب کے اراکین کو شیعوں کی ان کتابوں کی اطلاع نہیں ہے جنکی اطلاع انہیں ہے اور تقیہ وغیرہ میں شیعوں کے مذہب کی حقیقت وہ لوگ نہیں جانتے ؟

کیا شیخ الازہر خطیب اور ان کے جیسوں سے زیادہ اسلامی فرقوں کے بارے میں نہیں جانتے ؟ اس عظیم مصلح (شیخ الازہر محمد شلتوت) نے اپنے وسیع علم اور غیرت اسلامی کا یہ تقاضا سمجھا کہ اسلامی فرقوں میں اتحاد و اتفاق از حد ضروری ہے اور اس بات کا امکان ہے کہ شیعہ سنی ایک دوسرے کے قریب آئیں تو اللہ کی خشنودی کی خاطر وہ کھڑے ہوگئے اور امت کی اصلاح و نصیحت اور ان کے درمیان اختلافات کو ختم کرنے کے فریضہ کو پورا کیا اصلاح پرست علماء اور استاذ شیخ عبدالمجید جیسے مشائخ ازہر نے مذہب شیعہ کی پیروی اور دوسرے مذاہب کو چھوڑ کر شیعہ مذہب اختیار کرنے کی جائز قرار دینے والے انکے تاریخی فتوے کی تائید کی .

کیا وہ شخص لوگوں کے درمیان مضحکہ نہیں بن جائے گا جو یہ کہے محض اس بنیاد پر کہ شیعہ تقیہ کے قائل ہیں اپنے عقائد کے بارے میں انکا اقرار و اعتراف قابل قبول نہیں ہے اور وہ لوگ اپنے باطن کے خلاف اظہار کرتے ہیں ؟

کیا سنیوں کے نزدیک تقیہ جائز نہیں ہے ؟

کیا جلیل القدر صحابی رسولؐ عمار بن یاسر نے (مشرکین کے ظلم سے بچنے کے لئے) تقیہ پر عمل نہیں کیا ؟ اور انکے بارے میں مدح کرتی آیت نازل ہوئی کہ "

مگر وہ کہ جسے (کفر کہنے پر) مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان سے مطمئن ہو"۔

واحدی نے اس آیت کے نازل ہونے کے سبب میں لکھا ہے کہ : ابن عباس نے کہا کہ آیہ " من کفر باللہ من بعد ایمانہ " (۱) عمار بن یاسر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

اس کا واقعہ یہ ہے کہ مشرکین نے انہیں اور ان کے والد یاسر انکی ماں سمّیہ، صُہیب، بلال، خبّاب اور سالم کو گرفتار کر لیا تھا انکی ماں کو دو اونٹوں کے بیچ میں باندھ دیا اور کہا کہ تم تو اپنے مردوں کی وجہ سے مسلمان ہوئی ہو پھر انھیں اور انکے شوہر یاسر کو قتل کردیا یہ دونوں اسلام کے پہلے شہید ہیں لیکن عمار نے مجبور ہوکر زبان سے وہ کہہ دیا جو وہ لوگ چاہتے تھے پیغمبرؐ کو اس واقعے کی خبر دی اور کہا گیا کہ عمار کافر ہوگئے پیغمبرؐ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا عمار میں ایمان سر سے پیر تک بھرا ہوا ہے اور ایمان ان کے گوشت و خون میں خلط ملط ہوگیا ہے اتنے میں عمار پیغمبر کے پاس روتے ہوئے آئے پیغمبرؐ نے انکی آنکھوں سے آنسوں پوچھتے ہوئے کہا (کوئی بات نہیں) اگر پھر وہ لوگ یہی بات دھرائیں تو پھر کہہ دینا اتنے میں جبرئیل یہ آیت لے کر نازل ہوئے " من کفر باللہ بعد ایمانہ الا من اکرہ و قلبہ مطمئن بالایمان " جس نے بھی ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کیا مگر وہ کہ جسے مجُبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان سے مطمئن ہو۔

اور ہم فریقین کے بعض جید علماء کے اقوال تقیہ کے بارے میں یہاں پر نقل کرتے ہیں تاکہ یہ واضح ہوجائے کہ تقیہ شیعہ اور سنی دونوں مذہبوں میں مانی ہوئی

چیز ہے فقط خوارج اس کے قائل نہیں کیونکہ وہ کسی بھی صورت میں اس کو جائز نہیں سمجھتے.

اہل سنت کے بہت بڑے عالم امام فخر الدین رازی [۲] اپنی تفسیر میں آیۂ " لا یتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء من دون المؤمنین و من یفعل ذلک فلیس من اللہ فی شئ الا ان تتقوا منهم تقاة " [۳] کی تفسیر میں رقم طراز ہیں.

چوتھا مسئلہ :- جان لو کہ تقیہ کے بہت سے احکام ہیں ان میں سے بعض کا ہم ذکر کرتے ہیں پہلا حکم :- تقیہ فقط اس جگہ پر جائز ہے کہ اگر کوئی شخص کافروں کے درمیان زندگی گزار رہا ہو اور اسے اپنی جان و مال کے سلسلہ میں ان سے خوف ہو تو وہ زبان سے ان کی مدارات کرے اور زبان سے دشمن کا اظہار نہ کرے. بلکہ یہ بھی جائز ہے کہ ایسی مبہم باتیں کرے کہ جن سے میل محبت کا بھی اظہار ہوتا ہو لیکن شرط یہ ہے کہ دل ان باتوں کے خلاف ہو اور جو کچھ میل محبت کی باتیں زبان سے ادا کرے قلباً ان باتوں سے راضی نہ ہو کیونکہ تقیہ ظاہری باتوں میں ہوتا نہ کہ دل سے.

دوسرا حکم :- جن موقعوں پر تقیہ کر سکتا تھا (لیکن لازم نہیں تھا) اگر اس نے ایمان و حق کا زبان سے اظہار کیا تو یہ زیادہ بہتر ہے .

تیسرا حکم :- تقیہ ان باتوں میں جائز ہے جن کا تعلق دوستی یا دشمنی کے اظہار سے ہو اور کبھی ان باتوں میں بھی جائز ہوجاتا ہے جن کا تعلق دین سے ہو مگر وہ باتیں کہ جن کا ضرر دوسروں کو پہنچے جیسے قتل ، زنا ، اموال کو غصب کرنا یا جھوٹی

گواہی دینا ان باتوں میں تقیہ ہر گز جائز نہیں ہے .

چوتھا حکم :- آیت کے ظاہری الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ تقیہ فقط ان کافروں سے جائز ہے جو مسلمانوں پر غلبہ پا گئے ہوں اور مسلمان ان کے مقابل کمزور ہوں لیکن شافعی کا مذہب یہ ہے کہ تقیہ اس وقت بھی جائز ہے جب مسلمانوں اور کافروں کے درمیان چپقلش چل رہی ہو اور اپنی جان کو بچانے کے لئے تقیہ کیا جائے .

پانچواں حکم :- تقیہ جان کو بچانے کے لئے جائز ہے کیا مال کو بچانے کے لئے بھی جائز ہے؟ ممکن ہے یہ کہا جائے کہ جائز ہے کیونکہ پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ مسلمان کے مال کی حرمت ان کی جان کے برابر ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر کوئی مسلمان اپنے مال کی حفاظت میں قتل کردیا جائے تو وہ شہید ہے کیونکہ مال کی احتیاج بھی بہت زیادہ ہوتی ہے اور (اگر پانی میسر نہ ہو) اور معمول سے زیادہ مہنگا بک رہا ہو تو وضوء کا فریضہ ساقط ہوجاتا ہے اور پانی کے لئے خرچ ہونے والے اس تھوڑے سے مال کو بچانے کے لئے تیمم پر اکتفاء کرنا جائز ہے تو زیادہ مال کو بچانے کے لئے تقیہ کیونکر جائز نہ ہوگا؟ واللہ اعلم .

چھٹا حکم :- مجاھد کا کہنا ہے کہ یہ حکم اسلام کی ابتداء میں مسلمانوں کے کمزور ہونے کی وجہ سے جائز تھا مگر اب جب کہ اسلمام قوی ہوچکا ہے تو یہ جائز نہیں ہے عوف نے حسن سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا : تقیہ مؤمنین کے لئے قیامت تک کے لئے جائز ہے یہی قول سب سے بہتر ہے کیونکہ جان بچانے کے لئے دفع ضرر

تا حد امکان واجب ہے (فخر رازی کا کلام ختم ہوا) اور شیخ طوسیؒ نے البیان میں آیہ مذکورہ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جب جان کا خوف ہو تو ہمارے مذہب میں تقیہ واجب ہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ ایسے موقع پر حق بات زبان سے کہنا بھی جائز ہے۔

پھر انہوں نے مسیلمہ کذاب کے قصہ میں حسن کی روایت نقل کی ہے اور کہا ہے کہ اس روایت کی رو سے تقیہ کرنے کی اجازت ہے اور اگر تقیہ نہ کرکے حق بات زبان سے کہہ دی جائے تو یہ زیادہ فضیلت کی حامل ہے اور ہمارے مذہب کی روایات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ تقیہ واجب ہے اور جو اقوال اس بات کے خلاف ہیں وہ غلط ہیں (۴)

اور طبرسی نے اپنے تفسیر مجمع البیان میں لکھا ہے کہ اس آیت سے یہ ثابت ہے کہ جان کے خوف کے وقت دین کی باتوں میں تقیہ کرنا جائز ہے اور ہمارے علماء نے فرمایا ہے کہ تقیہ ضرورت کے وقت تمام حالات میں جائز ہے اور کثر حالات میں یہ واجب بھی ہوجاتا ہے کیونکہ اس میں ایک قسم کا لطف و صلاح طلبی پوشیدہ ہے لیکن تقیہ بعض افعال جیسے قتل مؤمن وغیرہ میں جائز نہیں ہے اور نہ اس وقت جائز ہے جب اس بات کا علم یا گمان ہو کہ اس کے ذریعہ فقط دین کا کوئی فائدہ حاصل ہو سکتا ہے (بغیر جان یا مال کے خوف کے تقیہ جائز نہیں ہے) اور شیخ مفید ؒ نے فرمایا ہے کہ تقیہ کبھی واجب و فرض ہو جاتا ہے اور کبھی واجب تو نہیں بلکہ جائز ہوتا ہے کسی تقیہ نہ کرنا تقیہ کرنے سے بہتر ہے جب کہ ان تمام صورتوں میں

تقیہ کرنے والا معذور اور بے گناہ ہے اور از راہ لطف اسے ملامت نہیں کی جا سکتی .

یہ کچھ اقوال تھے علماء فریقین کے جو اس بات کو صاف صاف بیان کررہے ہیں کہ تقیہ بہت سے مواقع پر جائز ہے اور یہ اقوال اس بات کا اعلان کررہے ہیں کہ علماء اسلام کے نظریات اس مسئلہ میں ایک دوورے سے قریب ہیں اور سبھی کا اس مسئلہ میں اعتماد کتاب خدا اور سنت نبویؐ پر ہے .

جب ایسا ہے تو فقط شیعوں ہی کا تقیہ کو جائز سمجھنے میں کون ساجرم ہے ؟ جھل و تعصب کے علاوہ اور کون سا سبب ہے جو انہیں اس مسئلہ میں برا بھلا کہا جاتا ہے ہاں شیعہ تقیہ کو جائز سمجھتے ہیں اور انہوں نے گذشتہ زمانوں میں اس پر عمل بھی کیا ہے جب اسلامی ممالک پر معاویہ یزید ، ولید ، منصور، ہادی ہارون ، زیاد، حجاج ، اور متوکل وغیرہ ظالم و جابر باد شاہ حکومت کررہے تھے اور ائمہ اہل بیتؑ ائمہ عدالت ، ائمہ خیر ، علم و فضل و زہد و تقوی کی اعلا ترین مثالوں پر ظلم و ستم کررہے تھے اور انکے ماننے والوں کو زبردست سزائیں دیتے تھے اور ان کو بڑے دردناک انداز سے قتل کردیتے تھے (۵)

ان زمانوں جب کہ ائمہ اھل بیتؑ عترت رسولؐ اور ان کے چاہنے والوں یا ان کو دوسروں سے افضل جاننے والوں سے حدیثیں لینا سب سے بڑا سیاسی جرم سمجھا جاتا تھا وہ زمانہ کہ جس نے مسلمانوں سے ان کی وہ آزادی سلب کرلی تھی جس کا اسلام نے اعلان کیا تھا اور حضرت امیر المؤمنینؑ کو گالیاں بکنا ایک ایسی سنت جاریہ بن گئی تھی کہ کسی میں جرائت نہ تھی کہ اس کا انکار کرسکے .

ہاں شیعوں نے ان زمانوں میں تقیہ پر عمل کیا جب جگر گوشہ رسولؐ فاطمہ زہرا علیہا السلام کی اولاد اور سادات کرام ان سے اور ان کے شوہر حضرت علی علیہ السلام سے اپنے رشتہ کو چھپاتے تھے تا کہ وہ قتل قید خانوں کوڑوں اور طرح طرح کی ان سزاؤں سے محفوظ رہیں جو محض اس پاک و پاکیزہ سلسلہ سے رشتہ جوڑنے پر دی جاتی تھیں۔

وہ دور کہ جس میں کوئی شخص اس وقت تک سنی نہیں کہا جاسکتا تھا جب تک اس کے دل میں امیر المؤمنین علیؑ فاطمہ علیہا السلام اور تمام اہل بیت نبی سے تھوڑا بہت بغض و دشمنی نہ ہو یا وہ اس بغض کا اظہار کرے اور ان کے فضائل کی حدیثوں کو نقل کرنا چھوڑ دے۔

خطیب بغدادی [۶] نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ محدث کبیر نصر بن علی جہضمی نے جب یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہؐ نے فرمایا " جس نے مجھے دوست رکھا اور ان دونوں کو دوست رکھا (اور حسنؑ اور حسینؑ کی طرف اشارہ کیا) اور ان دونوں کے ماں اور باپ کو دوست رکھا وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجے میں ہوگا [۷] تو متوکل نے انھیں سو کوڑے مارنے کا حکم دیا۔

اس سلسلہ میں جعفر بن عبدالواحد نے متوکل سے گفتگو کی اور کہنے لگے کہ یہ شخص (نصر بن علی) اہل سنت میں سے ہے اور جعفر ان کی سفارش کرتے رہے یہاں تک کہ متوکل نے انھیں چھوڑدیا۔

تو کیا ایسے دور میں آپ تقیہ کی ضرورت سمجھتے ہیں ؟ غور کریئے نصر بن علی کے

واقعے پر اور اس جیسے دوسرے واقعوں پر (تو آپ کو تقیہ کی اہمیت کا اندازہ ہوگا) ان زمانوں میں ابو حنیفہ اور نسائی جیسے بہت سے علماء و محدثین نے تقیہ پر عمل کیا احمد بن حنبل امام نسائی وغیرہ جیسے محدثین اور صاحبان صحاح و مسانید کو آزادی نہیں حاصل تھی کہ وہ ایسی حدیثیں بیان کریں جو حکومت کی سیاست اور خلفاء کی خواہشوں کے خلاف ہوں مصنفین کو کتابیں لکھنے اور حدیثیں نقل کرنے کے لئے لازم تھا کہ وہ تقیہ سے کام لیں کیونکہ حکومت کی آنکھیں ان پر ٹکی رہتی تھیں اور اس نے اپنے جاسوسوں کو اسلامی ممالک میں پھیلادیا تھا کہ ان لوگوں کا پتا لگائیں جو اہل بیت پیغمبرؐ کے فضائل کے قائل ہوں یا انکی فضیلتیں دوسروں سے بیان کرتے ہوں .

یقیناً بہت اچھی بات کہی ہے امام ابو حنیفہ نے ان اشعار میں جو انکی طرف منسوب ہیں (ہم انکا ترجمہ پیش کرتے ہیں) یہودیوں کی محبت موسیٰ کی اولاد سے ظاہر ہے اور انکی محبت موسیٰ کے بھائی (ہارون) کی اولاد سے بھی واضح ہے ان کا امام ہارون کی نسل ہی سے ہوتا ہے جس کی وہ لوگ پیروی کرتے ہیں اور ہر قوم کا ایک امام و ہادی ہوتا ہے اسی طرح عیسائی حضرت عیسیٰ کی محبت میں لکڑی سے بنی ہوئی صلیب کا احترام کرتے ہیں لیکن جب مسلمان محمدؐ کی اولاد سے محبت کا اظہار کرتا ہے تو اسے یا قتل کردیتے ہیں یا ملحد و لامذہب کہتے ہیں یہ ایک ایسی اندھی بیماری ہے جس کی وجہ سے سب کے خواب پریشان ہیں ان لوگوں نے محمد مصطفیٰؐ کا ان کی آل کے سلسلہ میں کوئی حق ادا نہیں کیا اللہ (انتقام لینے کے لئے) انکی

تاک میں ہے (٨)

یہ حال تھا ان تاریک زمانوں میں مسلمانوں اور انکے علماء کا لیکن اس دور میں علماء اسلامی مسائل میں اپنی رائے کا اظہار کرنے میں آزاد ہیں اب شیعہ اور سنی کے درمیان وہ نفرتیں نہیں ہیں جو جنھیں اس دور کی سیاست نے پیدا کیا تھا اب اپنی رائے بیان کرنے میں نہ کوئی خوف ہے نہ قتل ہے نہ قید ہے اس دور کا قیاس امویوں، عباسیوں اور حجاج و متوکل کے دور پر نہیں کیا جاسکتا وہ زمانہ اور تھا اور یہ زمانہ اور ہے (٩) لیکن خطیب نے جب دیکھا کہ علماء شیعہ کی رسالہ الاسلام اور دوسری کتابوں میں عقائد وغیرہ کے سلسلے میں تصریحات ان الزامات اور بہتان تراشیوں کو جھٹلا رہی ہیں جو سیاست اور جہل و تعصب نے گذشتہ دور میں شیعوں پر لگائی تھیں اور جو نفرتیں ۱۳ سو سال سے زیادہ عرصہ سے مسلمانوں میں پھیلی ہوئی تھیں وہ ختم ہو رہی ہیں تو ان کو اس کے علاوہ کچھ کہتے بن نہ پڑا کہ شیعہ زبان سے کچھ کہتے ہیں اور دل میں کچھ اور چھپائے رہتے ہیں۔

خطیب اور ان کی کتاب کے ناشر نے چاہا ہو یا نہ چاہا ہو ہمارے لئے ایک جیسا ہے اب تو شیعہ اور سنی دونوں فریقین کے نزدیک اس حد تک اتحاد و سمجھوتا ہو چکا ہے کہ شیعہ مذہب پر عمل کرنے کے جواز کے سلسلہ میں شیخ ازہر محمود شلتوت کا تاریخی فتوا صادر ہوگیا جیسا کہ سید شرف الدین، سید محسن امین اور شیخ محمد حسین آل کاشف الغطاء جیسے شیعہ علماء نے مقالے اور کتابیں لکھ کر شیعوں پر لگائے جانے والے الزاموں اور بہتانوں کا دندان شکن جواب دے دیا ہے (١٠)

حوالہ جات

۱۔ سورہ نحل ۱۰۶۔ ۲۔ تفسیر مفاتیح الغیب ۲ / ۴۳۷ ۱۳۰۸ھ ۔ ۳۔ آل عمران ۲۸ ۔

۴۔ جیسا کہ بعض اہل سنت کی کتابوں میں وضاحت کی گئی ہے ۔

۵۔ ملاحظہ کیجئے ابو الفرج اصفہانی کی کتاب مقاتل الطالبین تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ریاست کے غلاموں اور ریاست کے ذمہ داروں نے اہل بیت اور ان کے شیعوں پر کیسے کیسے شدید مصائب توڑے اور کس کس طرح سے انہیں تباہ و برباد کیا ۔ ۶۔ تاریخ بغداد ۱۲ / ۲۸۸ رقم ۵۵ھ۴ ۔ ۷۔ اس حدیث کو قاضی عیاض نے شفاء میں اور ابن حجر نے تھذیب التھذیب میں نصر بن علی کے حالات میں نقل کیا ہے

۸۔ (نویں ۱۱۵ دسویں صدی ہجری کے عالم اہل سنت علامہ شیخ حسین بن معین الدین میبدی کے دیوان کی شرح کا ساتواں فاتحہ ص ۱۱۵ ۔

۹۔ ہاں کبھی کبھی بعض تعصبات دیکھنے میں آتے بعض ان اسلامی ملکوں میں جنھوں نے آزادی کو اس حد تک بھی باقی نہیں رکھا جس حد تک غیر اسلامی ملکوں میں مسلمانوں کو آزادی حاصل ہے ان ملکوں میں بے چارے بے گناہ تھمت زدہ لوگوں کو طرح طرح کی سزائیں دے کر ان سے زبردستی غلط باتوں کا اقرار کرایا جاتا ہے ملاحظہ کیجئے کتاب " جزیرۃ العرب تتھم حکامھا " مختلف زمانوں اور حالات میں متھم لوگوں کو کوڑوں سے مار کر قید خانوں میں کر ناخو کو زنبور سے اکھاڑ کر اور گوشت بھوننے کی سلاخوں کو آگ میں لال کر کے اس سے داغ کر غلط کاموں کا اقرار لیا جاتا ہے کوئی تعجب نہیں اگر کوئی شیعہ مسلمان مسجد الحرام کا قاضی سے زیادہ احترام کرتا ہو اور قاضی اس پر مسجد کو نجس کرنے (العیاذ باللہ) کی تھمت لگا کر اس کے قتل کا حکم دے دے اور کوئی بعید نہیں اگر قاضی مسلمان جوان کے قتل کا فتوا اس بناء پر دے دے کر اس نے عم نبی حضرت ابوطالبؑ کے اسلام کو اپنے اجتھاد سے ثابت کیا اور " شیخ الابطح "کتاب لکھ کر ان کا اور اسلام کا دفاع کیا۔

۱۰۔ ملاحظہ ہو کتاب " نقض الوشیعہ " اور " اصل الشیعہ و اصولھا " اور " الدعوۃ الاسلامیۃ" اور "الفصول المھمۃ فی تالیف الامۃ" اور " اجوبۃ مسائل جاریہ " اور کتاب المراجعات یہ آخری کتاب امام شرف الدین موسوی اور شیخ الازہر سلیم بشری کے مابین ان والے خط و کتابت کا مجموعہ ہے استاد محمود ابوریہ نے اس کتاب کے بارے میں اپنی کتاب " اضواء علی السنۃ المحمدیۃ " ص ۳۴۶ میں لکھا ہے کہ :یہ بہترین کتاب ہے اور ہر مسلمان پر واجب ہے کہ اس کتاب کا مطالعہ کرے کیونکہ اس میں ایسی دینی بحثیں اور علمی فائدے ہیں جو کسی دوسری کتاب میں نہیں ہیں ۔

شیعوں کے نزدیک

قرآن کی آیات کی تاویل و تفسیر

خطیب نے اس کتاب کے صفحہ ۸ پر لکھا ہے کہ (شیعوں کے عقائد سنیوں کے عقائد سے بالکل الگ تھلگ ہیں) " یہاں تک کہ قرآن کے سلسلہ میں بھی جسے ہمارے اور ان کے درمیان اتحاد و قربت پیدا کرنے کے لئے ایک جامع و ہمہ گیر مرجع کی حیثیت حاصل ہونا چاہئیے تھی کیونکہ شیعوں کے اصول دین کی بنیادیں قرآن کی آیات کی تاویل اور ان کے ایسے معانی پر قائم ہیں جنھیں نہ تو صحابہ کرام نے نبی اکرمؐ سے حاصل کیا تھا اور نہ ائمہ اسلام نے ان معانی کو نزول قرآن کے زمانہ میں موجود بزرگوں سے حاصل کیا"

شیعوں نے اپنے عقائد کتاب خدا احادیث نبویہ اور عقل کے قطعی دلائل سے حاصل کئے ہیں ان کے نزدیک صحیح اور غلط عقائد کے درمیان فرق کرنے کے لئے

معیار و ملاک عقل ، قرآن کے الفاظ کے ظاہری معنا اور سنت رسولؐ ہے تو جو باتیں کتاب خدا و سنت رسولؐ کے ظاہری معنا کے خلاف ہیں شیعہ ان کا اعتقاد نہیں رکھتے ہاں جب قرآن کے ظاہری معنا عقل کی کسی قطعی دلیل سے یا قرآن اور سنت کی کسی واضح نص سے ٹکرارہے ہوں تو شیعہ ایسے ظاہری معنا پر اعتماد نہیں کرتے جیسا کہ اصول فقہ میں اس بات پر دلائل و براہین قائم ہو چکے ہیں ایسے موقع پر وہ اس ظاہری معنا کو کسی ایسے صحیح اور حقیقی معنا کا رخ دے دیتے ہیں جو عقل اور شرع دونوں کے نزدیک قابل قبول ہو اور اس کے بعد بھی وہ اس تاویل کو سند کے طور پر پیش نہیں کرتے نہ اسے اپنے عقائد کی بنیاد بناتے ہیں بلکہ فروع دین کے مسائل میں ان تاویلات کا سہارا لیتے ہیں .

شیعوں کی کتابوں میں ائمہ اہل بیتؑ سے آیات کی تفسیر آیتوں کے معانی و مصداق اور انکی شان نزول مطلق آیتوں کی تقیید عام آیتوں کی تخصیص اور عام و خاص آیتوں کے بیان میں بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں جن میں سے بعض کی سندیں صحیح ہیں اور بعض کی ضعیف بعض علماء نے انہیں موضوعات کے بیان میں الگ سے تفسیریں بھی لکھی ہیں اور اس طرح کی روایات کو ان میں جمع کردیا ہے جن میں سبھی روایتیں شیعوں کے نزدیک قابل قبول نہیں ہیں یہ تفسیریں شیعوں کے نزدیک وہی درجہ رکھتی ہیں جو درجہ سیوطی کی تفسیر " در منثور" سنیوں کے نزدیک رکھتی ہے .

اور تعجب خیز بات تو یہ ہے کہ خطیب شیعوں پر قرآن کی آیات کی تاویل کا الزام

لگاتے ہیں اور اہل سنت کے بڑے بڑے علماء اور صوفیوں کی ان تاویلوں سے چشم پوشی کر لیتے ہیں جنھیں نہ طبع سلیم قبول کرنے کو تیار ہے نہ ذہن مستقیم ایسی ایسی تاویلیں کہ جن کو سنکر زن پسر مردہ بھی ہنس پڑے تو اے بھائی اگر ان غلط اور باطل تاویلوں کو دیکھنا ہے تو نیشاپوری کی تفسیر "غرائب القرآن" کا تھوڑا سا مطالعہ کرو اور ساتھ ہی شیعوں کی معتمد تفاسیر مثلاً شیخ طوسیؒ کی تبیان اور طبرسیؒ کی مجمع البیان وغیرہ کا بھی مطالعہ کرو تو جان جاؤ گے کہ ان واہمانہ اور شاعرانہ تاویلوں سے شیعوں کا دامن کتنا پاک ہے اور وہ ان تاولیوں کو شمار میں بھی نہیں لاتے.

قرآن کا تحریف سے محفوظ ہونا

خطیب نے اسی صفحہ ۸ پر لکھا ہے "شیعوں کے بڑے علماء نجف میں سے ایک عالم حاج میرزا حسین بن محمد تقی نوری ہیں جو ان کے نزدیک اس حد تک محترم ہیں کہ ان کی وفات کے بعد شیعوں نے انھیں نجف میں واقع حضرت علیؑ کے روضہ مبارکہ میں بنے بانو عظمیٰ بنت سلطان ناصر الدین شاہ کے حجرے والی عمار میں دفن کیا.

' نجف اشرف جو شیعوں کے نزدیک سب سے زیادہ مقدس زمین ہے اس میں اس حجرہ کی عمارت قبلہ کی سمت ہے اور صحن مرتضوی کے باب قبلہ کے داھنی طرف واقع ہے.

نجف کے اس عالم نے ۱۲۹۱ھ میں نجف ہی میں حضرت علی علیہ السلام[1] سے منسوب قبر کے نزدیک بیٹھ کر ایک کتاب لکھی جس کا نام " فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب " رکھا اس کتاب میں انھوں نے ہر دور کے شیعہ علماء و مجتہدین کے سیکڑوں اقوال جمع کردئے ہیں کہ قرآن میں عبارتیں بڑھائی بھی گئی ہیں اور گھٹائی بھی یہ کتاب ۱۲۹۸ھ میں ایران میں چھاپی بھی گئی ہے اس کے چھپنے پر ایران کے لوگوں میں ہنگامہ بھی ہوا کیونکہ یہ لوگ چاہتے تھے کہ قرآن کی صحت کے سلسلہ میں شک فقط خواص کے درمیان ہی رہے (عوام اس سے مطلع نہ ہونے پائیں). اور ان کے نزدیک سیکڑوں معتبر کتابوں میں صحت قرآن کے سلسلہ میں یہ شک و شبہ جگہ جگہ نظر آئے کسی ایک کتاب میں یہ باتیں جمع نہ کی جائیں جو ہزاروں کی تعداد میں چھپے اور ان کے مخالفین اس سے مطلع ہو جائیں اور ساری دنیا کے سامنے ان کے مخالفین کے ہاتھ میں ان کے خلاف ایک دلیل و حجت آجائے جب ان کے عقلاء نے ان باتوں کا اظہار کیا تو مؤلف کتاب نے ان کی مخالفت کی اور ایک دوسری کتاب " رد بعض شبہات عن فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب " لکھی اور یہ جواب انھوں نے اپنی آخری زندگی میں وفات سے تقریباً دو سال پہلے لکھا شیعوں نے انہیں قرآن میں تحریف ثابت کرنے کی محنت کا صلہ یہ دیا کہ انھیں حضرت علیؑ کے جیسی ممتاز و متبرک جگہ میں دفن کیا "

قرآن ہمارے پیغمبرؐ کا لازوال و زندہ معجزہ ہے یہ وہ کتاب ہے جس کے

نزدیک باطل نہ سامنے سے آسکتا ہے نہ پشت سے اس کی یا اس کے ایک سورے یا اس کی ایک آیت کی مثال لانے سے بڑے بڑے فصحائے عرب عاجز رہ گئے اور چوٹی کے بلغاء و ادباء کی اس نے عقلیں حیران کردیں خداوند عالم نے اس میں بلند ترین معانی و مفاہیم بیان کئے ہیں اور اپنے نبیؐ پر اسے ان کی رسالت کی دلیل لوگوں کے لئے نور ، دلوں کے لئے شفاء اور مومنین کے لئے سرچشمہ ہدایت و رحمت بناکر نازل کیا ہے ہمارے سید سردار امیرالمؤمنین علی ابن ابی طالبؑ نے ارشاد فرمایا " جان لو کہ یہ قرآن (۲) ایسا نصیحت کرنے والا ہے جو کبھی دھوکا نہیں دیتا ، ایسا راہ نما ہے جو کبھی گمراہ نہیں کرتا ، ایسا بیان کرنے والا ہے جو کبھی جھوٹ نہیں بولتا ، اس قرآن کی جس نے ہم نشینی اختیار کی کچھ لے کے اٹھا اور کچھ کھو کے ہدایت لے کے اٹھا اور گمراہی کھوکے اور یہ بھی سمجھ لو کہ قرآن کو پا کے کسی کے پاس عسرت و تنگی نہیں اور قرآن کو کھو کر کسی کے پاس ثروت و بے نیازی نہیں تو اس عظیم نعمت کو اپنی بیماریوں کی دوا بناؤ اور اپنی مصیبتوں میں اس سے مدد مانگو (۳)

قرآن کا اعجاز ہونا صرف اسی بات میں منحصر نہیں ہے کہ بس وہ ایک بلند درجہ کی فصاحت و بلاغت بہترین ترکیب ، حیرت انگیز عبارت اور نئے اسلوب والی کتاب ہے بلکہ اس رخ سے بھی معجزہ ہے کہ وہ دین و دنیا دونوں کے اصولوں اور سعادتوں پر حاوی ایک کتاب ہے اور اس رخ سے بھی معجزہ ہے کہ اس نے بہت سے ایسے واقعات کی خبر دی جو بعد میں دنیا کے سامنے وجود میں آئے تاریخ کی رو

سے بھی معجزہ ہے اور اس رو سے بھی کہ اس نے گزشتہ امتوں کے ان واقعات کی خبر دی جن کی رسول ؐ کے زمانہ تک کوئی تاریخ نہیں تھی اور بعد میں آنے والے زمانہ میں پائے گئے اثرات کے ذریعہ ان واقعات کی حقیقتوں کا انکشاف ہوا۔

اس رو سے معجزہ ہے کہ اس میں علم حیات و صحت و وراثت و ماوراء طبعت "Metaphysic" و ھندسہ "Mathametics" و زراعت کے اصول و قواعد بیان کئے گئے ہیں۔

یہ احتجاج کی رو سے بھی معجزہ ہے اور اخلاق کی رو سے بھی سراپا اعجاز.... چودہ صدیاں گزر گئیں مگر کوئی بڑے سے بڑا فصیح و بلیغ بھی اس کی مثال نہ لا سکا اور آنے والی صدیوں میں بھی کوئی اس کی مثال پیش نہ کر سکے گا اور روز بہ روز خداوند عالم کا یہ دعویٰ سچ ثابت ہوتا جائے گا کہ اور "اگر تم اس کی مثال نہ لا سکے اور ہرگز نہ لاپاؤ گے"۔ یہی وہ قرآن ہے اور یہی امت اسلامیہ کی روح و جان ہے یہی سرمایۂ حیات ہے یہی سبب وجود ہے اور یہی قوام بقاء ہے اگر قرآن نہ ہوتا تو ہمارا وجود نہ ہوتا۔

یہ قرآن وہی قرآن ہے جو پورا پورا دو دفتیوں کے مابین ہے اس میں کچھ بھی کلام بشر نہیں ہے اس کے سوروں میں ہر سورہ اور اس کی آیتوں میں ہر آیت قطعی اور یقینی ہے اور اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے ہماری ان باتوں کی دلیل ضرورت و عقل و نقل قطعی اور متواتر ہے۔

یہ قرآن ہے جس میں شیعوں کے نزدیک کسی قسم کی کمی کا کوئی شائبہ تک

نہیں چہ جائیکہ زیادتی اس بات میں کس کو شک نہیں ہو سکتا سوائے جاہل کے یا جسے الگ سے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد کھڑی کرنے کا جنون ہو .

ہم یہاں پر بعض ایسے شیعہ علماء کے نظریات پیش کرتے ہیں جو دین و علم کی باتوں میں سند ہیں اور کسی شیعہ کی جرات نہیں ہے کہ انکے نظریات کو رد کردے خصوصاً اصول دین اور تحریف قرآن جیسے مسائل میں کیونکہ یہ علماء علوم دینیہ اور فنون اسلامیہ میں اپنی مہارت کا سکہ بٹھا چکے ہیں اور کتابوں کے بارے میں اطلاع رکھنے اور کثیر المطالعہ ہونے میں ان کی جلالت سب پر آشکار ہے .

شیخ المحدثین محمد بن علی بن الحسین بابویہ القمی جو صدوق کے لقب سے مشہور ہیں اور کتاب " من لایحضرہ الفقیہ " اور دسیوں قیمتی کتابوں کے مؤلف ہیں اپنی کتاب " اعتقادات الصدوق " میں رقم طراز ہیں :۔ ہمارا اعتقاد قرآن کے بارے میں جسے خدا نے اپنے نبیؐ پر نازل کیا یہ ہے کہ یہ وہی قرآن ہے جو آج دو دفتیوں کے ما بین موجود ہے یہ وہی قرآن ہے جو لوگوں کے ہاتھوں میں موجود ہے نہ کہ اصل قرآن موجودہ قرآن سے زیادہ ہے (اور یہ قرآن ناقص ہے) یہاں تک کہ یہ فرمایا ہے کہ " اور جو ہماری طرف یہ نسبت دیتا ہے کہ ہم لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ اصل قرآن اس موجودہ قرآن سے زیادہ ہے وہ جھوٹا ہے " پھر شیخ صدوق نے اپنی اس بات پر دلیلیں پیش کی ہیں جس کا دل چاہے اس کتاب کا مطالعہ کر لے .

ابو عبداللہ محمد بن محمد بن نعمان عکبری بغدادی شیخ مفیدؒ نے شیخ صدوقؒ کی

کتاب اعتقادات کی شرح لکھی ہے وہ اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں کہ " اب رہا قرآن میں کمی ہونا ! تو شیعوں کے ایک گروہ نے کہا ہے کہ قرآن میں سے ایک سورہ تو کیا ایک آیت یا ایک کلمہ تک نہیں کم ہوا ہے لیکن مصحف امیرالمؤمنین ؑ میں جو آیتوں کی تاویلیں اور ان کے معانی کی تفسیریں تھیں وہ اس قرآن سے حذف ہو گئی ہیں . یہ تنزیل کی حقیقتیں اور آیتوں کے معانی بھی خدا کی جانب سے نازل ہوئے تھے مگر اس قرآن کا جزو نہیں تھے جو کلام خدا ہے اور جاودانی معجزہ ہے اور تاویل قرآن اور ان کے معانی کو بھی قرآن کہا جاتا ہے . خدا قرآن میں ارشاد فرماتا ہے " لا تعجل بالقرآن من قبل ان یقضی الیک وحیہ و قل رب زدنی علماً " اے رسولؐ قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کیا کرئے اس سے کہ آپ کے طرف اس کی وحی مکمل ہو اور کیا کیجئے کہ اے پالنے والے ہمارے علم میں اضافہ کردے " تو خدا نے تاویل قرآن کو بھی قرآن کہا ہے یہ وہ بات ہے جس میں مفسرین کو کوئی اختلاف نہیں ہے اور میرے نزدیک یہ کہنا کہ قرآن کی تاویل حذف ہو گئی ہے اس قول سے مشابھہ ہے کہ قرآن کی آیات میں کمی ہے نہ کہ تاویل میں اور میرا جھکاؤ بھی اسی قول کی طرف ہے کہ تاویل حذف کردی گئی ہے نہ کہ اصل قرآن میں خدا سے صحیح بات کہنے کی توفیق چاہتا ہوں اور قرآن میں اضافہ ہونا تو قطعی دلائل کی بنیاد پر غلط ہے (۴).

شیعوں کے بڑے علماء میں ایک بڑے عالم شیخ جلیل ابو علی امین الاسلام طبرسی اپنی گراں قدر تفسیر " مجمع البیان " میں رقم طراز ہیں (۵) " اور قرآن میں

زیادتی کے باطل ہونے پر علماء اسلام کا اجماع و اتفاق ہے مگر قرآن میں کمی ہونا تو ہمارے بعض علماء اور اہل سنت کا ایک گروہ اس بات کا قائل ہے کہ قرآن میں کچھ رد وبدل اور کمیاں واقع ہوئی ہیں لیکن ہمارے علماء کا مذہب اس بات کے خلاف ہے اور سید مرتضیٰ نے بھی اس کی تائید کی ہے اور " مسائل طرابلسیات " کے جواب میں انہوں نے اس سلسلہ میں بھر پور بحث کی ہے اور کئی جگھوں پر اس بات کا ذکر کیا ہے کہ قرآن کا صحت کے ساتھ بے کم و کاست ہم تک پہنچنے کا علم اسی طرح سے ہے جیسے دنیا کے ملکوں بڑے بڑے حادثوں ، واقعوں ، مشہور کتابوں اور اشعار عرب کا علم ہے ۔

کیونکہ قرآن کو صحیح نقل کرنا اور اسے کمی و زیادتی سے بچانا مسلمانوں کی شدید توجھات کا مرکز تھا اور اسکی نقل و حفاظت کے اسباب بھی فراہم تھے قرآن کے سلسلہ میں عنایت و توجہ اس حد تک برتی گئی کہ دوسری چیزیں جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے ان کے لئے اتنی توجہ نہیں برتی گئی کیونکہ قرآن نبوت کا معجزہ ہے اور شرعی علوم اور دین احکام کا ماخذ و مدرک ہے مسلمان علماء اس کی حفاظت و حمایت میں انتہا کو پہنچ گئے اور اس کے اعراب و حروف اور اس کی قرائت و آیات کے بارے میں ہر اس چیز کو جان گئے جو مورد اختلاف ہو ان شدید توجھات واسباب حفاظت کے بعد بھی یہ کیسے ممکن ہے کہ قرآن میں کوئی رد و بدل یا کمی و زیادتی کی جاسکے ۔

اور سید مرتضیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ :۔ قرآن کی ایک ایک فصل اور ایک ایک جزء کا

علم ویسے ہی ہے جیسے پورے قرآن کا یہ بالکل ویسے ہی ہے جیسے بعض کتابوں جیسے کتاب سیبویہ اور مزنی کے بارے میں ضرورتاً یہ ماننا پڑے گا کہ یہ آج تک ویسی ہی ہیں جیسی ان کے مصنفوں نے لکھی تھیں کیونکہ توجہ و عنایت کے ساتھ ان دو کتابوں کی حفاظت کا اہتمام کرنے والے جیسے ان کتابوں کا علم رکھتے ہیں ایسے ہی ان کتابوں کے ایک ایک جزء کی تفصیل کا علم رکھتے ہیں یہاں تک کہ اگر کوئی اضافہ کرنے والا کتاب سیبویہ میں نحو کا ایک باب یا کتاب مزنی میں نحو کے علاوہ کسی دوسرے فن کا ایک باب بھی داخل کردے تو وہ باب پہچان لیا جائے گا اور اس اضافہ شدہ باب اور اصل کتاب میں تمیز پیدا ہو جائے گی اور یہ واضح ہو جائے گا کہ اس باب کا بعد میں الحاق کیا گیا ہے اس کا اصل کتاب سے کوئی واسطہ نہیں ہے اور یہ معلوم ہے کہ قرآن کے نقل کرنے اور اس کی حفاظت کرنے میں کتاب سیبویہ اور شعراء کے دیوانوں کی حفاظت سے کہیں زیادہ توجہ و عنایت برتی گئی ہے سید مرتضیٰؒ نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ :- قرآن رسول اللہؐ کے زمانہ میں بھی اسی طرح سے ایک کتاب میں جمع تھا جیسا کہ آج ہے اور انہوں نے اس بات پر دلیل یہ پیش کی ہے کہ قرآن اس زمانے میں بھی پڑھایا و حفظ کیا جاتا تھا یہاں تک کہ بعض صحابہ کو معین کردیا گیا تھا کہ وہ پورے قرآن کو حفظ کریں اور رسول اللہ ؐ کے سامنے اس کی تلاوت کی جاتی تھی اور صحابہ کے ایک گروہ مثلاً عبداللہ بن مسعود ، ابی بن کعب و غیرہ نے تو کئی کئی بار رسول اللہؐ کے سامنے قرآن کو ختم بھی کیا یہ سب باتیں ہیں جو ذرا سے تامل کے بعد یہ ثابت کردیتی ہیں قرآن

رسول اللہؐ کے دور میں اسی ترتیب کے ساتھ جمع ہو چکا تھا لکڑیوں اور کھالوں پر لکھا ہوا ادھر اُدھر منتشر نھیں تھا شیعوں اور اہل سنت میں سے اگر بعض بے اعتبار لوگ ان دلائل کی مخالفت بھی کریں تو انکے اختلافات کی کوئی اہمیت نہیں ہے کیونکہ اس بات کی مخالفت اہل حدیث کی ایک جماعت نے کی ہے جنہوں نے صحت کا گمان کرکے ایسی ضعیف حدیثیں نقل کی ہیں کہ ایک قطعی اور صحیح بات کو چھوڑ کر ان حدیثوں کی طرف رجوع نہیں کیا جاسکتا اور شیخ الطائفہ ابو جعفر محمد بن الحسن طوسیؒ (متوفیٰ ۴۶۰ ھ) جو الخلاف، المبسوط، الاجتہاد اور تھذیب الاحکام وغیرہ جیسی کئی کتابوں کے مصنف ہیں اپنی تفسیر التبیان میں لکھتے ہیں [۶] " اور قرآن میں زیادتی اور کمی پر گفتگو اس کی شان و منزلت کے لائق نہیں ہے کیونکہ قرآن میں زیادتی کے باطل ہونے پر اجماع ہے اور کمی ہونے میں بھی مسلمانوں کا مذہب اس کے خلاف ہے اور یہی بات ہمارے مذہب کے بھی مطابق ہے اسی بات کے سید مرتضیٰؒ بھی قائل ہیں اور روایات سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے یہاں تک کہ انھوں نے لکھا ہے کہ ہماری روایات اسی قرآن کی قرائت کا اور جو کچھ اس میں ہے اس سے تمسک کا حکم دیتی ہیں اور یہ حکم دیتی ہیں کہ فروع دین میں جن احکام میں اختلاف ہو ان کو اسی قرآن کے سامنے رکھا جائے اور جو احکام اس کے موافق ہوں ان پر عمل کیا جائے اور جو اس کے مخالف ہوں انکو چھوڑدیا جائے اور ان کی کوئی پرواہ نہ کی جائے۔

کیا پیغمبرؐ سے ایک روایت نقل ہوئی ہے جس کا کسی مسلمان نے انکار نہیں

کیا ہے کہ آپ ؐ نے فرمایا "میں تمھارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جارہا ہوں جب تک تم ان دونوں چیزوں سے تمسک رکھو گے گمراہ نہ ہوگے وہ دو چیزیں کتاب خدا اور میری عترت و اہل بیت ؑ ہیں اور دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں گے" یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن ہر دور میں موجود ہے کیونکہ یہ صحیح نہیں ہے کہ پیغمبر ؐ ہمیں جس چیز سے تمسک کا حکم دیں اس سے تمسک ہمارے قدرت ہی میں نہ ہو جیسا کہ اہل بیت کہ جن کے اقوال کی پیروی کرنا واجب ہے ہر دور میں موجود ہیں اور جب کہ وہ قرآن جس کی صحت پر اجماع ہے ہمارے درمیان موجود ہے تو لازم ہے کہ اس کی تفسیر و معانی بیان کریں اور اس کے علاوہ جو کچھ ہے اسے ترک کریں. عالم جلیل شیخ جعفر کاشف الغطاء ؒ نے اپنی کتاب کشف الغطاء میں فرمایا ہے :

" ساتواں نکتہ قرآن میں زیادتی کے سلسلہ میں قرآن کے کسی سورے یا کسی آیت میں ایک بسم اللہ ایک کلمہ یا ایک حرف کا اضافہ نہیں ہے اور دو دفتیوں کے درمیان جو کچھ موجود ہے اور جس کی تلاوت کی جاتی ہے از روئے مذہب شیعہ بلکہ از روئے دین اسلام و اجماع مسلمین و احادیث نبی و ائمہ طاہرین ضرورتاً سارا کا سارا اللہ کا کلام ہے .

آٹھواں نکتہ قرآن میں کمی ہونے کے سلسلہ میں :- اس میں کوئی شک نہیں کہ خداوند عالم کی حفاظت کے سایہ میں قرآن ہر قسم کی کمی سے محفوظ و مصون ہے جیسا کہ قرآن کی صریحی آیتیں اور ہر زمانے کے علماء کا اجماع اس بات پر دلیل ہے

کسی کے الگ تھلگ نظریہ کا کوئی اعتبار نہیں اور جو احادیث قرآن کے ناقص ہونے کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں ان پر عمل کرنے سے وہ دلائل مانع ہیں جو قرآن کی سالمیت کے سلسلہ میں بدیھی ہیں مشہور شیعہ عالم یگانہ روزگار شیخ محمد بہاء الدین عاملی فرماتے ہیں اور تفسیر آلاء الرحمن میں ص ۲۶ پر ان کے اس قول کو بیان کیا گیا ہے کہ " قرآن عظیم ہر قسم کی کمی و زیادتی سے محفوظ ہے اور اس کی دلیل خداوند عالم کا فرمان " و انا له لحافظون " (اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں) ہے اور "کتاب الذبدہ " میں ہے کہ قرآن متواتر ہے اس بنا پر کہ ہر زمانے کے اور ہر طبقے کے لوگوں نے کثرت کے ساتھ اسے نقل کیا ہے . اس بات پر شیعہ اور سنی کے اجماع کے بعد کہ قرآن میں زیادتی نہیں ہے اس میں کمی نہ ہونے کے سلسلہ میں جن علماء نے کتابیں لکھی ہیں ان میں سے ایک عالم علامہ علی بن عبدالعالی الکرکی معروف بہ محقق ثانی بھی ہیں علامہ بزرگ محمد ابراہیم کلباسی نے کتاب الاشارات میں ہر صنف کے علماء کی علم کلام و اصول و تفسیر و خطابت و قصص و علوم میں علم قرائت و تاریخ کی کتابوں میں ان کے اقوال و نظریات کی چھان بین کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ان تمام موضوعات میں علماء کے ضبط و صحت کی رعایت اور اہتمام سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ قرآن میں کمی ہونے کے سلسلہ میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ بے اصل وہ بے بنیاد ہے اور اگر کسی زمانے میں قرآن میں کوئی کمی واقع ہوتی تو یہ بات مسلمانوں میں مشہور ہوتی اور ہر ایک اس کو بیان کرتا کیونکہ بڑے بڑے واقعات و حوادث میں مسلمانوں کا یہ دستور رہا ہے کہ انھیں

ایک دوسرے سے نقل کرتے آئے ہیں اور قرآن میں کمی ہونا ان بڑے حادثوں میں سے ایک حادثہ ہے بلکہ سب سے بڑا حادثہ ہے۔

علامۂ مجاہد و فاضل معاصر شیخ محمد حسین مرحوم آل کاشف الغطاء نے اپنی کتاب " اصل الشیعہ و اصولہا " میں لکھا ہے جو کتاب مسلمانوں کے درمیان موجود ہے یہ وہی قرآن ہے جسے اللہ اپنے نبیؐ پر بطور معجزہ اور تحدی (چلینج) نازل کیا ہے اور نہ اس میں کوئی کمی ہے نہ زیادتی اور نہ کسی قسم کی تحریف و ترمیم ہے اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ وہ ان علماء میں سے ہیں جنھوں نے کم اور زیادہ ہونے کے اعتبار سے قرآن میں تحریف ہونے کے نظریہ کو غلط ثابت کیا ہے اور اس سلسلہ میں پیدا ہونے والے ہر شک و شبہ کو عمدہ بیان و واضح دلیل و برھان کے ذریعہ رد کیا ہے۔ ایک عالم، مفسر و متکلم شیخ محمد جواد بلاغی ہیں جو کئی مفید اور دیگر گراں قیمت کتابوں کے مصنف بھی ہیں انہوں نے اپنی تفسیر " آلاء الرحمن " کے مقدمہ میں اس سلسلہ میں بحث کرنے کا حق ادا کر دیا ہے اور قرآن کی قداست و پاکیزگی کی حفاظت کی ہے حق کا اظہار کیا ہےاور باطل کو باطل ثابت کر دیا ہے۔

اس کتاب کامطالعہ کیجئے تا کہ آپ کو معلوم ہو کہ شیعوں نے اسلام و قرآن کے لئے کیسی کیسی قیمتی خدمتیں انجام دی ہیں اور دین و قرآن کے سلسلہ میں ان کی غیرت کی انتہاء کیا ہے علامہ مجاہد سید عبدالحسین شرف الدین موسوی نے اپنی کتاب

" الفصول المہمہ فی تالیف الامۃ "

میں صفحہ ۱۶۳ پر لکھا ہے "قرآن حکیم کہ جس کے نزدیک باطل نہ سامنے سے آسکتا ہے نہ اور نہ پشت سے یہ بس یہی کتاب ہے جو دو دفتیوں کے درمیان ہے اور لوگوں کے ہاتھ میں موجود ہے اس میں نہ ایک حرف زیادہ ہے نہ کم، نہ ایک جملے کو دوسرے جملے سے بدلا گیا ہے نہ ایک حرف کو دوسرے حرف سے اس کے ایک ایک حرف کو عھد نبیؐ سے لیکر آج تک ہر زمانے کے لوگ متواتر و قطعی طور پر نقل کرتے آئے ہیں اور یہ عھد نبی میں ویسے ہی ایک کتاب کی صورت میں جمع تھا جیسے کہ آج ہے اسے جبرئیل نبیؐ کے پاس کئی کئی بار آکر سناتے تھے یہ سب باتیں وہ ہیں جو شیعہ علماء و محققین کے نزدیک مسلم ہیں اور ادہر ادھر کی باتیں کرنے والوں کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ یہ حقائق کو نہیں جانتے۔

کثیرالمطالعہ عالم اور علم رجال کے ماھر سید محسن امین عاملی اپنی کتاب "اعیان الشیعہ" کے ص ۱۰۸ جلد ۱ میں فرماتے ہیں "شیعہ علماء میں سے چاہے وہ گزشتہ زمانے کے ہوں یا موجودہ زمانے کے کسی ایک نے بھی یہ نہیں کہا کہ قرآن میں اضافہ ہوا ہے یہ بہت نہ تھوڑے سے علماء نے کہا ہے نہ زیادہ نے چہ جائیکہ سب نے بلکہ سب کے سب اس پر متفق ہیں کہ قرآن میں کوئی اضافہ نہیں ہے اور وہ محققین شیعہ جن کا قول قابل اعتبار ہے اور جن کے قول کی شیعہ کے نزدیک کوئی قیمت ہے ان کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ قرآن میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی ہے. اور عالم مفسر شیخ محمد نھاوندی نے اپنی تفسیر "نفحات الرحمن" کے مقدمہ میں لکھا ہے "یہ بات ثابت ہے کہ قرآن نبی اکرمؐ کے زمانے میں ہی جمع کیا جاچکا تھا

نبیؐ کے زمانے میں اور اس زمانہ میں جس میں تحریف کا امکان تھا مسلمان اس کی حفاظت کا اہتمام اپنی جان و مالا کی طرح کرتے تھے۔

ان شیعہ علماء میں سے جنھوں نے شبھہ تحریف کی رد میں کتابیں لکھی ہیں ایک عالم سید محمد حسین شہرستانی بھی ہیں انھوں نے اس موضوع پر مستقل ایک کتاب تصنف کی ہے جس کا نام " رسالة فی حفظ الکتاب الشریف عن شبھة القول بالتحریف " رکھا ہے انھوں نے اس کتاب میں جیسا کہ ان سے نقل کیا گیا ہے کتاب فصل الخطاب کے شبھات کو رد کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ قرآن جو دو دفتیوں کے مابین موجود ہے پیغمبر اکرمؐ پر بطور اعجاز نازل ہوا اسی لئے اس میں ایک سورہ یا ایک آیت کا بھی اضافہ نہ ہونے پر مسلمانوں کا اتفاق ہے شک صرف اس میں ہے کہ قرآن کے علاوہ جو کچھ پیغمبرؐ پر نازل ہوا وہ بطور اعجاز نازل ہوا ہے یا نہیں حقیقت یہ ہے کہ قرآن کےعلاوہ کوئی چیز بطور اعجاز نازل نہیں ہوئی۔

اور ان لوگوں میں سے جنھوں نے تحریف قرآن کے قول کو رد کرنے میں کلام کا حق ادا کردیا ہے عالم بزرگ مرجع جھان تشیع آیة اللہ العظمیٰ سید ابوالقاسم خوئیؒ ہیں انھوں نے اپنی تفسیر البیان (۷) کے مقدمہ میں ایسے دلائل پیش کئے ہیں کہ ان سے بڑھ کر نہیں ہو سکتے اور یہ ثابت کردیا ہے کہ قرآن میں کمی ہونے کے شبھہ کی کوئی اصل و اساس نہیں ہے آخر کلام میں لکھتے ہیں کہ " جو کچھ ہم نے ذکر کیا اس سے روشن ہے کہ تحریف قرآن کی بات ایک خیالی بات ہے اس کو وہی کہے

گا جس کی یا تو عقل کمزور ہوگئی ہو یا جس نے اس مسئلہ میں غور و فکر کا حق نہ ادا کیا ہو اور یا پھر وہ جسے تحریف ثابت کرنے کا عشق ہوگیا ہو اور عشق اندھا اور بہرا کردیتا ہے لیکن ایک عقل مند ، انصاف پسند اور مدبر انسان کبھی بھی اس کے باطل ہونے میں شک نہیں کرے گا .

کیا خوب فرمایا ہے علامہ فقہیہ مرجع عالیقدر سید محمد رضا گلپائیگانی نے اس بات کی وضاحت کرنے کے بعد کہ جو کچھ دو دفتیوں کے ما بین موجود قرآن ہے یہ وہ کتاب ہے جس کے کتاب خدا ہونے کوئی شک نہیں ہے اور عصر رسولؐ میں ہی آپ کے حکم سے اس مجموعہ کو ایک کتاب کی شکل میں مرتب کیا گیا تھا اس میں نہ تحریف ہوئی ہے نہ تغیر نہ کمی نہ زیادتی اور عدم تحریف پر دلیل قائم کرنے کے بعد فرمایا کہ " قرآن میں کمی اور زیادتی کے اعتبار سے تغییر و ترمیم ہونے کا احتمال ویسا ہی ہے جیسے کہ اس کے نازل کرنے والے میں تغییر اور کعبہ کے علاوہ کسی اور چیز کے قبلہ ہونے کا احتمال ہے پایہ اعتبار سے گری ہوئی بات ہے عقل اسے قبول نہیں کرتی اور عادۃً اس کا انکار کرتی ہے اگر ہم بڑے بڑے علماء کے اقوال کا ایک ایک کرکے جائزہ لیں تو بات بہت طویل ہوجائے گی اور ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے گی اس سلسلہ میں ہمارے استاذ ، احادیث اہل بیت کے بیان کرنے والے اور ان کے علم کے حامل ، نابغہ عصر ، اور چودھویں صدی ھجری میں علم و مذہب کے مجدد سید حسین طباطبائی بروجردیؒ (خدا انھیں اپنے جد نبی کریمؐ کے ساتھ محشور فرمائے) کی تصریح کافی ہے انھوں نے اپنے درس اصول فقہ کی بعض بحثوں

میں جسے ہم نے ان کے درس کی تقریرات میں لکھا ہے تحریف کے قول کو باطل قرار دیا ہے اور قرآن کو ہر قسم کی زیادتی سے پاک گردانا ہے تقاضائے ضرورت اسلام ہے کہ قرآن میں تحریف نہ ہو اور جو احادیث قرآن میں کمی ہونے کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں انھیں سند اور دلالت دونوں کے اعتبار سے ضعیف قرار دیا ہے ہم انکی عبارت کو نقل کرتے ہیں " تحریف کے سلسلہ میں وارد ہونے والی روایات میں) بعض تو ایسی ہیں جو ضرورت اسلام کےخلاف اور مصالح نبوت کی منافی ہیں اور اخر کلام میں فرماتے ہیں پھر تعجب تو اس قوم پر ہوتا ہے جس کا گمان ہے کہ احادیث زبانوں اور کتابوں کے ذریعہ تیرہ سو سال سے زائد عرصہ تک تحریف سے محفوظ ہیں اور اگر ان میں کوئی کمی یا زیادتی ہوئی ہوتی تو وہ چھپ نہ پاتی لیکن اس کے ساتھ ہی وہ قرآن میں کمی ہونے کو ممکن جانتے ہیں .

حوالہ جات

۱۔ تاریخی حقیقت کو چھپانے والے اس خبیث شک کو دور کرنے کے لئے ہم نے جو کتاب " المشهد العلوی المقدس " کے نام سے لکھی ہے اس کا مطالعہ فرمائیں .

۲۔ یہ قرآن جس کی طرف امیرالمؤمنین اور ان کی اولاد میں دیگر اماموں نے اشارہ کیا ہے اور اپنے شیعوں کو اس کی طرف رجوع کرنے اور اس سے شفاء حاصل کرنے کا حکم دیا ہے وہی قرآن ہے جو آج دو دفتیوں کے درمیان موجود ہے اور یہی وہ عظیم کتاب ہے جسے تمام مسلمان کلام خدا جانتے ہیں اور دن رات اس کی تلاوت کرتے ہیں

۳۔ نہج البلاغہ ج۲ ۱۷۱ طبع مطبعة الاستقامة مصر.

۴۔ اوائل المقالات شیخ مفید ص ۵ .

۵۔ مقدمہ تفسیر مجمع البیان الفن الخامس.

۶۔ التبیان ج ۱ / ۳ طبع نجف اشرف.

۷۔ البیان ص ۱۱۵ ۔ ۲۲۶ طبع ۱۸ دار الزہراء سال ۱۴۰۱ ھ .

ہر مسلمان کا فریضہ

اسلام اور قرآن کے سلسلہ میں غیرت رکھنے والے ہر مسلمان کا فریضہ ہے کہ کتاب خدا سے اس شبھہ کو دور کرے اور کسی بھی مسلمان کی طرف قرآن میں تحریف ہونے کے قول کی نسبت دینے میں احتیاط سے کام لے اور یہ جان لے کہ جو کچھ کہے یا لکھے گا اللہ کی بارگاہ میں اس کی باز پرس ہوگی.

خطیب کو تو یہ سزاوار تھا کہ شیعوں اور سنیوں کے ماہر علماء کے اقوال کا سہارا لے کر قرآن میں کمی یا زیادتی ہونے کے امکان کو رد کریں نہ یہ کہ تحریف کے قول کے پیچھے دوڑنے لگے اور مسلمانوں کے ایک بڑے گروہ سے تحریف کی نسبت دینے لگے.

خطیب کا ارادہ تھا کہ تحریف کا الزام لگا کر شیعیت کو بد نام کردیں انھیں اس کی خبر نہیں کہ وہ دین کو بد نام کر گئے اور کتاب مبین کو چوٹ پہنچاگئے دشمنان دین کی خدمت کا حق ادا کردیا اور مشیزیوں کے لئے شبھات کی راھیں ہموار

کردیں یہ لکھنے والا اتنا تک بھول گیا کہ شیعوں پر یہ بہتان لگا کر اسلام کی بنیادیں گرا رہا ہے اور شیعہ جو کتاب خدا کے سلسلہ میں سب سے زیادہ غیرت مند ہیں اور اس کی جلالت و پاکیزگی کا سب سے زیادہ دفاع کرنے والے ہیں ، قرآن میں ہر قسم کی کمی اور زیادتی کا شدت کے ساتھ انکار کرتے ہیں اور ان کی کتابیں قرآن کے ہر شک و شبھہ سے پاک ہونے کے سلسلہ میں عقلی اور نقلی دلیلوں سے بھری پڑی ہیں .

اے خطیب تم خود ہی پڑھ لو تفسیر و عقائد و حدیث میں ان کی کتابیں اور ان متواتر و قطعی حدیثوں کو بھی پڑھ لو جو اس بات کی دلیل ہیں کہ یہ قرآن وہی ہے جو آج مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے اور نظریں دوڑاؤ ان احادیث کی طرف جن میں انھوں نے قرآن اس کے سوروں اس کی آیتوں اور کلموں کی تلاوت کے ثواب میں اور ہر مسئلہ میں اس کی طرف رجوع کرنے کے وجوب کو اپنے طریقوں سے ائمہ اہل بیتؑ سے نقل کیا ہے وہ اپنی نمازوں میں قرآن کی قرائت کرتے ہیں اور دن و رات اس کی تلاوت کرتے ہیں وہ بے انتہاء اس کی تعظیم کرتے ہیں اور ان کے نزدیک قرآن سے بڑ کر کوئی کتاب نہیں ہے پڑھو فقہ و حدیث و دعا میں ان کی کتابیں اگر انصاف والے ہو .

ہم کو شیعوں کی طرف اس جھوٹ کی نسبت دینا اتنا برا نہیں لگتا جتنا یہ برا لگتا ہے کہ یہ جھوٹ دین حنیف اور قرآن مجید کو نقصان پہنچا رہا ہے.

اے خطیب یہ بتاؤ کہ اگر کوئی عیسائی مشنری یا کوئی اور دشمن اسلام تم سے یہ کہے کہ شیعوں کا یہ مذہب ہے اور وہ مسلمانوں کا ایک بڑا گروہ ہے کہ قرآن میں

تحریف ہوئی ہے جیسا کہ تم خود ان پر الزام لگاتے ہو در حالیکہ ان میں ایسے ایسے علماء و محققین و فن تاریخ و علوم اسلامی کے اساتذہ ہیں کہ جن کی شان ومنزلت کم نہیں کی جا سکتی اور وہ اپنے عقائد و علوم کا سلسلہ اہل بیت نبیؐ سے جوڑتے ہیں جو حدیث ثقلین کی رو سے کتاب خدا کے برابر ہیں تو تم اس کا کیا جواب دو گے ؟؟؟.

کیا یہ کہو گے کہ وہ کافر ہیں ؟

یا یہ کہو گے کہ وہ لوگ صحابہ کو برا بھلا کہتے ہیں؟

یا یہ کہو گے کہ وہ لوگ دعاء صنمی قریش پڑھتے ہیں ؟

جواب دو اس کا کیا جواب دو گے اے اسلامی قلم کار ؟

اگر تم جانتے ہوتے کہ تم اور تمھارے امثال ہذیان بک کر اور شیعوں پر جھوٹ باندھ کر اسلام اور مسلمانوں کو کتنا نقصان پہنچا رہے ہیں اور اسے کتنا کمزور و سست کئے دے رہے ہیں تو شاید ان ٹھنڈی دشمنیوں اور بے فائدہ بحثوں کو چھوڑدیتے اور اپنی کتابوں سے ان بیھودہ اور فرسودہ باتوں کو مٹادیتے .

کتنا فرق ہے خطیب اور علامہ رحمۃ اللہ ہندی کے مابین خطیب تو شیعوں پر ایسا جھوٹا الزام لگاتے ہیں کہ جس سے ہر شیعہ بیزار ہے اور انھیں اس بات کا خیال تک نہیں کہ ان کا یہ جھوٹ قرآن کو معرض شک بنائے دے رہا ہے اور علامہ شیخ رحمۃ اللہ جنکا اہل سنت کے بڑے علماء اور دین کے سلسلہ میں بڑے محتاط لوگوں میں شمار ہوتا ہے نے اس راز کو سمجھ لیا کہ شیعوں پر اس جھوٹے

الزام سے عیسائی مشنری کی آرزوں کی تکمیل ہو رہی ہے اور شیعوں کی طرح سنیوں کا بھی فریضہ ہے کہ شیعوں پر لگائے جانے والے اس الزام کو بر طرف کریں . اس مقصد کے تحت انہوں نے " اظہار الحق" کے نام سے ایک کتاب لکھی جو عیسائیوں کی رد میں لکھی جانے والی مسلمانوں کی اچھی کتابوں میں سے ایک ہے بلکہ یہاں تک کہا گیا ہے کہ عیسائی مشنریوں کے خلاف آج تک ایسی کتاب دیکھنے میں نہیں آئی انہوں نے اس کتاب میں شیعوں پر لگائے جانے والے تحریف کے جھوٹے الزام کو رد کیا ہے اور حق کو ظاہر کرنے باطل کو نابود کرنے اور شک و شبہات کو مٹانے کا جو ان پر حق عائد ہوتا تھا اسے ادا کردیا ہے انہوں نے حریم قرآن سے اس تہمت کو دور کردیا جب اس کتاب کی دوسری جلد کی چوتھی فصل میں ص ۸۹ پر یہ لکھا کہ " قرآن مجید مذہب شیعہ کے تمام علماء کے نزدیک تغییر و تبدیل سے محفوظ ہے اور اگر ان میں سے کوئی بھی قرآن میں کمی ہونے کا قائل ہے تو ان کے نزدیک اس کا قول مردود اور ناقابل قبول ہے .پھر انہوں نے شیعوں کے علماء اکابر جیسے صدوق ، سید مرتضیٰ ، طبرسی، شہید ثالث نور اللہ شوشتری مولی صالح قزوینی شارح اصول کافی شیخ حر عاملی وغیرہم کے کلمات وا قوال نقل کئے ہیں اور فرمایا ہے کہ " ان اقوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ علماء شیعہ کے نزدیک تحقیق شدہ یہی ہے کہ قرآن جسے اللہ نے اپنے نبیؐ پر نازل کیا یہ وہی ہے جو دو دفتیوں کے مابین موجود ہے اور لوگوں میں رائج ہے نہ کہ قرآن اس سے زیادہ ہے اسے عہد رسولؐ میں ہی ایک کتاب کی شکل میں جمع کردیا گیا تھا اور اسے ہزاروں صحابہ نے حفظ و نقل

کیا تھا جیسے عبداللہ ابن مسعود ، ابی بن کعب و غیرہما اصحاب رسولؐ نے آپؐ کے سامنے کئی کئی بار قرآن کو ختم کیا تھا اور بارھویں امام (عج) کے ظہور کے وقت یہی قرآن اسی ترتیب کے ساتھ ظاہر و مشہور ہوگا .یہاں تک کہ علامہ ہندی فرماتے ہیں کہ" خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے ، انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون (ہم نے قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں) تفسیر " الصراط المستقیم" میں جو علماء شیعہ کے نزدیک معتبر تفسیر ہے اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے کہ لحافظون یعنی لحافظون من التحریف و التبدیل و الزیادہ والنقصان (یعنی خدا کی مراد حفاظت سے تحریف و تبدیل و کمی و زیادتی سے حفاظت ہے).

کتاب فصل الخطاب کے سلسلہ میں فیصلہ کن رائے

فصل الخطاب کے بارے میں رائے دینے سے پہلے جو لوگ اس کتاب کو معیار بنا کر شیعوں کے خلاف احتجاج کرتے اور گمان کرتے ہیں کہ جو کچھ اس کتاب میں ہے وہی تمام شیعوں کا نظریہ ہے انکی نگاہوں کو ہم کتاب " الفرقان "کی طرف موڑنا چاھتے ہیں جس کے مؤلف برادران اہل سنت میں سے ہیں . اس کتاب میں مؤلف نے فصل الخطاب کی طرح اہل سنت کے طریقوں سے مروی ضعیف حدیثیں جمع کردی ہیں اس کتاب کے سلسلہ میں ہم جامعہ ازہر کے شعبہ شریعت کے رئیس استاد شیخ محمد مدنی کا قول نقل ہیں انھوں نے فرمایا " اور شیعہ کیا نقص قرآن کے

قائل ہیں ! خدا کی پناہ یہ فقط کچھ روایتیں ہیں جو انکی کتابوں میں نقل ہوئی ہیں جیسے کہ ہماری کتابوں میں بھی اس طرح کی روایتیں موجود ہیں اور دونوں فرقوں کے محققین نے ان روایتوں کو باطل قرار دیا ہے شیعہ امامیہ اور زیدیہ میں کوئی ایسا نہیں ہے جس کا یہ عقیدہ ہو کہ قرآن میں نقص ہے جیسا کہ اہل سنت میں بھی کوئی ایسا نہیں ہے جس کا یہ عقیدہ ہو.

اور جس کا دل چاہے وہ سیوطی کی " اتقان " جیسی کتاب کا مطالعہ مرلے اور دیکھ لے کہ اس میں بھی ایسی روایتیں موجود ہَیں جن سے ہم لوگ کنارہ کشی کرتے ہیں مصر کے ایک عالم نے

۱۹۴۸ء میں ایک کتاب لکھی جس کا نام " فرقان " ہے اس کتاب کو اس نے بہت سی جھوٹی اور غیر مقبول روایتوں سے بھر دیا جن کا مدرک اہل سنت کی کتابیں تھیں جامعہ ازہر نے علمی بحثوں اور دلائل سے اس کتاب کے فساد کو ثابت کرنے کے بعد حکومت سے اسے ضبط کرنے کا مطالبہ کیا حکومت نے اس مطالبہ کو قبول کر لیا اور کتاب کو ضبط کر لیا مؤلف نے عدالت میں اس نقصان کے عوض کا مطالبہ کیا تو محکمہ قضاء اداری نے اس مطالبہ کو رد کردیا اب کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ اہل سنت قداست و عظمت قرآن کے قائل نہیں ہیں ؟ یا یہ کہا جا سکتا ہے کہ فلان شخص ایک روایت بیان کرنے یافلان شخص کے ایک کتاب لکھنے کی بنیاد پر سبھی اہل سنت نقص قرآن کا اعتقاد رکھتے ہیں ؟ (ہرگز یہ کہنا غلط ہے) اسی طرح شیعوں کا مسئلہ ہے یہ فقط کچھ روایتیں ہیں جو ان کی بعض کتابوں میں پائی جاتی

ہیں جیسے کہ اہل سنت کی بعض کتابوں میں بھی ایسی ہی روایتیں موجود ہیں اور اس سلسلہ میں ہمارے پیشوا علامہ سعید ابوالفضل بن حسن طبرسی نے جو چھٹی صدی ہجری میں شیعوں کے علماء اکابر میں سے ہیں کتاب " مجمع البیان لعلوم القرآن "[1] میں لکھا ہے اس کے بعد علامہ ہندی نے شیخ طبرسی کا قول نقل کیا ہے جسے ہم پہلے لکھ چکے ہیں .

اس سب کے بعد ہم کہتے ہیں " علماء شیعہ اور مشائخ امامیہ میں سے ہم کسی کو بھی نہیں دیکھا کہ وہ کتاب " فصل الخطاب " کو کوئی اہمیت دیتا ہو یا اس کتاب سے استناد کرتا ہو اور ان میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو محض اس کتاب کی بنیاد پر محدث نوری کا احترام کرتا ہو اور اگر انہوں نے یہ کتاب نہ لکھی ہوتی تو جو اس کتاب کے علاوہ انہوں نے گرانقدر کتابیں جیسے " مستدرک الوسائل " اور " کشف الاستار " وغیرہما لکھی ہیں ان کی بنیاد پر علماء شیعہ ان کا اس سے کہیں زیادہ احترام کرتے اور علماء و اہل فضل کی نگاہوں میں جو تعظیم و بزرگی پاگئے اس سے کہیں بڑھ کر تعظیم و بزرگی پاتے . اور حرم حضرت علیؑ جیسے مقدس مکان میں ان کا دفن ہونا اس کتاب کے لکھنے کی بنیاد پر نہیں ہے بلکہ مقدس جگہوں پر وہی لوگ دفن ہوتے ہیں جنہیں توفیق خدا حاصل ہو جائے اس جگہ پر تو علماء اور غیر علماء میں سے صاحبان ثروت و دولت اور عوام کی کثیر تعداد دفن ہے .

علم ، کثرت مطالعہ اور احادیث میں عمیق نظر ہونے کے اعتبار سے اس مرد (فصل الخطاب کے مصنف) کی جلالت و بزرگی کا انکار نہیں کیا جا سکتا لیکن اس کتاب

کا لکھنا ان کی ایسی خطاء تھی کہ وہ ملامت و اعتراضات کے تیروں کا نشانہ بنے ان کی کتاب مہمل قرار دی گئی اور انھیں شدید طعن و تشنیع کا سامنا کرنا پڑا [۱]. بلکہ بعض لوگوں نے ان کی اور تحریف قرآن کی رد میں مستقل کتابیں لکھیں مثلاً علامہ سید محمد حسین شہرستانی نے " رسالة حفظ الكتاب الشريف عن شبهة القول بالتحریف" اور عالم محقق محمود طہرانی نے کتاب " کشف الارتیاب " لکھ کر اس کتاب کی رد کی [۲] ان سب باتوں کے بعد ہمارا کہنا ہے کہ " اگر کوئی کتاب " فصل الخطاب " کو غور سے پڑھے تو وہ دیکھے گا کہ محدث نوری نے قرآن میں زیادتی نہ ہونے پر مسلمانوں کے اجماع کا انکار نہیں کیا ہے اور یہ نہیں کہا ہے کہ قرآن میں زیادتی ہے بلکہ انھوں نے ص ۲۳ پر اس بات کا صراحت سے انکار کیا ہے کہ قرآن میں کوئی سورہ زیادہ ہے یا اسے بدل دیا گیا ہے انھوں نے کہا ہے کہ ان دونوں باتوں کے نہ ہونے پر اجماع ہے اور کوئی حدیث ایسی نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ قرآن میں کوئی سورہ زیادہ ہے اس میں کوئی تبدیلی کی گئی ہے بلکہ ایسی حدیثیں ہیں جو اس بات کے خلاف ہیں جیسا کہ آگے ہم بیان کریں گے ہاں محدث نوری نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ انھوں نے اس کتاب کا نام رکھنے میں غلطی کی جیسا کہ ان کے ایک مشہور شاگرد اور ان کے مدرسہ سے فارغ التحصیل عالم بزرگ شیخ آقا بزرگ طہرانی کتاب " الذریعہ ". اور " اعلام الشیعة " کی قسم ثانی میں ص ۵۵۰ پر لکھا ہے ہم نے ذریعہ کے حرف فاء والے باب میں کتاب فصل الخطاب کے ذکر میں اپنے استاد شیخ نوری کا اس کتاب کو لکھنے کا مقصد لکھا

ہے ان کی زندگی کے آخری دنوں میں ہم نے ان سے منھ در منھ یہ بات کی ہے اور ان کی زبان سے سنی ہے وہ فرماتے تھے ہم نے اس کتاب کانام رکھنے میں غلطی کی بہتر یہ تھا کہ اس کتاب کا نام " فصل الخطاب فی عدم تحریف الکتاب " ہوتا کیونکہ ہم نے اس کتاب میں یہ ثابت کیا ہے کہ اسلام کی کتاب قرآن شریف جو دو دفتیوں کے مابین موجود ہے اور دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیلی ہوئی ہے اپنے تمام سوروں آیتوں اور جملوں کے ساتھ وحی الٰھی ہے اور جب سے یہ جمع کی گئی ہے اس وقت سے آج تک اس میں کوئی تبدیلی تغییر و کمی و زیادتی نہیں ہوئی ہے اور ہم تک یہ پوری کی پوری قطعی تواتر کے ساتھ پہنچی ہے اس بات میں کسی شیعہ کو بھی شک نہیں ہے اس کے بعد بھی یہ کیا انصاف ہے کہ جس قرآن کے یہ اوصاف ہوں اس کا قیاس عہد قدیم و عہد جدید کے وصیت ناموں اور انجیل (بائیبل) پر کیا جائے جن کا حال ہر جاننے والے پر روشن ہے (جیسا کہ ہم نے ایک یہ بھی غلطی کی کہ) اس کتاب کو لکھنے کے مقصد کی جگہ جگہ پر تصریح نہیں کی تا کہ میری جانب عتاب و ملامت کے تیر نہ چلائے جائیں بلکہ میں نے از روئے غفلت اس کے خلاف ہی تصریح کی کیونکہ اہم بات یہ تھی کہ اس کا یقین حاصل ہوجائے کہ جو قرآن دو دفتیوں کے مابین موجود ہے اس کے علاوہ کوئی بقیہ چیز کلام خدا نہیں ہے جیسا کہ ہم نے اس بات کو ص ۲۶ پر شیخ مفید سے نقل کیا ہے (محدث نوری کے اس کلام کو نقل کرنے کے بعد آقا بزرگ فرماتے ہیں کہ) یہ وہ باتیں ہیں جو ہم نے خود اپنے استاد سے سنی ہیں .

لیکن ہم نے ان کے عمل کو دیکھا ہے کہ وہ اس طرح کا کوئی وزن نہیں سمجھتے تھے بلکہ ان احادیث کو وہ خبر واحد سمجھتے تھے جن سے قرآن کا قرآن ہونا ثابت نہیں کیا جا سکتا بلکہ یہ اخبار آحاد اپنے خصوصیات کے ساتھ دیوار پر پھینک دی جائیں گی جو کہ اکابر شیعہ میں سلف صالحین کی سیرت رہی ہے. مثلاً سید مرتضیٰ، شیخ طوسی، امین الاسلام طبرسی وغیرہم وہ اس طرح کی کسی بھی بات سے قرآن کی عظمت کے درپے نہیں تھے جب کہ بہت سے ایسے لوگ جو انکے مقصد سے بے خبر تھے انکی عظمت و بزرگی کے درپے ہو گئے اور انکے تمام معاصرین علماء کو یہ اعتراف تھا کہ وہ اپنے دور کے بڑے رجالی اور اپنے فن میں یکتائے روزگار تھے اور حدیثوں کے احوال سے بے خبر نہیں تھے مزید توضیح کے لئے ہم آقا بزرگ تہرانی کا ایک دوسرا کلام نقل کرتے ہیں جسے انہوں نے "الذریعہ" کے تیسرے جزء میں صفحہ ۳۱۱ پر لکھا ہے وہ لکھتے ہیں تمام امت اسلامی کی اولین ضروریات میں سے ہے کہ اسلام کی مقدس کتاب قرآن شریف ہے اور مسلمانوں کے لئے اسکے علاوہ کوئی الھی مقدس کتاب نہیں ہے اور یہ وہی کتاب ہے جو دو دفتیوں کے مابین موجود ہے جس کے نسخے آفاق میں پھیلے ہوئے ہیں جیساکہ ہر اس انسان کے۔ جو اسلام کو گلے سے لگائے ہوئے ہے ضروریات دین میں سے ہے کہ ان دو دفتیوں کے مابین جو کچھ بھی سورے، آیتیں اور پارے موجود ہیں وہ سب کے سب وحی الھی ہیں جسے روح الامین حضرت جبرئیل، خداوند عالم کی جانب سے لیکر قلب سیدالمرسلینؐ پر نازل ہوئے ہیں اور حضور اکرمؐ سے مسلمانوں تک یہ قرآن تواتر کے ساتھ پہنچا

ہے اور ان دو دفتیوں کے درمیان کوئی بھی چیز ایسی نہیں ہے جو وحی الٰہی نہ ہو نہ کوئی سورہ نہ کوئی آیت اور نہ کوئی جملہ اسی لئے قرآن اپنے تمام اجزاء کے ساتھ مقدس و محترم ہے اور اس کے لئے بعض احکام وضع کئے گئے ہیں جیسے بغیر طہارت کے اسے چھونا حرام ہے، اسے نجس کرنا حرام ہے اور اسے نجاست سے پاک کرنا واجب ہے وغیرہا.

(یہاں تک کہ لکھتے ہیں) پوچ باتیں کرنے والوں نے جو قرآن کی عظمت کو نقصان پہنچایا ہے اور قرآن میں تحریف کے قائل ہیں ہم نے ان کی رد میں مستقل ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام " النقد اللطیف فی نفی التحریف عن القرآن الشریف " رکھا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن کوئی قابل ذکر اختلاف کا موضوع نہیں ہے مخصوصاً تحریف کی بحث جس کی کوئی حقیقت نہیں محض غلط فہمی کی بنیاد پر یہ لفظ مشہور ہو گیا ہے.

اسی سلسلہ کی کچھ باتیں انھوں نے الذریعہ کی دسویں جلد کے ص ۷۸ ۔ ۷۹ پر لکھی ہیں ان میں سے کچھ یہ ہیں اسلام کی مقدس کتاب جو دنیا میں مشہور ہے و قرآن کے نام سے موسوم ہے جس کے نزدیک باطل نہ آگے سے آسکتا ہے اور نہ پسِ پشت سے اور یہ وہی ہے جو دو دفتیوں کے مابین موجود ہے اور نبی اکرمؐ سے لے کر ہر زمانے کے مسلمانوں سے نقل ہوتا ہوا ہم تک پہنچا ہے اور ہم نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ اپنے تمام سوروں، آیتوں اور جملوں کے ساتھ وحی خدا ہے (یہاں تک کہ لکھتے ہیں) اور مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ یہ قرآن تغییر و تبدیل و

تحریف وغیرہ کی ہر خرابی سے پاک ہے اور کسی کو بھی اس میں کوئی اختلاف و شک و اعتراض نہیں ہے اور قرائت کے اختلاف فقط قبیلوں کے لہجوں کے اختلاف کی بنیاد پر ہیں (ان کے آخر کلام تک) یہ ہے کتاب فصل الخطاب اور یہ علماء شیعہ کے نزدیک اس کی حیثیت ہے اور یہ ہے اس کے مؤلف کا کلام اور یہ ہے ان کے سب سے بڑے شاگرد کا کلام اپنے استاد کے حوالے سے اور یہ ہے مؤلفِ کتاب اور ان کے شاگرد کا عقیدہ اس کتاب کے بارے میں .

حوالہ جات

۱۔ دیکھئے " رسالۃ الاسلام" گیارہویں سال کا چوتھا نمبر ص ۳۸۳۔ ۳۸۲

۲۔ علامہ شیخ محمد بلاغی نجفی نے اپنی تفسیر " آلاء الرحمن " کے مقدمہ میں ص ۲۵ پر لکھا ہے کہ فصل الخطاب کے مصنف شاذ ونادر باتیں ڈھونڈ کر لانے والے محدثین میں سے ہیں .

۳۔ یہ کتاب سید محسن امین عاملی کی کتاب " کشف الارتیاب فی اتباع محمد بن عبدالوہاب" کے علاوہ ہے . (مصحح)

سورۃ " ولایت " اور کتاب " دبستان مذاہب "

خطیب نے کہا ہے " اس نجفی عالم (محدث نوری) نے قرآن کے ناقص ہونے کے ثبوت میں جس چیز کو پیش کیا ہے . یہ ایک سورۃ ہے جسے انھوں نے اپنی کتاب " فصل الخطاب " کے صفحہ ۱۸۰ پر لکھا ہے اس سورے کو شیعہ سورۃ ولایت کے نام سے جانتے ہیں اور اس میں ولایت کا ذکر ہے (سورہ یہاں سے شروع ہوتا ہے) " یا ایها الذین آمنوا بالنبی و الولی الذین بعثناهما یهدیانکم الی الصراط المستقیم " (اے وہ لوگ جو ایمان لائے نبیؐ اور ولیؑ پر کہ جن دونوں کو ہم نے مبعوث کیا اس حال میں کہ یہ دونوں صراط مستقیم کی طرف تمہاری ہدایت کرتے ہیں) معتمد و امانت دار استاد محمد علی مسعودی جو مصر کی وزارت عدل کے باخبر لوگوں میں سر فہرست تھے اور شیخ محمد عبدہ کے خاص شاگردوں میں سے تھے ، نے مشرقی علوم کے ماہر " براین " کے پاس ایک خطی ایرانی قرآن دیکھا تو انہوں نے اس قرآن سے اس سورہ کا فوٹوگراف لے لیا . اس

سورے کی عربی سطروں کے اوپر فارسی زبان میں اس کا ترجمہ بھی لکھا ہوا ہے جیسا کہ محدث نوری نے بھی اس سورہ کو " فصل الخطاب " میں درج کیا ہے اور یہ سورہ " محسن فانی کشمیری " کی ایرانی زبان میں لکھی ہوئی کتاب " دبستان مذاہب " میں بھی موجود ہے اور یہ کتاب ایران میں کئی بار چھپ چکی ہے اور اللہ پر باندھے ہوئے اس جھوٹے سورہ کو اسی کتاب سے علامہ مستشرق " فوادکن " نے اپنی کتاب " تاریخ المصاحف " جلد ۲ صفحہ ۱۰۲ پر نقل کیا ہے اور اس سورہ کو جریدہ " اسویہ فرنسویہ " نے ۱۸۴۲ء میں صفحہ ۴۳۱ - ۴۳۹ پر نشر کیا ہے (خطیب کی عبارت کے آخر تک).

قرآنی سورہ رسول کے زمانے میں ہی آپ کے حکم سے یک جا کئے جا چکے تھے اور مسلمانوں میں مشہور ہو چکے تھے. مسلمان ان سوروں کے حدود اور آیات کو اچھی طرح پہچانتے تھے. ان حقائق پر بہت سی وہ متواتر روایتیں شاہد ہیں جو سوروں کے فضائل اور انکی تلاوت کے ثواب میں وارد ہوئی ہیں مثلاً جس نے سورۂ یاسین یا سورۂ بقرہ پڑھا اس کے لئے یہ یہ...... اجر و ثواب ہے اور دلیل کے طور پر یہ بات بھی پیش کی جا سکتی ہے جو حدیث میں آئی ہے کہ پیغمبرؐ نے نماز آیات میں سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران کی قرآئت فرمائی. اور یہ بات کہ بعض سورے پورے پورے نازل ہوئے ہیں. اور انکے علاوہ بہت سی ایسی روایتیں جو یہ بتاتی ہیں کہ قرآن عہد نبیؐ میں ہی سوروں اور آیتوں کی اسی ترتیب کے ساتھ ایک کتاب کی شکل میں جمع کیا جا چکا تھا شیعوں کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نہیں

ہے کہ قرآن میں ایک سو چودہ مشہور سوروں سے زیادہ سورے نہیں ہیں اور ان کے فقہاء اس پر متفق ہونے کے بعد کہ نماز کی پہلی دو رکعت میں سورۂ حمد کے بعد ایک کامل سورہ پڑھنا واجب ہے اس بات پر بھی متفق ہیں کہ نماز میں حمد کے بعد قرآن کے سوروں میں سے کوئی بھی سورہ پڑھنا کافی ہے. سوائے " سورہ الضحی " اور " الم نشرح " کے کیونکہ یہ دونوں سورے ایک سورہ شمار کئے جاتے ہیں اور اسی طرح سورۂ " فیل " اور سورۂ " ایلاف " کہ یہ دونوں بھی مل کر ایک ہی سورہ ہے. اور ان کی اساسی کتابوں اور انکی احادیث اور روایات میں بھی ان دو دفتیوں کے مابین موجود سوروں کے علاوہ کوئی سورہ آپ پا نہیں سکتے. اور اہل سنت کے درمیان بھی اس سلسلہ میں کوئی قابل لحاظ اختلاف نہیں ہے یعنی اس میں اختلاف کہ قران میں ۱۱۴ سورہ ہیں.

ہاں ! ان میں سے بعض نے کہا ہے کہ قرآنی سورے ۱۱۳ ہیں اس لئے کہ انہوں نے سورۂ انفال اور سورہ برائت کو ایک سورہ شمار کیا ہے. جیسا کہ بعض شیعوں کی موافقت کی ہے. اس بات میں کہ سورۂ ضحی اور الم نشرح ایک سورہ ہیں اور اسی طرح سورۂ فیل اور سورۂ " ایلاف " ایک سورہ ہیں. (دیکھئے سیوطی کی " الاتقان " جلد ۱ صفحہ ۶۷) لیکن اہل سنت کی بعض کتابوں میں ایسی روایات ملتی ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ قرآن کے سورہ ان دفتیوں کے مابین موجود سوروں سے زیادہ ہیں جیسے قنوت کے دونوں سورے " سورۂ حفد اور سورۂ خلع " اور ابی بن کعب کے قرآن میں ۱۱۶ سورہ تھے کیونکہ انہوں نے اپنے مصحف کے آخر

میں یہ دونوں سورہ بھی لکھے تھے (الاتقان جلد ا صفحہ ۴۷).

" ابن حجر " نے " صحیح بخاری " کی شرح میں لکھا ہے " ایک صحیح روایت میں ہے کہ ابن مسعود نے سورۃ الناس اور سورۃ " الفلق " کو قرآن کا جزء ہونے سے انکار کیا ہے احمد اور ابن حبان نے ابن مسعود سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے " معوذتین " (ناس و فلق) کو اپنے قرآن میں نہیں لکھا ہے (اتقان جلد ا صفحہ ۸۱).

ہبۃ اللہ بن سلامہ (متوفی ۴۱۰ھ) نے کتاب " الناسخ والمنسوخ " (یہ کتاب مصر میں واحدی کی " اسباب النزول " کے حاشیہ پر چھپی ہے) میں جن آیتوں کا خط و حکم منسوخ ہو گیا ان کی بحث میں لکھا ہے :-

" وہ آیتیں جن کا لکھنا اور ان پر عمل کرنا دونوں منسوخ ہوگیا ہے مثلاً انس بن مالکؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا " ہم لوگ پیغمبرؐ کے عہد میں ایک سورہ پڑھا کرتے تھے جو سورۃ توبہ کے برابر تھا مجھے اس سورہ کی فقط ایک آیت یاد رہ گئی ہے ".

" ولو انّ لابن آدم وادیان من ذھب لابتغیٰ الیھما ثالثا ولو ان له ثالثا لابتغی الیھا رابعاً و لا یملاء جوف ابن آدم الاالتراب ویتوب الله علی من تاب " (اگر فرزند آدم کے پاس دو وادیاں سونے کی ہوتیں تو وہ تیسری وادی کی تلاش میں رہتا اور اگر تین وادیاں سونے کی ہوتیں تو وہ چوتھی وادی ڈھونڈتا . فرزند آدمؑ کا پیٹ فقط مٹی ہی بھر سکتی ہے اور جو توبہ کرتا ہے خدا اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے)

اس طرح کی حدیثیں جب کہ مردود و مطروح ہیں ، ان پر بھروسہ کرنا درست

نہیں ہے اور ضرورت دین اور اجماع فریقین اس کے خلاف ہے اور جسے تھوڑا بھی کلام عرب اور فنون ادب سے سروکار ہے وہ اس بات میں شک نہیں کر سکتا کہ ان جملوں کی بلاغت قرآنی سے کوئی مشابہت نہیں رکھتی اس کے علاوہ بعض جملوں میں تو لفظی اور معنوی غلطیاں بھی پائی جاتی ہیں جن کی طرف شیعی مفسّر جواد بلاغی نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں اشارہ کیا ہے .

گو کہ منصف انسان ان احادیث کو پڑھنے کے بعد یہ جان جائے گا کہاگر قرآن میں کسی سورہ کے کم ہونے کی نسبت شیعہ اور سنی دونوں کی طرف دینا صحیح ہے (اگر چہ یہ نسبت درست نہیں ہے) تو اہل سنت اس کے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ انہوں نے اپنی معتبر کتابوں اور تفسیروں میں ایسی احادیث نقل کی ہیں اگر چہ بعض نے کچھ آیتوں کے بارے میں یہ کہا ہے کہ انکی تلاوت کرنا اور ان پر عمل کرنا منسوخ ہو گیا ہے یا فقط تلاوت کرنا منسوخ ہو گیا ہے لیکن یہ کہہ دینے سے اشکال و اعتراض دور نہیں ہوتا کیونکہ نسخ محتاج ہے اثبات کا اور علماء اس بات پر متفق ہیں کہ خبر واحد سے قرآن کا منسوخ ہونا جائز نہیں ہے اس کے علاوہ ان احادیث میں بعض حدیثیں ایسی ہیں جو اس تاویل و توجیہ کو قبول نہیں کرتیں اور اہل سنت کے اصولیوں کو جن آیتوں کی تلاوت منسوخ ہوگئی ہے جُنُب (جو حالت جنابت میں ہو) کا ان آیتوں کی تلاوت کرنا اور محدث (جس سے حدث صادر ہوا ہو) کا ان آیتوں کی کتابت کو چھونا جائز ہونے میں تردد ہے اور بعض کے نزدیک جائز نہیں ہے .

لیکن شیعوں میں تو کسی نے بھی نہ یہ کہا ہے کہ قرآن میں کوئی سورہ کم ہے اور نہ یہ کہا کہ کوئی سورہ یا کوئی آیت یا کوئی کلمہ زیادہ ہے . انکے یہاں کوئی بھی اسی روایت نہیں ہے جو قرآن میں ایک سورہ کم یا ایک زیادہ ہونا بتاتی ہو.

اور خطیب نے جس سورہ کو گڑھنے کی نسبت شیعوں کی طرف دی ہے اور اس کا نام سورہ ولایت رکھا ہے شیعوں کی کتابوں اور ان کے اصولوں میں اس کا کوئی پتہ نہیں ہے اور شیعہ کہ جن میں بلاغت اور ادب کے بڑے بڑے فنکار موجود ہیں اس سے کہیں بلند و برتر ہیں کہ قرآن کی بزرگی کو مٹانے کے لئے ایسے ایسے جملے قرآن میں بڑھائیں کہ جن میں خود ہی گڑھے ہوئے ہونے کے آثار نمایان ہوں اور جسے ذرا سا بھی فصحاء اور بلغاء کے کلام سے انس ہو وہ ان کی تالیف کی کمزوری اور اسلوب قرآن سے باہر نکل جانے کو پہچان لے .

خطیب کو شیعوں پر جھوٹا الزام لگانا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ اس کتاب میں انہوں نے یہی طریقہ اختیار کیا ہے اور شیعوں کو یہ جھوٹے الزامات کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے کیونکہ ان کی کتابیں اور تصنیفیں علماء کے مطالعہ میں ہیں لیکن تعجب تو اس بات پر ہے جو انہوں نے کہی اور انہیں اس کا خوف تک نہیں کہ لوگوں پر یہ جھوٹ دوپہر کے سورج کی طرح کھل جائے گا وہ بات یہ ہے جو انہوں نے کہی کہ "محدث نوری نے جن چیزوں کو قرآن میں نقص ہونے کے ثبوت میں پیش کیا ہے ان میں سے یہ سورہ بھی ہے جسے انھوں نے اپنی کتاب فصل الخطاب میں ص ۱۸۰ پر لکھا ہے اور شیعہ لوگ جسے سورۂ ولایت کہتے ہیں اس میں

حضرت کی ولایت کا ذکر ہے " یہاں تک کہ خطیب نے لکھا ہے کہ " جیسا کہ اس سورہ کو طبرسی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے ایرانی زبان میں لکھی ہوئی شیعوں کی کتاب " دبستان مذاہب" میں بھی یہ سورہ موجود ہے اس کتاب کے مصنف " محسن فانی کشمیری " ہیں اور ایران میں یہ کئی بار چھپ چکی ہے .

دیکھئے ان کے اس کلام میں کتنا کھلا ہوا جھوٹ اور بہتان ہے :-

پہلا جھوٹ :- فصل الخطاب میں نہ صفحہ ۱۸۰ پر اور نہ کسی دوسرے صفحہ پر شروع سے لے کر آخر تک خدا پر باندھے ہونے اس جھوٹے سورہ کا کوئی ذکر ہیں ہے جس کے بارے میں خطیب کا یہ کہنا ہے کہ "شیعہ اس سورہ کو سورۂ ولایت کہتے ہیں اس میں ولایت علیؑ کا ذکر ہے " .

"یا ایہاالذین آمنوا آمنوا بالنبی و الولی الذان بعثناھما یھدیانکہ الی الصراط المستقیم " .

دوسرا جھوٹ : اے خطیب یہ بتاؤ کہ ایرانی قرآن کا کیا مطلب ہے ؟ کیا تمہیں خدا سے شرم نہیں آتی ؟ یہ کون سا قرآن ہے جسے ایرانی جانتے تک نہیں اور ان کے خواص و عوام کے پاس یہ ہے بھی نہیں " محمد علی مسعودی مصری " کے علاوہ اس کی کسی کو اطلاع نہیں ہے جسے اس نے " براین " مسیحی کے پاس دیکھا ہے ؟

اے علماء ، اے انصاف والو ، اے اصلاح پرستو!

یہ کیسے جھوٹ ہیں ؟ یہ کیسی افتراء پردازیاں ہیں ؟

خطیب انکی کتاب کے ناشر " محمد نصیف " (جدہ کے رہنے والے) اور ان کے

جیسے لوگوں کے پاس اللہ کی بارگاہ میں کون سا عذر ہے ؟

ان جھوٹی باتوں کو پھیلانے اسے ان کا کیا ارادہ ہے ؟

اور اہل بیت کے شیعوں سے وہ کیا چاہتے ہیں ؟

اور ان قلموں سے جو اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچ رہا ہے اس سے غفلت برتنے میں اہل سنت کے علماء سربراہوں اور حکومتوں کے پاس کون سا عذر ہے کیا برادران اہل سنت میں کوئی ایسا نہیں ہے جو ان دونوں کو اس امر کی ہدایت کرے جس میں ان دونوں کی قوم کی اور مسلمانوں کی فلاح اور مصلحت پوشیدہ ہو ؟

مسلمانو ! پوچھ لو اپنے ان سنی بھائیوں سے جو ایران میں رہتے ہیں اور ان ہزاروں لوگوں سے جو ایران کی سیر کر چکے ہیں اور ہر ماہ اور ہر دن ایران میں ٹہلتے ہیں کیا تم نے اس قرآن کے علاوہ جو ساری دنیا میں مشہور ہے کوئی اور قرآن ایران میں پایا.

کیا تم انے اس قرآن کے علاوہ کہ جس میں کوئی شک نہیں ہے اور تمام مسلمانوں کا جس پر ایمان ہے کسی ایرانی کے پاس کوئی اور کتاب دیکھی جسے وہ وحی الهی سمجھتا ہو اور دن رات اس کی تلاوت کرتا ہو ؟

مگر : جب انسان کے پاس دین کم ہوتا ہے تو اس کے پاس حیاء بھی کم ہوتی ہے اور جسے جھوٹ بولنے کی عادت ہو اسے جھوٹ بولنے میں شرم بھی نہیں آتی اور جو یہ نہ سمجھتے کہ کیا بول رہا ہے یا جس نے اپنا دین دنیا کے عوض بیچ دیا ہو اور دشمنان اسلام کی خدمت کا بیڑا اٹھالیا ہو اسے دین کو بد نام کرنے اور قرآن پر طعنے

کسنے میں کوئی خوف نہیں محسوس ہوتا .

ایرانی قرآن مجید ، اسکی آیتوں ، اسکے کلموں اور اس کے حروف کا سب سے زیادہ احترام کرنے والے لوگ ہیں ان کی بازاریں ، مجلسیں ، ریڈیو ، ٹیلیویژن ، گھر ، مدرسے اور یونیورسٹیاں قرآن کی تلاوت سے گونج رہی ہیں ان کے ہر گاؤں اور ہر شہر میں تجوید قرآن قرآئت قرآن اور تفسیر قران کی تعلیم کے لئے مدرسے اور مکتب ہیں وہ قرآن کا علم حاصل کرنے کے لئے بڑا اہتمام کرتے ہیں اور اپنے .بچوں کو قرائت قرآن کا شوق دلاتے ہیں ان میں سے کسی ایک نے بھی اس قرآن کے بارے میں نہیں سنا جسے تم کہہ رہے ہو نہ قدیم زمانے میں اور نہ آج ان کا کوئی عالم بھی اس قرآن کی کوئی اطلاع نہیں رکھتا اور ان کے درمیان اہل .بحث و تحقیق نے بھی اس قرآن کو دیکھنے کا کوئی ادعا نہیں کیا .

ہاں ان کے بڑے بڑے کتب خانوں مثلاً مشہد مقدس کے آستان قدس وغیرہ کے کتاب خانوں میں قرآن کے قدیم ترین اور بہترین ایسے خطی نسخے محفوظ ہیں کہ جن کی کتابت کی تاریخ صدر اسلام سے جا ملتی ہے . ان میں سے بعض کی کتابت حضرت امیرالمؤمنین ؑ کی طرف ، بعض کی امام حسن مجتبیٰ ؑ کی طرف اور بعض کی امام زین العابدین ؑ کی طرف منسوب ہے ان قرآنی نسخوں میں رسم الخط کے علاوہ موجود قرن سے ذرا سا بھی اختلاف نہیں ہے یہاں تک کہ ایک حرف تک کا فرق نہیں ہے .

تیسرا جھوٹ : ان کا یہ قول کہ یہ سورہ کتاب " دبستان مذاہب " میں بھی لکھا ہوا ہے

جب کہ اس کتاب میں بھی اس سورہ کا کوئی ذکر نہیں ہے .

"دبستان مذاہب"

شیعوں کی کتابوں میں سے نہیں ہے

ان کی افتراء پردازیوں اور بہتان تراشیوں میں سے ایک کتاب " دبستان مذاہب " کا شیعوں کی طرف نسبت دینا ہے کہ کتاب قوموں اور مذہبوں کی تاریخ میں لکھی گئی ہے جس میں مؤلف نے ہر طرح کی جھوٹی سچی حق و باطل باتیں جمع کردی ہیں اس میں ایسے ایسے افسانے ہیں جن کی صحت کا عقل بھی انکار کرتی ہے اس کتاب کا اکثر حصہ مجہول و نامعروف لوگوں سے نقل ہے ان راویوں کے نام سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لوگ ہندوستان کے درویشوں میں سے تھے تحقیقی طور پر نہ اس کتاب کے مؤلف کا مذہب معلوم ہو سکا ہے اور نہ نام ہی مؤلف نے خود بھی اپنے نام و مذہب کو چھپایا ہے اسی لئے اس کتاب میں نہ مؤلف کا نام پایا جاتا ہے نہ اس کا مذہب جیسا کہ دیگر کتابوں میں یہ دستور ہوتا ہے کہ مؤلف کا نام و مذہب لکھ دیا جاتا ہے .

مؤلف کے نام کے سلسلہ میں اہل تحقیق کے مابین اختلاف ہے سرانجام "ملکم خان "نے کہا ہے کہ مؤلف کا نام " محسن کشمیری " ہے اور شاعری میں تخلص

"فانی" ہے اور کتاب "صبح گلشن" میں ان کی زندگی کے مختصر حالات ملتے ہیں لیکن اس میں ان کی اس تالیف کا ذکر نہیں ہے.

کتاب "مآثر الامراء" کے مؤلف سے نقل ہے کہ ان کا نام ذوالفقار ہے اور کہا گیا ہے کہ وہ ایک سیاح آدمی تھے اور گیارھویں صدی ہجری کے اواسط میں زندگی گزار رہے تھے.

بعض مستشرقین سے نقل ہے کہ بروکسل کے کتاب خانے میں ان کی کتاب کا ایک نسخہ موجود ہے جس میں ان کا نام "محمد فانی" لکھا ہوا ہے اور "کشف الظنون" میں ہے کہ کتاب دبستان مذاہب مؤبد شاہ مھتدی کی تالیف ہے جسے اس نے اکبر شاہ کے لئے لکھا تھا قزارستان کے مقدمہ سے منقول ہے کہ یہ کتاب مؤبد شاہ افراسیاب کی تالیف ہے.

اور یہ بھی کہا گیا کہ اس کتاب کے مؤلف کا نام کیخسرو ابن آذر کیوان ہے مگر ہمیں ان اقوال کا کوئی قوی ثبوت نہیں ملا نہ اس کتاب میں اور نہ دوسری کتابوں میں لیکن مؤلف کا مذہب تو وہ ان کی بعض عبارتوں سےء ظاہر ہوتا ہے جس میں انہوں نے یہ ذکر کیا ہے کہ وہ نبوتوں اور بعثت انبیاء کے معتقد نہیں ہیں ذرا دیکھئے ان کی وہ عبارتیں جو انہوں نے بحث ادیان میں لکھی ہیں اور دیکھئے ان کی نقل کی ہوئی ان مذہبی بحثوں کو جو عیسائیوں اور مسلمانوں کے مابین اور سنیوں اور شیعوں کے مابین ہوئی ہیں اور جو انہوں نے فرقوں کے مابین اختلاف کے سلسلہ میں لکھا ہے اس کتاب ایسی عجیب عجیب جھوٹی باتیں انہوں نے لکھی ہیں جو

کسی دوسری کتاب میں نظر نہیں آتیں پہلے انہوں نے اہل سنت کے مذاہب کے بارے میں لکھا ہے پھر مذہب شیعہ کے بارے میں ان کی بعض عبارتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا جھکاؤ مذہب اہل سنت کی طرف زیادہ تھا بعض شیعہ محققین نے انھیں زندیق (بے دین) اور ملحد تک کہا ہے حقیقت حال خدا جانے اور وہی دلوں کے راز سے واقف ہے .

ان سب باتوں کے باوجود خطیب کیسے کہہ رہے ہیں کہ وہ ایرانی شیعوں میں سے تھا ؟ پھر وہ بڑے یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ یہ کتاب محسن فانی کشمیری کی تالیف ہے ؟!!!

اور ایک عجیب بات جو زن سرمردہ کو بھی ہنسا دے ان کا دبستان مذاہب سے شیعوں کا عقیدہ کہہ کر یہ نقل کرنا ہے کہ قرآن سے ایک سورہ ساقط ہوگیا ہے یہ اس سورہ کے علاوہ جسے خطیب نے گڑھ کر اس کتاب سے نقل کیا ہے اور اس سورے کو انہوں نے نہ کسی کتاب کے حوالے سے نقل کیا ہے اور نہ کسی مجہول راوی سے ہی (اس سورہ کو فصل الخطاب میں اہل سنت کی کتابوں سے نقل کیا گیا ہے نہ شیعوں کی) یہ گڑھا ہوا سورہ بہت سی لفظی اور معنوی غلطیوں رکیک اور گھٹیا اسلوب و پیرایہ بیان پر مشتمل ہے جو بھی اس میں غور کرے گا وہ پہچان لے گا کہ یہ سورہ دشمنان اسلام کی من گڑھت ہے اور جو ذرا سا بھی کلام عرب کی معرفت رکھتا ہو وہ اس بات میں شکت نہیں کرسکتا کہ یہ ان کے بازاریوں کے معیار سے بھی گرا ہوا کلام ہے چہ جائیکہ ان کے فصحاء اور چہ جائیکہ کلام

خدائے تعالی .

بزرگ شیعہ عالم شیخ بلاغی نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں ان باتوں کی اچھی طرح وضاحت کی ہے آپ اس کا مطالعہ کریں اور اس کے بعد اس انسان کے بارے میں فیصلہ کریں جو دبستان مذاہب جیسی کتابوں کو اپنا مدرک بنائے یا ایسی ایسی رکیک باتوں کو اپنی کتاب میں جگہ دے . حاصل کلام یہ کہ قرآن میں ایک سورہ کے کم ہونے کے قول کی نسبت شیعوں کی طرف دینا محض جھوٹ ہے کسی ایک شیعہ نے بھی یہ نہیں کہا انکی روایات میں اس سورہ کا پتہ تک نہیں ہے جیسا کہ کتاب " دبستان مذاہب " کی نسبت بھی شیعوں کی طرف دینا کذب محض ہے اس کا نہ اس کتاب میں کوئی ثبوت ہے اور نہ کسی دوسری کتاب یں اور کسی شیعہ کا بھی اس کتاب پر اعتماد نہیں ہے.

پانچواں جھوٹ :- انکے کلام میں ہے کہ یہ کتاب ایران میں متعدد بار طبع ہوئی ہے اے کاش کہ میں جانتا کہ یہ انہیں کہاں سے معلوم ہوا ؟ اس کتاب کا کون سا نسخہ ایران میں چھپا ؟ ان چھاپ خانوں کے کیا نام ہیں جہاں یہ کتاب کئی کئی بار چھپی ؟ انہوں نے اس کے ایران میں چھپنے کی تاریخ اور دیگر خصوصیات کیوں نہیں لکھے ؟

کیا فائدہ ہے ایسے جھوٹوں سے ؟

ہاں کئی بڑے کتاب خانوں میں بڑی تلاش و کوشش کے بعد ہمیں تین مطبوعہ نسخے ملے .

پہلا نسخہ : بمبئی (ہندوستان) میں ١٢٦٤ھ میں چھپا.

دوسرا نسخہ : ١٢٦٧ھ میں چھپا مگر کہاں طبع ہوا اس کا ذکر نہیں ہے.

تیسرا نسخہ : بھی بمبئی میں ١٢٧٧ھ میں چھپا.

میرا گمان ہے کہ دوسرا نسخہ بھی ہندستان ہی میں چھپا ہوگا.

ان سب وضاحتوں کے بعد بھی خطیب نے کیسے کہا کہ یہ کتاب ایران میں کئی بار چھپ چکی ہے ؟ !!!

مستشرقین[2] استعمار[1] کے ایجنٹ ہیں .

تمام مسلمانوں کے لئے بلللکہ تمام مشرقی اقوام کے لئے سب سے بڑی بلاء و مصیبت یہ ہے کہ ان کے بعض جوان و تعلیم یافتہ اور روشن فکر افراد مغربی دانش مندوں مخصوصاً مستشرقین کے مقالوں اور انکی کتابوس سے فریب کھا جاتے ہیں اور مشرقی اور اسلامی مسائل کو سلجھانے کی خاطر مغربی تہذیب و ثقافت اور مغربی دانش مندوں کے آراء ونظریات پر اعتماد کرتے ہیں جب کے مستشرقین میں اکثرا ایسے افراد ہیں جو مشرق کے آداب و لغات صرف اس لئے سیکھتے ہیں تا کہ مسلمانوں کے درمیان اپنی ایک جگہ بنا سکیں ان کی راز کی باتیں جانیں اور ان میں تفرقہ اندازی کریں ان میں سے بعض مستشرق اسلام سے پہلے (زمانۂ جاہلیت) کی تہذیبوں کو مسلمانوں میں رواج دینا چاہتے ہیں اور دینی مراسم کو کمزور کرنا چاہتے ہیں اس کے

ذریعہ وہ چاہتے ہیں کہ مسلمان جاہلیت کی طرف پلٹ آئیں اور کافر امتوں کے وہ رسم و رواج پھر سے زندہ ہو جائیں جنہیں اسلام نے پوری طرح مٹادیا تھا ایران میں یہ لوگ کورش اور داریوش کی کہانیوں اور مجوسیوں کی رسوم و عادات ان کی عیدوں جیسے سدہ اور مہرجان و غیرہ کو رواج دیتے ہیں اور مصر میں فراعنہ مصر کی تاریخ اور موجودہ مصر کو قدیم مصر سے جوڑنے والی کڑیوں کی تحقیق کے لئے دانشمندوں کی کمیٹیاں بھیجتے ہیں.

اس فرہنگی کام کو وہ لوگ " فولکلور" کہتے ہیں یعنی ملکی اور قومی مطالعات کی ترویج قومی عادات و اطوار پر بحث اور گزشتہ زمانوں میں اقوام کے عقائد و افکار اور ان کی تھذیبوں اور واقعات و آثار کا مطالعہ وہ ادیبوں اور قلم کاروں کو بھولے ہوئے فرسودہ عقائد اور متروک رسوم و عادات پر بحث کرنے کی دعوت دیتے ہیں بعض جوانوں اور ضعیف العقل لوگوں کی ان کاموں میں ہمت افزائی کرتے ہیں اور اس طرح کی کتابیں لکھنے اور طبع کرنے کے لئے درہم و دینار اور ڈالر خرچ کرتے ہیں اور اپنے اہداف و مقاصد کی ترویج کے لئے صحیفوں ، مجلوں، اور رسالوں کے مدیروں کے قلم کرائے پر لیتے ہیں (مسلمانوں کے ساتھ استعمار کا یہ سب سے خطر ناک کھیل ہے)

اس سے صرف انکا مقصد اسلام سے پہلے(دور جاہلیت) کی تھذیبوں کو زندہ کرنا ، قومی تعصبات کو ہوا دینا اور مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرنا ہے آپ دیکھ رہے ہیں کہ استعمار کی ان غاصبانہ پالیسیوں کا مصر ، شام ، ایران ، عراق ، ترکی ، شمالی افریقا،

ہندستان اور انڈونیشیا کے کلچر پر کیا اثر پڑا اور بعض مستشرقین نے تو استعمار کے اہداف کو پورا کرنے اسلامی اتحاد کو کمزور کرنے قبائلی عصبیت کو ہوا دینے اور ایام جاہلیت والی نخوت و سرکشی کو جس سے اسلام بر سر پیکار رہا ہے پیدا کرنے میں اپنے قدم جمالئے ہیں اور سب سے بڑی بلاء یہ ہے کہ تاریخ و تشریع اسلامی کے مصادر اور دین قویم کے اہداف و مقاصد سے بعض بے خبر لوگ مستشرقین کے آراء و نظریات کو صحیح ترین آراء و نظریات کا درجہ دیتے ہیں اور بڑی خوشی کے ساتھ ان نظریات کو بطور دلیل و شاہد پیش کرتے ہیں بعض مستشرقین نے تو اسلامی موضوعات ، بزرگان دین کی تاریخ اور مشرق کی بڑی بڑی شخصیتوں پھر مستقل کتابیں اور مضامین لکھے ہیں ان کتابوں اور مضامین میں مسلمانوں کے نظریات کے خلاف ایک نقطہ کے علاوہ کوئی بات آپ نہیں پا سکتے لیکن ان ضخیم کتابوں کے لکھنے کا مقصد فقط اس ایک اختلافی نقطہ میں شبہہ پیدا کرنا اور کسی ایک حقیقت کا انکار کرنا ہے .

استاد عبدالوھاب حمودہ نے " من زلات المستشرقین "[۳] (مستشرقین کی لغزشیں) کے عنوان کے تحت ایک مقالہ لکھا ہے جس میں انہوں نے مستشرقین کی تکراری لغزشوں بیھودہ بیانیوں اور ضعیف روایات کا سہارا لیکر حیلہ گریوں کا ذکر کیا ہے اور جولڈ کی کتاب " العقیدہ والشریعہ" اور جیوم کی کتاب "الاسلام " پر تنقید کی ہے

بعض سادہ لوح انسان مستشرقین کے اقوال کو محض اس بناء پر اہمیت دیتے

ہنیں کہ وہ " براون "،" نولدکہ " " ہنری " " لانسون " اور " امیل در منغم " جیسے ناموں سے فریب کھا جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ بڑی عظیم شخصیتیں ہیں یہ بے عقل سمجھتے ہیں کہ ان ناموں کے پردے میں بلند حقائق اور صحیح آراء و نظریات پوشیدہ ہیں مگر یہ سب مشرق کو کمزور کرنے اور اسے مغرب کا غلام بنانے کے وسیلے ہیں یہاں تک کہ بعض فرزندان مشرق کا عقیدہ ہے کہ مستشرقین کے آراء و غربیوں کے نظریات کا مقابلہ کرنا اور انکی باتوں کو رد کرنا بہت سخت و دشوار کام ہے کیونکہ یہ لوگ انہیں تمام علوم و فنون میں مردان علم و اطلاع سمجھتے ہیں۔

یہ بیچارے مغربی لوگوں کو صنعتوں (ٹیکنالوجی) علم طب اور سرجری وغیرہ میں آگے دیکھ کر یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ تمام علوم میں آگے ہیں اور وہ مشرق کے حالات، فرزندان مشرق کی طبیعتوں، تاریخ اسلام اصول تشریع اور اسلامی فرقوں کے عقائد سے مسلمانوں کے علماء سے زیادہ باخبر ہیں ان کی سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ مستشرقین نے جو کچھ بھی اسلامی علوم اور تاریخی اطلاعات حاصل کی ہیں وہ مسلمانوں کے علوم میں غور و فکر کرکے اور ان کی کتابوں کا مطالعہ کرکے ہی حاصل کی ہیں (۴)۔

اس کے علاوہ مستشرقین مشرقی علوم کو حاصل کر کے فقط اپنی قوموں اور حکومتوں کی خدمت کرنا چاہتے ہیں ان کے علمی آراء و نظریات سیاسی اہداف و مقاصد سے خالی نہیں ہوتے کیا خطیب کی کتاب میں سب سے رکیک اور ناگوار بات

ان کا "براین" کے موجودہ قرآن کے نسخے " فوکن " کی کتاب اور فرانسیسی رسالے کا حوالہ دینا نہیں ہے ؟

(اگر خطیب اپنی نقل کی ہوئی ان باتوں میں سچے ہوں تو) کیا یہ اس بات پر شاہد نہیں ہے جو ہم نے کہا کہ بہت سے مستشرقین مشرقی علم حاصل کرکے صرف اپنی حکومتوں کی سیاست کے لئے راہ ہموار کرتے ہیں اور فقط یہ چاہتے ہیں کہ مغرب کی مشرق کے اوپر سردارری قائم رہے اور ان میں اختلافات پیدا کرکے وہ چاہتے ہیں کہ مشرقی امتوں مخصوصاً امت اسلامی کو قیادت و سرداری سے دور رکھا جائے ورنہ زبان عرب ، تاریخ اسلام اور شیعوں کی کتابوں اور مقالات کو جاننے اور سمجھنے والا کون ایسا مستشرق ہے جو یہ نہیں جانتا کہ اس سورہ ولایت کو گڑھ کر شیعوں کی طرف نسبت دی گئی اور یہ الفاظ عظمت قرآن کو کم کرنے کے لئے تراشے گئے ہیں اور شیعوں کو خدا پر باندھے گئے اس چھوٹے سورہ کا علم تک نہیں ہے (ہمیں تو لگتا ہے کہ) جیسے خطیب نے قرآن میں خدا کے اس فرمان کو پڑھا ہی نہیں " ان جائكم فاسق بنبئا فتبینوا ان تصیبوا قوماً بجهالة فتصبحوا على ما فعلتم نادمین " (یعنی اے ایمان دارو اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر لائے تو خوب چھان پھٹک لو (ایسا نہ ہو) کہ کسی قوم کو تم کچھ غلط بات کہہ بیٹھو پھر اپنے کئے ہوئے پر نادم ہو) .

حوالہ جات

۱۔ مستشرق اسے کہتے ہیں جو مشرق کا رہنے والا نہ ہو اور مشرق کے علوم و آداب و زبانیں جانتا ہو

۲۔ بحث و مطالعہ کرنے والوں پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ بعض مستشرق نے ہماری اسلامی میراث کو زندہ کرنے میں گراں قدر خدمتیں انجام دی ہیں یقیناً انہوں نے اپنے مقالوں تالیفوں اور واقعات کو نقل کرنے میں امانت داری کا ثبوت دیا ہے اور ہر طرح کی تحریف و تصرف سے اجتناب کیا ہے۔ بحث و تالیف سے ان کا مقصد صرف خدمت علم اور بیان حقیقت رہا ہے ان کی باتوں میں اپنے دین اور اپنی قوم کا تعصب بہت کم یا بالکل نہیں ہے ان میں سے بعض لوگوں سے اگر چہ کچھ لکھنے میں کوئی غلطی ہوئی ہے تو وہ فقط موضوع پر اچھی طرح غور نہ کرنے یا اس موضوع سے متعلق کتابوں کی کمی کے سبب ہوئی ہے تو اس طرح کے لوگوں پر حقائق کی غلط بیانی اور بحث میں خیانت کرنے کا اتہام نہیں لگایا جا سکتا

۳۔ رسالۃ الاسلام دسویں سال کا تیسرا اور چوتھا شمارہ

۴۔ مسلم و غیر مسلم تمام محققین کو اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ مسلمانوں کے ترقی میں پیچھے رہ جانے کا سبب ان کے فلسفے آداب و تاریخ کی کمزوری اور ان کے قوانین کا نقص نہیں ہے کیونکہ ان مسائل میں اسلام ان کا بہترین کفیل ہے لیکن مسلمان پیچھے اس لئے رہ گئے کہ انہوں نے علوم تجربی و مادی جیسے کیمیا طبیعیہ میکانیکیہ تطبیقی اور نظری وغیرہ کو سیکھنا چھوڑ دیا او صنعت گاہیں اور جنگی اسلحے انکے ہاتھوں میں نہیں رہ گئے کہ جس سے وہ اپنے دشمن کا مقابلہ کرتے جب کہ خدا نے فرمایا ہے کہ اپنے دشمنوں کے لئے جتنی قوت ہو سکے اکٹھا کرو۔

قرآن میں کمی اور زیادتی ہونے

کے سلسلہ میں وارد ہونے والی احادیث پر گفتگو

ہمارا یہ ارادہ نہیں ہے کہ ہم خطیب کو ترکی بہ ترکی جواب دیں اور نہ ہم ضعیف و غیر معتبر احادیث کو نقل کرنا چاہتے ہیں وہ احادیث چاہے شیعہ طریقوں سے وارد ہوئی ہوں یا سنی طریقوں سے اس خوف سے کہ شاید کوئی بے خبر یہ وہم کرے کہ ان احادیث کو نقل کرنے سے قرآن کی عظمت پر حرف آرہا ہے یا ہو سکتا کہ کوئی مستشرق یا عیسائی مشینری جسے تاریخ و حدیث میں کوئی ذوق نہ ہو ان احادیث سے سوء استفادہ کرے لیکن خطیب اور ان کے ہم مشربوں نے جو شیعوں پر بہتان تراشیاں کی ہیں اس کے بعد (اگر ہم ان احادیث کو نقل بھی کردیں تو) اس میں ہمارا کیا گناہ ہے اس لئے عنقریب ہم ان احادیث کے صریح الفاظ کو نقل نہ کرکے اختصاراً اہل سنت کی کتابوں میں ان احادیث کے مواضع کی طرف اشارہ پر اکتفاء کریں گے اور اللہ کی مدد اور قوت کا سہارا لیتے ہوئے ان کا جواب بھی دین گے تو ہم کہتے ہیں : کہ اس موضوع پر روایات کا نقل کرنا فقط

بعض شیعہ کتابوں کے ہی خصوصیات میں سے نہیں ہے جیسا کہ اس سے پہلے ہم بار بار لکھ چکے ہیں ان روایات کا نقل کرنا نہ شیعہ اور سنی اتحاد سے مانع ہے اور نہ اس کو بنیاد بنا کر شیعوں پر طعن کرنا ہی جائز ہے کیونکہ اس موضوع پر اہل سنت کے طریقوں سے وارد ہونے والی روایات بہت زیادہ ہیں اور ہم ان کے طریقوں سے وارد بعض ان روایات کا ذکر کر چکے ہیں ہیں جو قرآن میں پورا ایک سورہ کم ہونے پر دلالت کرتی ہیں بلکہ ان کے یہاں ایسی حدیثیں بھی ہیں جو یہ بیان کرتی ہیں کہ قرآن میں سورہ برائت جیسا طویل و سخت لہجہ والا ایک سورہ کم ہے اور بعض احادیث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ایک یا اس سے زیادہ آیتیں حذف ہوگئی ہیں اور قرآن میں رد و بدل ہوگئی ہے بلکہ بعض روایات تو یہاں تک بتاتی ہیں کہ قرآن میں اضافہ ہوا ہے (ثبوت کے لئے) ملاحظہ کیجئے الاتقان [۱]، مسند احمد بن حنبل [۲] صحیح بخاری [۳] (زنا سے حامل ہونے والی شوہر دار عورت کی سنگساری والا باب)، ابن عساکر کی تاریخ دمشق میں ابی بن کعب کے حالات میں [۴]، آمدی کی کتاب الاحکام [۵] تفسیر طبری میں آیہ " فما استمتعتم به منهن فآتوهن اجورهن " کی تفسیر میں [۶] اوراسی آیت کے ذیل میں تفسیر کبیر فخر رازی کی، صحیح بخاری کی کتاب تفسیر کے " النھار اذا تجلی " والے باب [۷] میں کتاب الاحکام [۸] کے اس بیان میں کہ ابن مسعود نے سورہ ناس اور فلق اورسورہ فاتحہ کے جزء قرآن ہونے سے انکار کیا ہے اور اس کتاب میں " بسم اللہ " کا ۱۱۳ سوروں کے شروع میں جزء قرآن ہونے کے سلسلہ میں اہل سنت کے علماء کے اختلاف کی تصریح

کی گئی ہے صحیح مسلم (۹) کی کتاب الذکاۃ کے باب " لو کان لابن آدم " میں اور کتاب فصل الخطاب میں اس سلسلہ میں ۹۰ سے زائد حدیثیں اہل سنت سے ذکر کی ہیں اور حضرت عمر سے آیہ رجم کے بارے میں میں مروی ہے کہ انہوں نے کہا: کہ اگر لوگوں کے یہ کہنے کا خوف نہ ہوتا کہ عمر نے کتاب خدا میں اضافہ کیا ہے تو آیۂ رجم کو میں خود قرآن میں بڑھا دیتا (۱۰)

شیعہ مورخ یعقوبی نے ذکر کیا ہے کہ یہ فقرہ عمر نے مرتے دم کہا تھا۔

ان روایتوں کے مضمون میں (جیسا کہ بعض شیعہ علماء کی تحقیق ہے) اضطراب و تناقض اور معانی میں اختلاف بہت سی صحیح روایتوں کی مخالفت اسلوب بیان کی پستی معانی کی کمزوری فقروں کا گھٹیا پن اور قرآن کی آیات سے عدم مشابہت جیسی چیزیں ہیں جو ہر اس شخص پر واضح ہیں جسے کلام عرب کے اسلوب بیان اور بلاغت کے قاعدوں سے ذرا سی بھی آشنائی ہو (۱۱) اب رہی شیعوں کے طریقوں سے وارد روایات تووہ بہت کم ہیں اور ان روایات کی کوئی قیمت نہ ہونے اور شیعوں کے معتبر اصول جیسے کتب اربعہ وغیرہ میں نقل نہ ہونے اور مسند یا دلالت یا دونوں اعتبار سے ضعیف ہونے کی بناء پر ان میں سے اکثر روایات کو آیتوں کی تفسیر اور ان کے مصادیق کے بیان پر حمل کیا جا سکتا ہے یا اس کے علاوہ ایسی باتوں پر بھی حمل کیا جا سکتا ہے کہ جسے عقل و عرف قبول کرتے ہیں اس کے علاوہ آپ ان کی احادیث میں کوئی روایات نہیں پا سکتے جو یہ بتاتی ہو کہ قرآن میں کوئی سورہ کم یا زیادہ ہے جیسا کہ اہل سنت کی روایات میں ہے اور آپ نے

شیعوں کے بڑے بڑے علماء کے اقوال بھی دیکھے اور ان کے نزدیک ان روایات کے احوال بھی یہ روایات ان کے نزدیک نظر انداز کر دینے کے لائق ہونے کے ساتھ ساتھ قطعی و متواتر روایات کے خلاف ہیں . یہ کچھ باتیں تھیں روایات سے متعلق اور ان باتوں سے ہماری غرض یہ تھی کہ خطیب اور بعض ایسے لوگوں کا کہ جنھیں اسلامی مسائل سے کوئی سرو دکار نہیں ہے شیعوں پر اعتراض کرنا بیجا ہے جب کہ ایسی ہی حدیثیں بلکہ اس سے کہیں زیادہ صریح اور بے پردہ حدیثیں اہلسنت کی کتب و صحاح میں موجود ہیں اور یہ عذر پیش کرنا کہ ان آیتوں (جن کا اہل سنت کی احادیث میں ذکر ہے اور قرآن میں موجود نہیں ہیں) کی تلاوت کرنا اور ان پر عمل کرنا یا فقط تلاوت کرنا منسوخ ہوگیا ہے فقط اس بات کا اعتراف کرنا ہے کہ جو کچھ قرآن کی حیثیت سے نازل ہوا تھا وہ ان دو دفتیوں کے مابین موجود قرآن سے زائد تھا جب کہ خبر واحد سے قرآن کے منسوخ ہونے کو ثابت کرنا غلط ہے بلکہ شافعی ان کے اکثر ماننے والوں اور اکثر ان لوگوں نے جو قرآن کے ظاہری الفاظ کو حجت جانتے ہیں قطعی طور پر کہا ہے کہ قرآن متواتر حدیث سے بھی منسوخ نہیں ہو سکتا اور اگر یہ عذر صحیح مان بھی لیا جائے تب بھی ان سے یہ مختص تو نہیں ہے کیونکہ وہ اور شیعہ اس مسالہ میں برابر ہیں لیکن تحقیقی جواب یہ ہے کہ ان دو دفتیوں کے مابین موجود قرآن سے زیادہ قرآن نازل ہی نہیں ہوا (جیسا کہ شیعہ محققین کی تحقیق ہے اور انہوں نے اس پر دلیلیں بھی قائم کی ہیں) نہ یہ کہ پہلے نازل ہونے کا اعتراف کیا جائے اور بعد میں تلاوت کے منسوخ

ہونے کا سہارا لیا جائے بہر حال ایسی روایات نہ قرآن کے دامن عظمت کو داغدار کر سکتی ہیں اور نہ ضرورت اسلام و اجماع فریقین و متواتر قطعی احادیث کے سامنے ٹھہر سکتی ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ اتقان سیوطی کی ج / ۱ ص / ۶۷، ۸۱۔ ج / ۲ ص ۵۲ ۲۶۔

۲۔ ج / ۵، ص / ۱۳۲۔

۳۔ ج / ۴، ص / ۱۲۵ طبع مصر سال ۱۳۰۴ھ اور ۱۳۰۵ھ۔

۴۔ ج / ۲، ص / ۸۸۲۔

۵۔ ج ۱ ص ۲۲۹۔

۶۔ ج / ۳، ص / ۱۵۲ طبع ۱۳۰۴ھ۔

۷۔ ابی بن کعب، ابن عباس سعید بن جبیر اور سعدی ان چاروں سے روایت کی ہے کہ یہ لوگ یہ آیت اس طرح پڑتے تھے " فمااستمتعتم منهن الی اجل مسمی فاتو هن اجو رهن "۔

۸۔ الاحکام فی اصول الاحکام ج/۱، ص / ۲۳۰، ۲۳۲۔

۹۔ ج / ۱، ص / ۳۸۶۔

۱۰۔ اتقان سیوطی ج / ۲، ص / ۲۶۔

۱۱۔ دیکھئے (مقدمہ تفسیر " آلاء الرحمن " علامہ مغفور شیخ جواد بلاغی نجفی کی)

مذہب شیعہ ہر اسلامی حکومت کی تائید کرتا ہے

خطیب نے صفحہ ۱۴ پر لکھا ہے : ایک بہت اہم حقیقت جس کی طرف ہم اسلامی حکومتوں کو توجہ دلانا چاہتے ہیں یہ ہے کہ مذہب شیعہ کہ جسے مذہب جعفری بھی کہا جاتا ہے کی بنیاد اس بات پر قائم ہے کہ نبی اکرمؐ کی وفات سے لے کر اس وقت تک حضرت علیؑ کو حکومت کے چند سال کے علاوہ ساری حکومتیں غیر شرعی و غیر اسلامی ہیں اور کسی شیعہ کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ ان حکومتوں سے دل کی گہرائیوں سے خلوص و محبت رکھے .

خطیب نے سارنگی میں ایک نئے ساز کا اضافہ کیا ہے تا کہ فتنے کی آگ بھڑکائیں اور حکموتوں کے سربراہوں کو شیعوں کے خلاف ابھاریں.

تو ان کا کہنا یہ ہے کہ تمام حکومتوں کو غیر شرعی سمجھنا شیعوں کے مذہب کی بنیاد ہے .

اس کا جواب یہ ہے کہ کیا اہل سنت (اور خطیب اگر اہل سنت میں سے ہوں)

ان حکومتوں کو جو اسلامی ملکوں میں قائم ہوئی ہیں سب کو شرعی حکومت سمجھتے ہیں ؟ کیا ان حکومتوں کو شرعی حکومتیں سمجھتے ہیں جن کی بنیادیں استعماریوں نے ڈالی ہوں ، جن حکومتوں کو اسلامی شعایر اور دینی قوانین کا کوئی پاس و لحاظ نہ ہو اور جن کا قیام سیاسی امور اور نظام حکومت کو اسلام سے جدا کرنے کے لئے ہوا ہو ؟

وہ حکومتیں کہ جنہوں اسلام کے اصولوں اور اس کے سیاسی ، اجتماعی ، نظامی اور آبادیاتی منصوبوں کو لغو قرار دے دیا، اسلام کو حکومت کے اختیارات سے بے دخل کر دیا ، مسلمانوں کے دشمنوں کے سامنے اپنے سروں کو جھکا دیا اور ذلت و رسوائی کا جوا اپنی گردنوں میں ڈال لیا یہاں تک کہ بعض حکومتوں نے تو سن ہجری کی اسلامی تاریخ کو سن عیسوی کی مسیحی تاریخ سے بدل دیا .

کیا ایک سنی ایسی حکومت کو شرعی حکومت سمجھتا ہے جس کا حاکم (جمال کورسل) جیسا کہ ایک ایرانی رسالے میں چھپا ہے [۱] یہ کہے کہ " اسلام اور مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی نمازوں ، اذانوں ، اور دعاؤں میں عربی زبان استعمال کرنے کی قید سے آزاد ہوں "؟

اور کیا ایسی حکومت کو شرعی سمجھتا ہے جس نے میراث اور طلاق وغیرہ کے اسلامی قوانین کو لغو قرار دے دیا ؟ مگر ہم شیعہ قوم ہر اس اسلامی حکومت کی تایید کرتے ہیں جو اسلامی کی خدمت کرے ، مسلمانوں کے مفاد و مصلح کی حفاظت کرے ، ان کے وقار و عزت و حقوق کا دفاع کرے اور انہیں کمزور کرنے اور ان سے بغاوت کرنے کو گناہ عظیم سمجھے شیعہ اسلام کے مفاد و مصلحت کی خاطر ہر اسلامی

حکومت کے ساتھ رعایت برتتے ہیں ۔ گذشتہ زمانے میں ان میں سے کسی نے بھی کسی حکومت پر محض اس بنیاد پر خروج نہیں کیا کہ اس حکومت کے ذمہ دار سنی مذہب سے تعلق رکھنے والے تھے اور نہ انہوں نے خلفاء و امراء کو نصیحت کرنا ترک کیا مخصوصاً ان امور میں جو اسلام کی قوت و شوکت اور غیروں پر مسلمانوں کی فتح و ظفر کا سبب ہوں ۔

حضرت علیؑ خلافت ابوبکر و عمر کے زمانے میں ان دونوں کے لئے بہترین ناصح تھے ، مشکل و پر خطر امور میں دونوں کو صحیح رای ومشورہ دیتے تھے ۔ اور آپ کے چاھنے والوں میں سے کئی صحابہ جیسے سلمانؑ، ابوذرؑ، مقدادؑ و عمارؑ وغیرہ نے ان دنوں حکومت کے امور میں خلفاء کا ہاتھ بٹایا ۔ اور خلافت عثمان میں بھی حضرت علیؑ ان کے لئے پر خلوص و با احتیاط ناصح رہے اور اگر عثمان نے آپ کی نصیحتوں پر عمل کیا ہوتا تو تاریخ اسلام کا آج کوئی اور ہی رخ ہوتا ۔

ہاں شیعہ یزید نواز حکومتوں کو شرعی حکومت نہیں سمجھتے جیسے کہ آل محمدؐ کے سلسلہ میں ہر ظلم و ستم اور ہر اس بدسلوکی کو جسے خدا و رسولؐ نے حرام قرار دیا ہے روا سمجھنے والی ظالم و طاغوتی حکومتوں کواور ان سے بغض و عداوت کرنے والے منافقوں کی حکومتوں کو شرعی حکومت نہیں سمجھتے اور نہ ہی اس حکومت معاویہ کو شرعی حکومت سمجھتے ہیں جس نے حضرت امیر المؤمنین علیؑ سے جنگ کی وہ علیؑ جن کے بارے میں ارشاد رسولؐ ہے کہ " یقیناً علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں اور وہ میرے بعد ہر مؤمن کے ولی و سرپرست ہیں (۲) " اور فرمایا کہ

" جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ مولا ہیں خدایا اسے دوست رکھ جو علیؑ کو دوست رکھے اور اسے دشمن رکھ جو علیؑ کو دشمن رکھے [۳] " اور فرمایا کہ " اے علیؑ تم کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰؑ سے تھی [۴] " اور حضرت علیؑ ، حضرت فاطمہؑ ، حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ سے مخاطب ہو کر فرمایا " جس سے تم لوگوں نے جنگ کی اس سے میں جنگ کرونگا اور جس نے تم لوگوں سے صلح کی اس سے میں صلح کرونگا [۵] " . وہ حکومت جس نے منبروں سے اعلانیہ حضرت علیؑ کو گالیاں بکیں . اور جنت کے سردار امام حسنؑ کو سازش کرکے زہرا دلوایا [۶] .

اور شیعہ فاسق و بد کار اور کھلم کھلا، برے کام کرنے والے ، کفر کی باتیں کہنے والے ، بنت رسول کے فرزند امام حسینؑ کے سر مبارک کو اٹھا کر خوشی میں مگن ہو کر ابن زبعری کے اشعار پڑھنے والے یزید پلید کی حکومت کو بھی شرعی حکومت نہیں سمجھتے جس کے حکم سے مسلم بن عقبہ نے مدینہ منورہ کو تین بار مباح سمجھ کر تاراج کیا ، بہت سے صحابہ کو قتل کیا ، مدینہ کو لوٹا اور اس شرافت سوز واقعہ میں کہ جس نے تاریخ کے صفحات کو سیاہ کردیا ہے ہزاروں کنواری لڑکیوں کی عصمت دری کی گئی یہاں تک کہ جب ان لڑکیوں کے یہاں بچے پیدا ہوئے تو وہ یہ بھی نہیں جانتی تھیں کہ ان بچوں کا باپ کون ہے اور جس نے کعبہ پر چڑھائی کا حکم دیا [۷] شیعہ نہ ان حکومتوں کو شرعی حکومت سمجھتے ہیں اور نہ غدار ، بدکار ، امربالمعروف سے روکنے والے اور شرابی و زانی عبدالملک کو حکومت کو شرعی حکومت

سمجھتے ہیں جس کے بارے میں سیوطی نے لکھا ہے کہ " اگر اس بدکاریوں اور بد عنوانیوں میں سے فقط یہی ایک بات ہوتی کہ اس نے حجاج جیسے ظالم و خبیث انسان کو مسلمانوں اور صحابہ کرام پر حاکم بنایا تو بھی اس کی رسوائی کے لئے کافی تھا وہ انہیں قتل کرے، مار پیٹ کر، گالیاں بک کر اور قید میں ڈال کر ہر طرح سے ذلیل و رسوا کرتا تھا اس نے صحابہ اور تابعین کی ایک کثیر تعداد کو موت کے گھاٹ اتارا اور ان کے علاوہ تمام انسانوں کا تو کوئی شمار ہی نہیں اور صحابی رسول " انس بن مالک " اور کئی صحابہ کی گردنوں پر مہر لگادی اس سے اس کا مقصد تھا کہ وہ جدھر جائیں لوگ انہیں دیکھ کر مذاق اڑائیں اور وہ ذلیل ہوں خدا اس پر رحم نہ کرے اور اس کو معاف نہ کرے [۸]۔

ہم ولید ابن یزید جیسے فاسق و شراب خوار اور قوانین خدا کی توہین کرنے والے انسان کی حکومت کو شرعی حکومت نہیں کہتے جس نے کعبہ کی چھت پر شراب پینے کے لئے حج کیا اور اس کے اس فسق پر لوگوں نے اس کو بہت برا بھلا کہا۔ اور یہ وہی خبیث ہے جس نے قرآن سے فال دیکھا جب یہ آیت نکلی کہ: " واستفتحوا وخاب کل جبار عنید " یعنی فتح چاہو اور ہر جابر و کینہ پرور رسوا ہوا۔ تو اس نے قرآن کو پھینک دیا اور اسے تیروں سے چھلنی کردیا۔ اور جو کچھ کہا وہ کہااور اس کے سلسلہ میں ایسے ایسے شرم ناک افعال کتابوں میں بیان کئے گئے ہیں [۹] کہ جو بھی ایسی حکومتوں کو شرعی حکومتیں سمجھتا ہے اس کے ماتھے پر اس کے ننگ و عار کا ٹیکہ لگا رہے گا ہم نہ ایسے افراد کی حکومتوں کے شرعی

ہونے کا فتوا دیتے ہیں اور نہ اکثر خلفاء عباسی اور جابروں کی حکومت کے شرعی ہونے کا کہ جنھوں نے علی الاعلان فسق و فجور کیا جیسا کہ علماء بھی منصور عباسی کی حکومت کو شرعی حکومت نہیں سمجھتے تھے اور انہوں نے یہ فتوا دیا کہ اس کی حکومت کے خلاف خروج کرنا جائز ہے جیسے مصری عوام نے فاروق کی حکومت کو غیر شرعی سمجھا اور ان سے حکومت چھین لی ۔ شیعہ اس حکومت کی کبھی تایید نہیں کرسکتے جو مسلمانوں میں فتنہ و فساد برپا کرے ، بنی امیہ کے ذکر کو زندہ کرنے کی پوری کوشش کرے استعمار کی خدمت کرے اور خبیث اور دشمن اسلام و مسلمین مسیحی مستشرق "ہنری لانس" کے راستے پر چلے ۔

اپنے محترم و عزیز قارئین سے ہم گزارش کریں گے کہ ذرا اس حدیث پر غور کریں ۔ جابر بن عبداللہ انصاری سے نقل ہے کہ نبی اکرمؐ نے کعب بن عجرہ سے فرمایا کہ " پناہ مانگتا ہوں میں اللہ کی بے عقلوں کی حکومت سے "کعب نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کا مطلب ہے ؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ " وہ حکام جو عنقریب میرے بعد ہوں گے جو ان کے پاس آیا اور ان کی جھوٹی باتوں کی تصدیق کی اور ظلم و ستم کرنے میں ان کی مدد کی تو نہ وہ مجھ سے ہے اور نہ میں ان سے ہوں ایسے لوگ حوض کوثر پر وارد نہ ہوں گے اور جو نہ انکے پاس آیا نہ ان کی جھوٹی باتوں کی تصدیق کی نہ ان کی ظلم و ستم کرنے میں مدد کی تو وہ مجھ سے ہے میں اس سے ہوں اور ایسے ہی لوگ میرے پاس روز قیامت حوض کوثر پر وارد ہوں گے " (۱۰)

اسد الغابہ (۱۱) میں ابی سلامۃ اسلمی سے نقل ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا " عنقریب تمہارے اوپر کچھ (دوزخ کے) امام مسلط ہوں گے وہ تم سے باتیں کریں گے تو تمہیں جھٹلائیں گے کچھ کریں گے تو گناہ کریں گے وہ تم سے اس وقت تک خوش نہ ہوں گے جب تک تم ان کے ہر برے کام کی تعریف نہ کرو اور ان کے ہر جھوٹ کی تصدیق نہ کرو تم ان سے حق کا برتاؤ کرو جب تک وہ حق سے راضی رہیں اور جب وہ حق سے منھ پھیر لیں تو تم ان سے جنگ کرو اور اس بات پر جو قتل ہو جائے وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں " اس حدیث کو بخاری، مسلم اور ترمذی تینوں نے نقل کیا ہے۔ اور ایک دوسری حدیث میں ان فقیہوں اور قاریوں کا حال بیان کیا گیا ہے جو ظالم حکام کے پاس آتے جاتے ہیں:- وہ حدیث یہ ہے " میری امت کے کچھ لوگ علم دین حاصل کریں گے اور قرآن کی تلاوت کریں گے اور یہ کہیں گے کہ ہم تو امیروں کے پاس آتے جاتے ہیں ان کی دنیا میں تو ہم حصہ لگالیتے ہیں اور اپنے دین کو ان سے بچائے رکھتے ہیں جب کہ ایسا ہونا ناممکن ہے جس طرح سے ببول کے درخت سے صرف کانٹے چنے جا سکتے ہیں اسی طرح ان امیروں کی قربت سے کچھ نہیں مل سکتا مگر.............. " راوی کا بیان ہے کہ لگتا ہے کہ اس سے مراد یہ تھا کہ مگر خطائیں۔

فیلسوف معرّۃ نے ان امیروں کے ساتھ امت کے حال کی دو شعروں میں کیا خوب ترجمانی کی ہے:

وہ کہتے ہیں " اب میرا قیام کم ہی ہے آخر کب تک اس قوم کے ساتھ بسر کروں کہ

جسکے حکام اس کے مفاد و مصلحت کے خلاف حکومت کرتے آئے ہیں انھوں نے رعایا پر ظلم کیا اورہر دھوکا دھڑی کو روا رکھا اور ان کے مصالح کا ذرا بھی پاس و لحاظ نہ کیا پھر بھی اس قوم کے لوگ ان کے مزدور بنے ہوئے ہیں"۔

ہر اسلامی حکومت کو شرعی حکومت ہونے کے لئے اور لوگوں پر اس کی تایید واجب ہونے کے لئے لازم ہے کہ وہ ایک متین بنیاد پر قائم ہو اور وہ اساس و بنیاد یہ ہے کہ وہ حکومت صالح ہو ، عادل ہو، اسلام کے پیغام کو دنیا میں نشر کرنے کا مرکز ہو ، اس میں اسلام کے اجتماعی ، سیاسی اور اقتصادی نظام پائے جاتے ہوں ، علم اور دین کے پرچم کو بلند کرنے میں کوشاں ہو ، حکومت کی باگ ڈور پاک اور ایمان دار ہاتھوں میں دے ، سب کے حقوق کو ادا کرے ، اسلام نے ہر شخص کو جو حریت و آزادی عطا کی ہے اس کا احترام کرے ، اس کے ذمہ دار افراد خادمان اسلام ہوں اور مسلمانوں کے حقوق کے محافظ ہوں .

شیعوں نے ہمیشہ اسلامی حکومتوں کی تایید کی ہے اور تمام مسلمانوں کے حقوق کا دفاع کیا ہے جتسا کہ انھوں نے عالمی استعمار کے خلاف اور بہت سی عالمی کانفرنسوں میں مسلمانوں کی حمایت کی عالم اسلام ، الجزائر ، پاکستان ، اور انڈونیشیا کے استقلال اور خود مختاری کے سلسلہ میں شیعوں کی کوششوں اور جنگ سوئز میں جمہوریہ عربیہ مصر کی حمایت کو فراموش نہیں کرسکتا جنگ سوئز میں مصر کی فتح پر شیعوں کو اگر اہل سنت سے زیادہ خوشی نہیں تھی تو کچھ کم بھی نہیں تھی .

حوالہ جات :-

۱۔ رسالہ "آرزو" (ایرانی) نمبر ۱۵، شہریور ۱۳۴۰ شمسی

۲۔ دیکھئے اس سلسلہ میں اسد الغابہ ۴ / ۲۷ اور ۵ / ۹۴ اور مسند احمد بن حنبل ۴ / ۴۳۷ اور ۵ / ۲۵۶ اور سنن ترمذی ۲ / ۲۹۷ اور مسند طیالسی ۳/ ۱۱۱ و ۳۶۰ اور حلیۃ الاولیاء ۶ / ۲۹۴ اور مجمع الزوائد ۹/ ۱۰۹ اور ۱۱۹ اور ۱۲۷ اور ۱۲۸ اور کنزالعمال ۶ / ۱۵۴ و ۱۵۵ و ۱۵۹ و ۳۹۶ و ۴۰۱ اور تاریخ بغداد ۳ / ۲۳۹، اور خصائص نسائی ص ۹ اور ۲۲ اور الریاض النضرۃ ۲ / ۱۷۱ اور ۲۰۳ اور الاصابۃ ۶ ق ۱ / ۳۲۵ اور مستدرک حاکم ۳ / ۱۱۱ اور ۱۲۴.

۳۔ دیکھئے سنن ترمذی ۲ / ۲۹۸ اور سنن ابن ماجہ ۱ / ۵۶ ۔ ۵۸ اور مسند احمد حنبل ج۱/ ۸۴ ۔ ۸۸۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹ ۔ ۱۵۲ ۔ ۳۲۰ ۔ اور ج۴ / ۲۸۱ ۔ ۳۶۸ ۔ ۳۷۰ ۔ ۳۷۲ ۔ اور ج ۵/ ۳۰۷ ۔ ۳۴۷ ۔ ۳۵۸ ۔ ۳۶۱ ۔ ۳۶۱ ۔ ۳۶۶ ۔ ۴۱۹ ۔ اور مستدرک ج ۲ / ۱۲۹ اور ج۳ / ۱۰۹ ۔ ۱۱۰ ۔ ۱۱۶ ۔ ۳۷۱ ۔ ۵۳۳ اور مجمع الزوائد ۹ / ۱۰۴ ۔ ۱۰۶ ۔ ۱۰۷ ۔ ۱۰۸ ۔ ۱۰۹.

میں کہتا ہوں :- حدیث غدیر اور حضرت ؑ کی فضیلت اور ولایت میں دوسری حدیثوں کو حدیث و تاریخ کی کتابوں سے ایک ایک کر کے گنوانا بہت مشکل امر ہے اور اگر آپ اس زیادہ حوالے چاھتے ہیں تو دیکھئے کنزالعمال، رایاض نضرۃ، اصابۃ، فیض القدیر، حلیۃ الاولیاء، مرقاۃ، خصائص، در منثور، تفسیر رازی، تاریخ بغداد، صواعق، اسد الغابہ، مشکل الاثار، کنوز الحقائق، جامع صغیر ۔ اور ابن عقدہ، ذھبی، ابی سعید سجزی، ابو جعفر محمد بن جریرین یزید بن خالد طبری، ابن الحداد حسکانی وغیرہ میں سے اہر ایک نے اس موضوع پر مستقل ایک ایک کتاب لکھی ہے دیکھئے گرانقدر کتاب "فتح الملک العلی بصحۃ حدیث باب مدینۃ العلم علی" کے مقدمہ کو اور ان کا خطبہ ص ۱۴ ۔ ۱۵ ۔ ۲۱ پر دوسری طباعت.

۴۔ دیکھئے صحیح مسلم کی کتاب فضائل الصحابہ ج ۷/ ۱۲۰ اور بخاری کی کتاب " بدء الخلق " باب مناقب علی ؑ میں ج ۲ / ۱۸۵ ۔ اور باب غزوہ تبوک ۳ / ۵۴ اور سنن ابن ماجہ ج۱ / ۱۵۵ اور مسند احمد ج ۱ / ۱۷۰ ۔ ۱۷۳ ۔ ۱۷۴ ۔ ۱۷۵ ۔ ۱۷۶ ۔ ۱۷۷ ۔ ۱۷۹ ۔ ۱۸۲ ۔ ۱۸۳ ۔ ۱۸۵ ۔ ۲۳۰ ۔ اور ج ۲ / ۳۰۹ اور ۳ / ۳۲۸ ج ۶/ ۳۶۹ ۔ ۴۳۸ اور مسند طیالسی ج ۱ / ۲۸ ۔ ۲۹ اور حلیۃ الاولیائ، خصائص، مشکل الاثار، تاریخ بغداد، اسد الغابہ، سنن ترمذی، مستدرک، طبقات، مجمع الزوائد، کنزل العمال، ریاض، ذخائر عقبی، تاریخ طبری، سیرہ ابن ھشام وغیرہ جیسی سیرت اور حدیث کی کتابیں.

۵ ۔ سنن ترمذی ج۲ / ۳۱۹ اور سنن ابن ماجہ ص ۱۴ اور مستدرک ج ۳ / ۱۴۹ اور اسد الغابہ ۵ / ۵۲۳ اور

مسند احمد ج۲ / ۴۴۲ وغیرہ

۶۔ مقاتل الطالبین ص ۴۷ اور شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید ۴/ ۱۷ طبع مطبع میمنیہ اور مروج الذہب ج۲ / ۳۰۳ اور نصائح کافیہ ص ۴۲ - ۴۳ .

۷ ۔ دیکھئے اس سلسلہ میں تاریخ الخلفاء اور تاریخ الیعقوبی اور طبری اور ابن اثیر اور ابن کثیر اور مروج الذہب اور تذکرۃ الخواص .

۸ ۔ تاریخ الخلفاء ص ۱۴۷ .

۹۔ مروج الذہب ج ۳ / ۱۴۹ ، تاریخ الخلفاء ۱۶۶ .

۱۰ ۔ مصابیح السنۃ ج ۲ / ۲۱۷ طبع محمد علی صبیح مصر

۱۱۔ اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۱۷ .

ناصبی کے معنی (جو آل محمد سے عداوت کرے)

خطیب نے صفحہ ۱۵ پر لکھا ہے "کتاب مسائل الرجال میں چند کتابوں کے حوالے سے محمد بن علی بن عیسیٰ کی امام علی نقیؑ کے ساتھ خط و کتابی نقل ہے پھر اس خط میں ناصبی کے سلسلہ میں جو سوال کیا گیا ہے اور امام نے جو اس کا جواب دیا اس کی اس کتاب میں توضیح کی گئی ہے اس سوال و جواب کے معنی سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ شیعہ حضرت عمر و حضرت ابوبکر پر طعن و تشنیع کرتے ہیں.

اور ایک انسان کو ناصبی اور دشمن اہل بیتؑ سمجھنے کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ شیخین کو آگے بڑھائے اور ان کی امامت کا اعتقاد رکھتا ہو"

یہ جو خطیب نے شیعوں پر افتراء کی ہے اور اپنی کتاب کو اس سے پُر کردیا ہے یا تو اس کا کوئی ماخذ و مصدر ہے اور یا کسی غیر معروف کتاب یا غیر معروف شخص اور شاذ و نادر عبارت کے علاوہ اس کا کوئی ماخذ و مدرک ہی نہیں ہے اور یا

یہ ایسا دعوا ہے کہ جس کی کوئی تایید نہیں کی جاسکتی مگر یہ کہ کوئی اپنی خواہش نفس کے موافق اس کی من مانی تفسیر کرلے یا یہ کہ اس بات کا کوئی ایسا ماخذ ہے جس میں وہ ساری خرابیاں پائی جاتی ہوں جن کا اوپر ذکر ہو چکا ہے .

اس بات کو کتاب مسائل الرجال سے نقل کیا گیا ہے جو ایک غیر معروف کتاب ہے بڑی تلاش و جستجو کے بعد بھی ہم اس کتاب کے مؤلف کا نام و پتہ نہ جان سکے . اور محمد بن عیسیٰ بھی ایک غیر معروف شخصیت ہے خطیب نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ صرف اس لئے کہ اہل سنت کو شیعوں کے خلاف بھڑکائیں ، نزاع و اختلاف کی آگ لگائیں ، مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کریں اور ان خوابیدہ فتنوں کو بیدار کریں کہ جن کا سارا فایدہ دشمنان دین کو حاصل ہوگا تو ان لچر باتوں کے ذکر سے امت کو کون سا فائدہ حاصل ہوگا جنھیں ماہ و سال نے پرانا کردیا اور زمانے نے بھلا دیا ؟ ان بحثوں کے چھیڑنے سے کیا فائدہ سوائے تفرقہ اندازی کے جسے اسلام نے سختی سے منع کیا ہے ؟ ہمارا ان اختلافی باتوں میں دل چسپی لینے سے کیا واسطہ ؟ ہمارا کوں سا گھاٹا ہے اگر ہم ان اختلاف کی صحیح توجیہ کرلیں ؟ کون سی ایسی چیز ہے جس نے خطیب کو اس بات کے لئے ورغلایا کہ وہ اس خط و کتابت سے ایسے بے تک کے معنی نکالیں کہ اس میں یہ سب خرابیاں نظر آئیں ؟ مسلمانوں کے درمیان دوریاں بڑھانے کی کوشش کا کیا فائدہ ہے ؟ اور اس کے بعد بھی کسی اصلاح پسند صاحب قلم نے مسلمانوں کے ان اساسی اور بنیادی مسائل پر کی جس کے سبھی فرقہ قائل ہیں اور ان اسلامی عقائد پر کہ جسے سب ہی قبول

کرتے ہیں کوئی کتاب کیوں نہ لکھی ؟ ایسے بنیادی مسائل ، و عقائد کہ جو اسلام میں فیصلہ کن معیار ہیں.

خطیب کو کس چیز نے اس سے روکا کہ وہ شیعوں کی معتمد کتابوں ، ان کی صحیح حدیثوں اور ان کے فقہاء کے فتوں کا جائزہ لیں تا کہ انھیں معلوم ہو کہ شیعوں کے نزدیک ان کی اصطلاح میں ناصبی سے مراد جیسا کہ ان کے اکابر علماء کا کہنا ہے وہ شخص ہے جو اہل بیت رسولؐ سے عداوت و دشمنی کرے ، انھیں برا کہنے اور ان سے بغض و کینہ رکھے (۱)

شیخ المحدثین محمد بن علی بن الحسین جن کا لقب صدوقؒ ہے (متوفی ۳۸۱ ھ) اور جو شیعوں کی چار حدیث کی ان کتابو میں سے ایک ہے جن پر فقہ شیعی کا اکثر مسائل بلکہ تمام مسائل میں دار ومدار رہے.

وہ اپنی کتاب " من لا یحضرہ الفقیہ " میں ارشاد فرماتے ہیں " جاہل لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مذہب شیعہ کا ہر مخالف ناصبی ہے جب کہ ایسا نہیں ہے (۲).

ان سب باتوں کے بعد بھی اس بحث میں ہم عام انداز اختیار کریں گے اس طرح سے کہ یہ واضح ہو جائے کہ کسی ایک کتاب میں کسی ایک حدیث کے لکھے ہونے کی بنا پر اس حدیث کو بنیاد بناکر احتجاج کرنا غلط ہے حتی اس کتاب کے مؤلف کے خلاف بھی اس حدیث کو بنیاد بناکر احتجاج کرنا غلط ہے حتی اس کتاب کے مؤلف کے خلاف بھی اس حدیث کو بنیاد بنا کر احتجاج نہیں کیا جاسکتا چہ جائیکہ مؤلف کے مذہب والوں کے خلاف کیونکہ حدیثوں کو نقل کرنا ،،جمع کرنا اور یاد کرنا ایک بات ہے اور حدیثوں کی سند و متن اور ان کے الفاظ کے معانی ، ملاحظہ کرنا اور

اس بات پر نظر رکھنا کہ ان حدیثوں میں سے کون سی عام ہیں کون خاص ، کون مطلق اور کون مقید اور کون سی ایک دوسری کی موافق ہیں اور کون سی معارض و مخالف ، ایک دوسری بات ہے .

اب ہم کہتے ہیں کہ اولاً :- اگر اہل سنت یا اہل تشیع کی کسی کتاب میں موجود ہر روایت ان کے خلاف ثبوت کے طور پر پیش کی جاسکتی ہے چاہے وہ روایت ان کے نزدیک معتبر نہ بھی ہو حتی اس کتاب کے مؤلف کے نزدیک بھی ان قواعد کی بنیاد پر جو حدیث و درایت و رجال کی کتابوں میں بیان کئے گئے ہیں تو اہل سنت کے خلاف شیعوں کے پاس زیادہ مضبوط ثبوت موجود ہیں کیونکہ اہل سنت اصول دین ، فروع دین ، اور صفات خدا کے سلسلہ میں اپنے طریقوں سے ایسی روایات پر اعتماد کرتے ہیں جو عقل و کتاب و سنت کے خلاف ہیں اور شیعہ اہل وسنت کے خلاف ان روایات کو بنیاد بناکر احتجاج کر سکتے ہیں اسی طرح سے شیعہ اہل سنت کے فرقہ متصوفہ سے تعلق رکھنے والے بعض مشایخ اور دوسرے علماء کے بعض ایسے بے بنیاد عقائد کو بنیاد بنا کر ان کے خلاف احتجاج کر سکتے ہیں کہ جن کا ہم ذکر نہیں کرنا چاہتے .

ثانیاً :- شیعہ حدیثوں پر اس وقت تک عمل نہیں کرتے جب تک ان احادیث کے راویوں اور نقل کرنے والوں کے حالات کا بغور مطالعہ نہ کرلیں اور یہ اطمینان نہ حاصل کرلیں کہ ہر طبقے کے راویان حدیث مؤثق اور معتبر ہیں یا علم اصول فقہ میں بیان کئے ہوئے دلائل و علامات کی رو سے حدیث کا کسی معصوم سے صادر ہونا

ثابت ہے اب اگر کوئی حدیث کسی دوسری حدیث کی مخالف ہو تو دونوں میں سے اسی کو اختیار کرتے ہیں جو کتاب خدا اور سنت رسولؐ کے موافق ہو اور ایسے مسائل کو حل کرنے کے لئے ان کے یہاں کچھ مستقل اصول ہیں جو صحیح و حسن و ضعیف حدیثوں میں تمیز پیدا کرنے میں ان کی دقت نظر اور کمال احتیاط پر شاہد ہیں حدیث کو معتبر اور حجت سمجھنے کے لئے ان کے یہاں یہ بات ضروری ہے کہ ان کے مذہب کے بڑے بڑے علماء اور ائمہ اہل بیتؑ کے ہم عصر یا ان کے عصر سے نزدیک شیعہ علماء نے اس حدیث پر عمل بھی کیا ہو تو اگر کوئی حدیث متروک ہو اور اس پر ان کے فقہاء نے عمل نہ کیا ہو یا ایک آدھ کو چھوڑ کر کسی نے اس پر عمل نہ کیا ہو اور اس حدیث کے مطابق فتوی دینے یا اس پر عمل کرنے سے مشہور فقہاء نے اعراض کیا ہو تو شیعہ ایسی حدیث کو معتبر نہیں سمجھتے اور اس کے ظاہری معنا کے مطابق فتوی نہیں دیتے . اب ایسے گروہ کے خلاف جس کا احادیث و اخبار پر عمل کرنے میں اتنا محتاط رویّہ ہو ہر اس حدیث کو جو ان کی حدیث کی کتابوں میں موجود ہو بنیاد بنا فکر احتجاج نہیں کیا جاسکتا چہ جائیکہ وہ حدیث جو ان کی کتابوں میں موجود ہی نے ہو تو یہ مناسب نہیں ہے کہ شیعہ یا غیر شیعہ کسی کو بھی محض اس بنیاد پر سزادی جائے اور ان کے خلاف فیصلہ کیا جائے کہ فلاں حدیث ان کی کتابوں میں موجود ہے قبل اس کے کہ اس کتاب کے احوال پر غور کریں ، یہ دیکھیں کہ اس حدیث کی سند اور متن صحیح ہے یا نہیں وہ حدیث اس فرقہ کے علماء کے نزدیخ مورد قبول ہے کہ نہیں اور انہوں نے اُس کو صحیح اور

معتبر مانا ہے یہ نہیں.

ثالثاً:۔ شیعوں کے نزدیک وہ حدیث جسے راوی نے خود پڑھ کر یا سن کر حاصل کیا ہو اس حدیث سے زیادہ صحیح اور معتبر ہے جسے راوی نے خط و کتابت کے ذریعہ حاصل کیا ہو کیونکہ بہت سے مواقع پر حدیث لکھنے والے کے خط کو پہچاننے میں غلطی کا امکان ہونے لکھنے والے کے خط کی تشخیص میں اطمینان نہ ہونے اور خط کی تشخیص میں راوی کی ذاتی رای اور اندازے کا دخل ہونے کے سبب حدیث پایہ اعتبار سے گر جاتی ہے ہاں اگر معتبر قرینوں سے یہ بات ثابت ہو جائے کہ یہ حدیث جو نقل کی جارہی ہے خود اس شخص کے ہاتھ سے لکھی ہوئی ہے کہ جس سے نقل کی جارہی ہے تو اعتبار حدیث میں کوئی کلام نہیں.

رابعاً :۔ اچھا یہ مان بھی لیجئے کہ کوئی شیعہ بعض صحابہ پر نکتہ چینی کرتا ہے اور انہیں برا بھلا کہتا ہے اور اپنے اجتہاد کی رو سے اس بات میں کوئی برائی بھی نہیں سمجھتا، کیا یہ بات سنی اور شیعہ اتحاد میں رکاوٹ ہے ؟ یا اس بات سے وہ ایمان کے دائرے میں باہر نکل جائے گا ؟ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ خدا ان صحابہ کا عذر قبول کرلے گا جنھوں نے نبی اکرمؐ کی بزم میں یا ان کی وفات کے بعد ایک دوسرے کو برا بھلا کہا آپس میں جنگیں کیں اور ایک دوسرے کے خلاف زنا، شراب خواری، قتلِ چوری، اور کفر کی گواہی دی [۳] مگر ان لوگوں کا عذر قبول نہیں کرے گا جنھوں نے اپنے اجتہاد اور شرعی دلیلوں پر عمل کرتے ہوئے بعض صحابہ کے کردار پر نکتہ چینی کی ؟ کیا نبیؐ کے زمانہ میں ایک دوسرے پر نکتہ چینی

کرنے والے صحابہ کی طرح یہ لوگ بھی معذور و ماجور نہیں ہیں ؟
کیا ان لوگوں کا عذر ان لوگوں کے عذر سے بڑھ کر قابل قبول نہیں ہے ؟
ابن حزم نے کتاب " الفصل ج / ۳ کے ص ۲۵۷ " پر لکھا ہے :۔ جس نے صحابہ میں سے کسی کو برا کہا اور وہ لاعلم ہو تو اس کا عذر قابل قبول ہے اور اگر اس پر یہ ثابت ہوگیا کہ اس صحابی میں وہ عیب نہیں تھا جس بنا پر اسے برا کہہ رہا تھا اور پھر بھی وہ شخص اس صحابی کو برا کہتا رہے بغیر اس کے کہ کوئی عناد و دشمنی رکھتا ہو تو وہ شخص گناہ گار و فاسق ہے لیکن اگر خدا و رسول سے عناد کی بناء پر کسی صحابی کو کوئی شخص برا کہے تو وہ کافر ہے حضرت عمر نے رسول اللہؐ کی موجودگی میں حاطب کے سلسلہ میں جو مہاجر اور جنگ بدر میں شریک تھے کہا اجازت دیجئے میں اس منافق کی گردن ماردوں ۔ تو حضرت عمر حاطب کو کافر بنانے کی وجہ سے کافر تو نہیں ہو گئے بلکہ اس مسئلہ میں انہوں نے تاویل کی اور اسمیں خطا کر گئے [۴] ابن حزم نے اسی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ: جو شخص اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب کا ماننے والا ہو جب کہ اس تک اسلام کا پیغام پہنچ چکا ہو تو وہ کافر ہے اور اہل اسلام میں سے اگر کسی نے کسی مسئلہ میں تاویل کی اور اس تاویل کرنے میں اس سے خطا ہو گئی تو اگر اس پر اپنی خطا ثابت نہ ہوئی اور حق بات واضح نہ ہوئی تو وہ خدا کے نزدیک معذور ہے ! اور حق تلاش کرنے اور اسے حاصل کرنے کی کوشش کے صلہ میں اسے ایک اجر ملے گا اور اس کی خطا بخش دی جائے گی [۵].

ایک دوسری جگہ لکھا ہے کہ : اور شیعوں کے مذہب میں سب عمدہ اور پر مغز بحثیں امامت اور اصحاب نبیؐ کے درمیان تفصیل کے سلسلہ میں ہیں س کے علاوہ بقیہ مسائل میں ان کے یہاں بھی ویسے ہی اختلاف ہیں جیسے دوسروں کے یہاں[۶].

اس میں کوئی شک کی گنجائش نہیں کہ شیعوں نے امامت اور اصحاب نبیؐ کے ایک دوسرے افضل ہونے کے سلسلہ میں جو کچھ کہا ہے وہ ان دلیلوں کی بنیاد پر کہا ہے جو کتاب و سنت میں موجود ہیں.

اور اگر غیروں کا یہ گمان ہو کہ شیعہ اس سلسلہ میں خطاء پر ہیں تو بھی بہر حال ان کا عذر قابل قبول ہے اور خدا کی طرف سے وہ اجر و ثواب کے حقدار ہیں.

اس موضوع کی مزید وضاحت آنے والی بحثوں میں انشاء اللہ ہوگی اور خدا ہی صحیح بات کی ہدایت کرنے والا ہے.

حوالہ جات :-

۱۔ دیکھئے کتاب "المعتبر" اور "تذکرہ الفقہاء" اور "المنتھی" وغیرہ.

۲۔ "من لا یحضرہ الفقیہ" ج ۳ / ۲۸۵.

۳۔ دیکھئے : واحدی کی "اسباب النزول" ص ۱۱۸ اور مسند احمد حنبل ج۲ / ص ۴۳۶ اور کتاب الشفاء کی قسم رابع کا باب اول. اور قدامۃ ابن مطعون کے حالت میں "استیعاب" اور ابو حریرہ کے حالات میں طبقات ابن سعد اور مالک بن نویرہ کو خالد کے قتل کے حادثہ کو تاریخ کی کتابوں میں یہ دونوں صحابی رسول تھے. اور خالد بن ولید نے مالک بن نویرہ کو قتل کرنے کے بعد اسی سب میں مالک کی زوجہ سے زنا کیا.

۴۔ القاب الفصل لابن حزم ج ۳ / ۲۸۷. (پہلی طبع).

۵۔ کتاب الفصل ج ۳ / ص ۲۵۸.

۶۔ کتاب الفصل ج ۳ / ص ۲۱۳.

مفاتیح جنان کی ایک دعا

خطیب نے ص ۱۵ پر " مفتاح الجنان " نام کی ایک کتاب سے ایک دعاء نقل کی ہے پھر اس دعا کے خود ہی سے ایسے معنی و مطالب نکالے ہیں جن سے صحابہ کی توہین ہوتی ہے اور کہا ہے کہ " مفتاح الجنان " کا شیعوں میں وہی مرتبہ ہے جو دلائل الخیرات [1] کا اسلامی سماج میں ہے .

ہم نے اس دعاء کو شیعوں کی کسی اہم کتاب میں نہیں پایا اور نہ کسی بزرگ عالم سے اس دعا کو سنا . نہ اس دعاء کو کسی شیعہ کو پڑھتے سنا اور نہ خطیب کی اس کتاب کے علاوہ کسی کتاب میں دیکھا جس کتاب کا انہوں نے ذکر کیا ہے نہ وہ شیعوں کی معتبر کتابوں میں سے ہے اور نہ ان کے نزدیک اس کتاب کی کوئی شان و منزلت ہے ہم نے بہت سے کتاب خانوں میں اس کتاب کو تلاش کیا نہ یہ کتاب ہمیں نظر آئی اور نہ فہرست کی کتابوں میں اس کا کوئی نام و نشان ملا .

ہاں شیعوں کے یہاں دعاؤں کی ایک کتاب پائی جاتے ہے جس کا نام اس کے

مؤلف شیخ عباس محدث قمیؒ نے " مفاتیح الجنان " رکھا ہے اس کتاب میں وہ دعاء موجود نہیں ہے اس کتاب میں کتاب " مفتاح الجنان " پر شدید طعن کیا گیا ہے اور شاید یہی وہ کتاب ہے جس کا خطیب نے ذکر کیا ہے اور اگر یہ کتاب کسی شیعہ کی لکھی ہوئی ہے تو یقیناً اس میں کمی زیادتی اور الٹ پھیر کیا گیا ہے محدث قمی ؒ کا بیان ہے کہ اس کتاب میں بعض ایسی چیزیں بڑھادی گئی ہیں جو دعاؤں کی معتبر کتابوں میں موجود نہیں ہیں یقیناً یہ اضافے جھوٹی دعائیں گڑھنے والوں کی طرف سے ہوئے ہیں اور محدث قمیؒ نے "مفتاح الجنان" کی اضافہ کی ہوئی اور بے مدرک دعاؤں کو حذف کرنے کے لئے ہی کتاب " مفاتیح الجنان " لکھی تھی بہر حال ہمارے ہاتھوں میں جو شیعہ کتب موجود ہیں ان میں اس دعاء کے سلسلہ میں کوئی روایت نہیں ہے اور شیعہ جو دعائیں پڑھا کرتے ہیں وہ اہل بیتؑ کی تعلیم کی ہوئی ہیں .

اور جو شیعوں کو ان کی دعاؤں کے آئینے میں دیکھنا چاہتا ہے اس کے لئے لازم ہے کہ وہ شیعوں کے بزرگ علماء جیسے شیخ طوسیؒ، سید ابن طاؤسؒ وغیرہ کی دعاؤں میں لکھی ہوئی کتابوں کو دیکھے .

انہوں نے اپنی حدیث کی کتابوں میں بھی دعاؤں کے لئے ایک مخصوص باب رکھا ہے اس میں بھی اس دعاء کا کوئی نام و نشان نہیں ہے یہ دعائیں فصیح ترین الفاظ اور بلیغ ترین عبارتوں میں بلند مطالب و معارف ، اخلاق اسلامی اور آداب اجتماعی پر مشتمل ہیں ایسی دعائیں جو اخلاق کو مھذب کرتی ہیں ، آئینۂ روح کو جلا

بخشتی ہیں ، نفسوں کو معراج کمال تک پہنچاتی ہیں اور انھیں مادی آلائشوں سے پاک کرتی ہیں اور شعور اسلامی کو بیدار کرتی ہیں، پڑھ کر دیکھ لیجئے وہ دعا جسے امام زین العابدینؑ نے ابو حمزہ ثمالیؒ کو تعلیم فرمایا ہے اور وہ دعاجسے ہمارے آقا امیرالمؤمنینؑ نے کمیل بن زیادؒ کو تعلیم فرمایا ہے اور وہ دعا جسے سیدالشہداء امام حسینؑ نے عرفہ کے دن میدان عرفات میں پڑھا تھا .

صحیفہ سجادیہ اور دوسری دعاؤں کا مطالعہ کیجئے تو آپ کو اندازہ ہو کہ شیعوں کے پاس دعاؤں کی کتنی علمی و روحانی دولت ہے اور آپ بھی یہ جان جائیں کہ خطیب اور ان کے جرگے والے جو شیعوں کو دعاء صنمی قریش کو نبیاد بنا کر برا کہتے ہیں ان علم و معرفت سے شرسار دعاؤں کو نظر انداز کردیتے ہیں اور اس سے ان کا مقصدصرف یہ ہوتا ہے کہ گڑے ہوئے فتنوں کو جھوٹ بول کر ابھاریں اور غیروں کے لئے مسلمانوں کے راز فاش کریں .

شیعوں پر مجوسیوں

(آتش پرستوں) کی طرف داری کا الزام

خطیب نے ص ۱۶ پر لکھا ہے :- ایران میں مجوسیت کی آگ کو بجھانے والے اور شیعوں کے بزرگوں کو دائرہ اسلام میں لانے جوالے حضرت عمر بن الخطاب سے شیعوں نے دشمنی اور کینہ کی انتہاء کردی کہ ان کے قاتل ابولؤلؤ مجوسی کا نام انہوں

نے بابا شجاع الدین رکھا اور علی بن مظاہر نے جو ان کے رجال حدیث میں سے ہیں احمد بن اسحاق قمی احوص سے جو شیعوں کے شیخ اور نمائندہ ہیں روایت نقل کی ہے کہ : عمر بن الخطاب کے قتل کا دن عید اکبر کا دن ہے ، فخر و مباہات کرنے کا دن ہے ، عظمت و احترام کا دن ہے ، زکات عظمیٰ کا دن ہے ، برکت کا دن ہے اور سلام کلام کا دن ہے .

فرقہ شیعہ مسلمانوں کا ایک بہت بڑا گروہ ہے جو اسلامی ممالک میں اور اسکے علاوہ ، سوریا ، لبنان ، امارات ، خلیج ، سعودی عرب، افغانستان ، ہندوستان ، پاکستان ، ایران ، یمن ترکی ، تھائی لینڈ ، انڈونیشیا ، ملیشیا، اوقیانوسیا، برمہ اور ایشیاء ، یورپ ، اور آمریکا کے تمام ملکوں میں پھیلا ہوا ہے ان ملکوں میں رہنے والے اکثر مسلمانوں کے باپ دادا بڑے بڑے انصار و مھاجرین و تابعین میں سے تھے ان میں سبھی خاندانوں کے قدیم بزرگ ایرانی نسل کے ہی نہیں تھے جو یہ کہا جائے کہ انھوں نے ایرانی مجوسیوں کی طرفداری اور خلیفہ کی عداوت میں ابو لؤلؤ کا نام بابا شجاع الدین رکھا ہے .

ایران میں مجوسیت کی آگ کو بجھانے والا وہی تھا جس نے عرب ملکوں میں اور دوسرے اسلامی ملکوں میں کفر و شرک اور بت پرستی کی آگ بجھائی اور ایرانیوں کے آباء و اجداد کا دائرہ اسلام میں داخل ہونے کا وہی سبب تھا جو صحابہ اور غیر صحابہ سبھی مسلمانوں کا دائرہ اسلام میں داخل ہونے کا سبب تھا اور وہ مجوسیت کی آگ کو بجھانے والا اور دنیا کو اسلام کے لشکر میں داخل کرنے والا رسول اعظم ، فخر

موجودات حبیب خدا محمد مصطفیٰ ؐ کے علاوہ کوئی نہیں تھا کہ جو تمام انسانوں کے لئے رسول بنا کر بھیجے گئے تھے اللہ نے جنھیں عالمین کے واسطے رحمت بنایا اور سرمایہ ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اسے تمام ادیان پر غالب کردے .

اور رسول اعظم ؐ شیعوں کے نزدیک اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ با عظمت و با عزت و محبوب ہیں اور جس کے دل میں آپ کے لئے ذرہ برابر اس سے بھی کم بغض و عداوت ہو تو ان کے نزدیک وہ کافر اور دائرہ اسلام سے باہر ہے .

بت پرستی ، آتش پرستی اور ہر طرح کے کفر و شرک کی آگ کو بجھانے کے لئے رسول اللہ ؐ کی مدد و نصرت کرنے میں سب سے بڑا حصہ آپ کے ان اصحاب با وفا کا ہے جو سابقین و اولین کے زمرہ میں تھے وہ مہاجرین و انصار جنھوں نے ہر کڑے سے کڑے اور دشوار سے دشوار وقت میں اور میدان جنگ میں صبر و استقامت سے کام لیا اپنی جانوں کو اللہ کے رسول کی خاطر فدا کردیا انھوں نے اللہ کی راہ میں جھاد کیا کافروں کو قتل کیا اور بڑی جوان مردی کے ساتھ قتل ہو کر رحمت خدا سے ہمکنار ہوگئے .

جیسے دجانہ انصاری ؑ ، سیدالشھداء حمزہ ؑ ، جعفر طیار ؑ ، اور اسلام کے قہرمان اس کے سب سے بڑے مجاھد ، مرد حق و فداکاری ، میدان جنگ کے شھسوار اور کفر و شرک کے بتوں کو توڑنے والے ..... شیر خدا حضرت علی بن ابی طالب ؑ ہر تاریخ دان یہ اچھی طرح جانتا ہے کہ نبی اکرم ؐ کی وفات کے بعد مسلمانوں کی فتوحات کا سب سے بڑا سبب ان مجاھدوں کا رسالت پر پختہ ایمان ، عقائد میں اخلاص ، نیتوں

میں صدق وصفا ، ارادوں کی قوت ، دشمن کے مقابل صبر و ثبات ، جذبۂ شہادت ، و فداکاری اور خدا کی راہ میں جہاد کرنا تھا .

یہ فتوحات دین کی فتوحات . . . . ایمان و عقیدہ کی فتوحات ، محمدی تربیت کی فتوحات اور امت اسلامی کی فتوحات تھیں . یہ فتوحات کسی ایک شخص یا کسی ایک قوم سے ہی مخصوص نہیں کی جا سکتیں کیونکہ یہ فتوحات سکندراور ناپلئون جیسے جابر و ظالم بادشاہوں کی فتوحات کے مانند نہیں ہیں کہ جن کا مقصد فقط لوگوں کو غلام بنانا ، حکومت و اقتدار کو وسعت دینا اور زمینوں کو غصب کرنا تھا یہ فتوحات اسلحہ کی فراوانی مال و زر کی بہتات اور فوجوں کی کثرت کے بل پر نہیں بلکہ ایمان کی قوت اللہ پر بھروسہ اس کی نصرت پر یقین اور اس یقین کے بل پر حاصل ہوئی تھیں کہ زمین اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاھتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے اور اچھا انجام پرہیزگاروں کا ہے .

اب رہا ایرانیوں کے بزرگوں کا اسلام قبول کرنا . تو یہ کوئی جبراً و اکراہاً تو تھا نہیں کہ اس کی وجہ سے ایرانی ان لوگوں سے کینہ و عداوت رکھتے جنھوں نے انھیں دائرہ اسلام میں داخل کیا بلکہ وہ لوگ تو اپنی خوشی اور اپنے اختیار سے مسلمان ہوئے تھے .

یقیناً اسلام کے پیغام کی سچائی شرک کی آلودگیوں سےاس کا پاک ہونا اس کے احکام و شرائع کی عظمت اور اس کی تعلیمات کی ہمہ گیری تھی ، جس نے اسلام کے لئے ایرانیوں کے دلوں کو کھول دیا .

اسلامی عقیدہ پر ان کی ثابت قدمی ابتداء سے لے کر آج تک ان کا اسلام سے تمسک اور اسلام کے لئے ان کی گرانقدر خدمتیں جیسا کہ آگے آنے والے صفحات میں ان کی طرف اشارہ کیا جائے گا تاریخ اسلامی میں جلی حرفوں سے ثبت ہیں۔

خطیب ایرانیوں پر بھتان لگا رہیں ہیں اور ان پر مجوسیولںیوں کی طرفداری کا الزام لگا رہے ہیں مگر وہ علی ابن ابی طالبؑ سے منافقوں کے بغض و کینے کو بھولے جارہے کیونکہ حضرت علیؑ نے خدا کی راہ میں انکے باپ دادا، فرزندوں اور اعزہ و اقارب کو قتل کیا تھا۔

انھیں بنی امیہ اور دوسرے دشمنان اہل بیت کا اسلام و حضرت علیؑ سے کینہ یاد نہیں رہ گیا انھوں نے مسلمانوں کے درمیان ہونے والے خون ریز فتنوں کا سبب ان منافقوں کے کینے کو قرار نہیں دیا کہ اسلام بھی جن کے دلوں سے ایام جاہلیت والی عصبیت و نفرت نہ نکال سکا اور انکے دل نبیؐ و اہل بیتؑ و اسلام کے بھادر مجاہدوں کے بُغض و کینے سے بھرے ہی رہ گئے جن کی تلواروں اور جھادوں کو اللہ نے کلمہ اسلام کی بلندی کی ضمانت اور کلمہ کفر کی پستی کا سبب قرار دیا۔

مسعودی نے ۲۱۲ھ کے حوادث میں ماموں کا لوگوں کو منبروں سے معاویہ پر لعنت پڑھنے کا حکم دینے کے اسباب کا جو ذکر کیا ہے اسے پڑھئے تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ ان منافقوں کو رسول اللہؐ اور اہل بیتؑ سے کتنا کینہ تھا (۲)۔

بہر حال مؤمنین سب آپس میں بھائی بھائی ہیں ایرانی و عربی اور گورے اور کالے میں کوئی فرق نہیں ہے مگر پرہیزکاری کی بنیاد پر۔

خدا ارشاد فرماتا ہے " ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم " (تم لوگوں میں سب سے زیادہ عزت دار وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے).

اور خطیب نے جو علی بن مظاہر کی روایت کا ذکر کیا ہے تو یہ روایت متن و سند دونوں اعتبار سے ضعیف ہے ہم نے اس روایت کو نہ حدیث کی کتابوں میں پایا اور شیعوں کی دوسری معتبر کتابوں میں.

جیسا کہ ہم کو علی بن مظاہر جنھیں خطیب نے شیعہ راویوں میں شمار کیا ہے کے حالات نہ رجال کی کتابوں میں ملے اور نہ دوسری جگہ. گمنام راویوں سے ایسی روایتیں حدیث کی بعض ایسی بڑی کتابوں میں بعید نہیں کہ موجود ہوں جن کے مؤلفوں نے روایات کو ان کی سندیں پرکھے اور متنوں کی تحقیق کئے بغیر فقط انہیں جمع کر دیا ہے اہل سنت کی کتابوں میں بھی اس طرح کی حدیثیں آپ پا سکتے ہیں.

تو ان احادیث کو بنیاد بنا کر کسی شیعہ یا سنی کی گرفت کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ دونوں فرقوں کے علم حدیث کے ماہرین کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور خطیب نے یہ جو کہا ہے کہ ابو لؤلؤ مجوسی تھا تو یہ تاریخ میں ثابت نہیں ہے بلکہ کہا گیا ہے جیسا کہ ذھبی اور طبری سے نقل ہے کہ وہ حبش کا نصرانی تھا.

ایک روایت میں ہے کہ وہ مجوسی تھا اور ابو الزناد کا چچا تھا جو مدینہ میں اہل سنت مذہب کا عالم تھے اور علم حساب و فرائض و فقہ و حدیث و شعر میں ان کے امام تھے ابولؤلؤ مغیرۃ بن شعبہ کا غلام تھا اور یہ بات کہ آیا اس نے مدینہ کے قیام کے دوران اسلام قبول کیا تھا یا بعد میں؟ ظاہر یہی ہے کہ اس نے مدینہ کے قیام

کے دوران اسلام قبول کرلیا تھا کیونکہ رسول اللہؐ کے کفار و مشرکین کو مدینہ اور مکہ سے باہر نکال دینے کا حکم دے دیا تھا اب اگر وہ خلیفہ کے زمانے تک کافر رہتا تو خلیفہ کی جانب سے اسے کبھی بھی مدینہ میں قیام کرنے، مسجد نبیؐ میں داخل ہونے اور نمازیوں کی صفوں میں کھڑے ہونے کی اجازت نہ ہوتی [۳].

اس کے باوجود اگر کوئی شخص رسول اللہؐ کی محبوب دختر فاطمہ زہراء سیدہ نساء عالمینؑ سے محبت و عقیدت رکھتا ہو اور ان کا بے انتہاء چاہنے والا ہو اور اس نے نظام کی بات [۴] سنی ہو یا ابن قتیبہ وغیرہ کی کتاب [۵] پڑھی ہو (کہ ابو بکر کی بیعت والے دن عمر نے حضرت زہراءؑ کے بطن مبارک پر ایسی ضرب لگائی کہ حضرت محسنؑ جو آپ کے بطن میں تھے شہید ہوگئے) تو اس نے عمر کے اس ظلم سے متاثر ہوکر ان کے قاتل ابولؤلؤ کا نام بابا شجاع الدین رکھ دیا جیسا کہ خطیب کو غلط فہمی ہے تو یہ بات نہ اس کو دائرہ ایمان سے نکال دے گی اور نہ اسے فاسق و گناھگار کہنا ہی درست ہے اگر چہ اس نے اپنے اجتھاد پر عمل کیا ہو بلکہ اگر ان کے قاتل کا اسلام ثابت ہوجائے اور حق سے عناد اور اسلام سے دشمنی رکھنے پر اگر کوئی قرینہ اور ثبوت نہ ہو تو اسے بھی کافر کہنا جائز نہیں ہے.

بلکہ اس کا حضرت عمر کو قتل کرنا اپنے غم و غصہ کی تشفی کے لئے تھا کیونکہ انھوں نے اس کے خراج میں اضافہ نہیں کیا تھا اور مغیرہ کے مقابل اس کے ساتھ انصاف نہیں برتا تھا.

مسلمانوں نے عثمان پر یورش کرنے والے صحابہ وغیرہ کو کافر نہیں کہا اور نہ

ان کے قاتلوں کی تکفیر کی اور نہ کسی سنی نے عمران بن حطان ناصبی کو کافر بنایا و جس نے اولین و آخرین میں شقی ترین انسان ناقہ صالحؑ کو ذبح کرنے والے کے خبیث بھائی عبدالرحمن بن ملجم مرادی ملعون کی اپنے مشہور و منحوس اشعار میں مدح و ثناء کی بلکہ اہل سنت نے اس سے حدیثیں بھی لیں بلکہ بعض لوگوں نے تو یہاں تک جرات و دیدہ دلیری سے کام لیاکہ اسے صحابہ میں شمار کرلیا جب کہ اہل سنت کا یہ بھی ادعاء ہے کہ سارے صحابہ عادل ہیں [۶]. تو جو لوگ عمران بن حطان اور حریز بن عثمان رجبی جیسے لعینوں کو کافر نہیں کہتے کہ جس کے سلسلہ میں یحییٰ بن صالح کا بیان ہے کہ : میں نے اس کے ساتھ سات سال تک نماز پڑھی اس کا معمول یہ تھا کہ جب تک حضرت علیؑ [۷] پر ستر (۷۰) بار لعنت نہیں پڑھ لیتا تھا اس وقت تک مسجد سے باہر نہیں نکلتا تھا [۸] اور وہ لوگ جو ان لعینوں سے اور شمر بن ذی الجوشن اور عمر بن سعد جیسے شقیوں سے حدیث لیتے ہیں اور ابن ملجم کو صحابہ میں شمار کرتے ہیں وہ شیعوں کو کیوں برا کہتے ہیں محض اس گمان پر کہ ان میں ایسےلوگ بھی ہیں جو ابولؤلؤ کی مدح کرتے ہیں اور اس کو بابا شجاع الدین سے پکارتے ہیں اور اس بے حقیقت بات کو مسلمانوں کے باہمی اتحاد کے لئے رکاوٹ تصور کرتے ہیں .

یہی ام المؤمنین عائشہ نے حضرت علیؑ کے قتل کی خبر سن کر سجدہ شکر ادا کیا اور جو جو منھ میں آیا کہا یہاں تک کہ لوگوں نے انھیں برا بھلا کہا [۹].

اسی معاویہ نے حضرت علیؑ اور امام حسنؑ کے قتل کی خبر سن کر بڑی خوشی

منائی اور حضرت علیؑ کو خود بھی منبر سے گالیاں بکیں اور لوگوں کو منبروں سے آپ کو گالیاں بکنے کا حکم بھی دیا کیا عثمانیوں اور مورونیوں نے امام حسینؑ کے قتل پر خوشیاں نہیں منائیں ؟ اور عاشور کے دن عید منائی اور اس دن کی فضیلت و برکت کے سلسلہ میں حدیثیں گھڑیں ؟

تو اگر عمر بن خطاب کے قتل پر خوشی کا اظہار کرنا فسق و کفر موجب ہے تو تم لوگ ان لوگوں کو کافر و فاسق کیوں نہیں کہتے جنھوں نے اہل بیت پیغمبرؐ اور وصی رسولؐ کے قتل پر خوشی کا اظہار کیا اور انکے قتل کے دن عید منائی ؟ کیا خوب کسی کہا ہے کسی شاعر نے ۔

کانت مآتم بالعراق تعدها امویة بالشام من اعیادها

یعنی عراق میں جس وقت ماتم برپا تھا شام میں اس وقت بنی امیہ عید منارہے تھے ۔

تو اب جو کچھ خطیب نے ذکر کیا ہے وہ مسلمانوں کے اتحاد و تقریب و مفاہمت میں رکاوٹ پیدا نہیں کر سکتا جب کہ ان کے درمیان ان بنیادی باتوں میں اتفاق ہے کہ جس پر اسلام قائم ہے اور مسلمانوں کا یہ فرض ہے کہ جابر و ظالم امراء کی سیاست کے جنے ہوئے افکار و آراء سے متاثر ہوکر اللہ کی رسی کو اپنے ہاتھوں سے نہ چھوڑیں اور پیغام محمدیؐ اور ہدایت کے قرآن و سنت سے متمسک رہیں اور اللہ کے اس فرمان پر عمل پیرا رہیں " یہ ایک امت تھی جو گذر گئی جو اس نے کمایا وہ

اس کے کام آئے گا اور جو تم نے کمایا وہ تمہارے اور جو کچھ وہ کرتے تھے تم سے اس سوال نہیں کیا جائے گا"۔

تو مسلمانوں کو چاہئے کہ ان فتنوں اور ان اختلافات کو دوبارہ زندہ نہ کریں اور ان فرسودہ اور بے فائدہ بحثوں میں نہ الجھیں کیونکہ مرنے والوں کا حساب انہیں نہیں چکانا ہے اور حقیقت طلبی کے علاوہ ان کو اور کوئی غرض بھی نہیں ہونی چاہئے کیونکہ اللہ تعالی تمام عالمین کے سینوں میں پنہان اسرار کی حقیقت جانتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ کتاب دلائل الخیرات دعاؤں کی ایک کتاب ہے جو اہل سنت کے درمیان رائج ہے اس میں ایسی باتیں ہیں جو سنت رسولؐ کے خلاف ہیں جیسا کہ بعض لوگوں نے اس پر تنبیہ بھی کی ہے خطوط عریضہ طبع ششم ص ۱۷۔ اس پر بھی خطیب نے اس کتاب کو اتنا برا نہیں کہا جتنا مفتاح الجنان کو کہا۔

۲۔ مروج الذہب ج ۱/ ص ۳۶۱۔ ۳۶۲۔

۳۔ حضرت عمر کسی عجمی کو مدینہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیتے تھے جیسا کہ انھیں نے جنگ کے ایک قیدی کو جو بلوغ کی حدوں میں داخل ہو گیا تھا مدینہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی تو مغیرہ نے انہیں ایک خط لکھا جس میں اپنے ایک غلام کا ذکر کیا جسے بہت سے ہنر آتے تھے اور ان سے اس غلام کے مدینہ میں داخل ہونے کی اجازت چاہی اور یہ کہہ کر اس غلام سے رغبت دلائی کہ اسے بہت سے ایسے ہنر آتے ہیں جن سے لوگوں کو فائدہ پہنچے گا۔ یہ لڑکا لوہار بھی ہے نقاش بھی ہے اور بڑھئی بھی تو حضرت عمر نے اسے مدینہ میں داخل ہونے کی اجازت دے دی (دیکھئے تاریخ الخلفاء اور مروج الذہب)۔

میں اپنی کتاب کے پڑھنے والوں سے معافی کے ساتھ یہ بات کہوں گا: یہ داستان کوئی بہت لمبی چوڑی نہیں ہے مغیرہ کا حضرت عمر سے اپنے غلام کے لئے مدینہ میں داخل ہونے کی اجازت لینے اور انھیں اس غلام سے رغبت پیدا کرنے کی آڑ میں کیا مقصد تھا جب کہ وہ جانتا تھا کہ خلیفہ ایسے شخص کے لئے اجازت نہیں دیں گے

اور نہ دل ہی اس بات کو قبول کرتا ہے کہ اس غلام کے لئے اجازت لینے کا سبب وہ ہنر ہوں جن کا مغیرہ نے ذکر کیا ہے کیونکہ اس زمانے میں کئی کئی ہنر جاننے والے اس غلام جیسے بہت سے موجود تھے کیا یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ غلام کو مدینہ بھیجنا ایک سیاسی ہتھکنڈا تھا اور مغیرہ کو خلافت کے سیاسی امور میں کافی دخل تھا یہ امر بھی بحث و تحقیق کا طالب ہے۔

بعض محققین کی رای ہے کہ حضرت عمر اور دیگر خلفاء کے قتل کے پیچھے یھودی سازشیں کار فرما تھیں اور کعب الاحبار جو اہل بیت کے شدید ترین دشمنوں میں سے تھا معاویہ کا یار باوفا اور ان کی حکومت کو تقویت پہنچانے والا تھا عمر کے قتل کی سازشوں میں ان کا بہت بڑا ہاتھ تھا اور یہ بعید بھی نہیں ہے کیونکہ مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے والے زیادہ تر فتنوں کے پیچھے شروع سے لے کر آج تک یھودیوں ہی کا ہاتھ رہا ہے۔ اللہ انھیں تباہ و برباد کردے کیسی کیسی منحوس سازشیں کرتے ہیں۔

۴۔ شہرستانی نے "ملل و نحل" کے صفحہ ۵۷ پر جو "الفصل" کے حاشیہ پر چھپی ہے نقل کیا ہے کہ راوی کا بیان ہے کہ "ابو بکر کی بیعت کے دن عمر نے حضرت زہراء کے بطن مبارک پر ایسی ضرب لگائی کہ حضرت محسن ساقط ہو گئے اور وہ چلا چلا کر کہہ رہے تھے کہ اس گھر کو اس میں رہنے والوں کے ساتھ جلا دو جب کہ اس گھر میں علیؑ، فاطمہؑ، حسن اور حسینؑ کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔

۵۔ الامامۃ و السیاسۃ ج ۱ / ص ۱۱ - ۱۴ پہلی چاپ۔

۶۔ اگر اصحاب سب کے سب کے عادل ہیں تو اس حدیث کے کیا معنی ہیں جسے بخاری نے ج ۳ / ص ۱۳۶ طبع مطبعہ میمینہ سال ۱۳۲۰ ھ پر "کتاب الفتن" کے ذیل میں دوسرے نمبر پر اپنے اسناد سے بنی کریمؐ سے روایت کیا ہے کہ "میں حوض کوثر پر قیامت کے دن تم سے پہلے موجود ہوں گا اور تم میں سے کچھ لوگ میری طرف بڑھیں گے یہا تک کہ جب میں انھیں جام کوثر دینا چاہوں گا تو وہ میرے قریب سے کھینچ کر دور کردئے جائیں گے تو میں کہوں گا کہ پالنے والے یہ تو میرے اصحاب ہیں تو خدا فرمائے گا کہ آپ نہیں جانتے کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا کیا کرتوت انجام دئے ہیں"۔

اور صحیح مسلم ج ۸ / ص ۱۵۷ طبع مطبعہ عامرہ سال ۱۳۳۴ ھ میں اپنے اسناد سے ابن عباس سے یہ روایت نقل کیا ہے کہ "ایک بار رسول اللہؐ ہم لوگوں کے درمیان موعظہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے یہاں تک کہ آپ نے فرمایا آگاہ ہوجاؤ یقیناً میدان محشر میں کچھ لوگ میری امت کے لائے جائیں گے تو انھیں بائیں جانب لے جایا جائے گا یہ دیکھ کر میں کہوں گا کہ پالنے والے یہ تو میرے اصحاب ہیں تو مجھ سے کہا جائے گا کہ آپ نہیں جانتے

کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا کیا کام کئے ہیں تو میں کہوں گا جیسا کہ اللہ کے نیک بندے عیسیٰ ؑ نے کہا کہ میں اس وقت تک ان پر گواہ ہوں جب تک ان کے درمیان موجود تھا اور جب تو نے مجھے اپنی بار گاہ میں بلالیا تو اس کے بعد سے تو ہی ان کے کاموں کا نگراں ہے اور تو ہر چیز کی نگرانی کرنے والا ہے اگر تو ان پر عذاب کرے (تو تجھے حق ہے) کہ یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کی گناہوں کو بخش دے (تو تیرا لطف و کرم ہے) کہ تو حکیم و توانا ہے .

تو مجھے جواب ملے گا کہ جب سے آپ ان لوگوں سے جدا ہوئے اس وقت سے یہ لوگ اسلام سے لٹے پیر پھر کر مرتد رہے اور حدیث معاذ میں ہے کہ " آپ کو نہیں معلوم کے آپ کے بعد ان لوگوں نے کیا کیا کر ڈالا .

اور اس سلسلہ میں اگر آپ کو اس سے زیادہ شواہد درکار ہیں تو دیکھئے صحیح مسلم میں باب اثبات الحوض " (ج ۷ / ص ۶۵ - ۷۱) تو آپ کو اندازہ ہو کہ اس طرح کی صحیح حدیثیں کتنی کثرت سے وارد ہوئی ہیں جنھیں صحابہ کی کثیر تعداد نے روایت کیا ہے .

ان میں سے ایک حدیث یہ بھی ہے جسے انس سے روایت کیا گیا ہے کہ " حضور اکرم ؐ نے فرمایا : ضرور بالضرور میرے صحابہ میں سے ایک گروہ حوض کوثر پر میرے پاس آئے گا یہاں تک کہ جب وہ لوگ میرے نزدیک آنا چاہیں گے تو میں دیکھوں گا کہ وہ کھینچ کر مجھ سے دور کردئے جائیں گے تو میں کہوں گا کہ پالنے والے یہ میرے اصحاب ہیں میرے اصحاب ، تو مجھ سے کہا جائے گا کہ اپ کیا جانیں کہ آپ کے بعد انھوں نے کیا کیا کارنامے کئے " اب اگر یہ مان لیا جائے کہ تمام صحابہ عادل و جنتی ہیں تو ان احادیث اور منافقوں کے بارے میں نازل ہونے والی آیات کا مصداق کون لوگ ہیں ؟

۷ - تھذیب التھذیب ج ۳ / ص ۲۴۰ .

۸ - اسد الغابہ ج ۵ / ص ۱۰۱ پر اپنے اسناد یحییٰ بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے " یحییٰ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ((جس نے علیؑ کو دوست رکھا ان کی زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی تو خدا اس کے لئے امن و ایمان لکھ دے گا جب تک کہ سورج طلوع و غروب ہوتا رہے گا (یعنی جب تک قیامت آئے گی) اور جس نے علیؑ سے بغض رکھا ان کی زندگی میں اور ان کے موت کے بعد تو اس کی موت جاھلیت (کفر) کی موت ہے اور اسلام میں جو اس نے بدعتیں کی ہیں اس سے ان کا حساب لیا جائے گا .

(اس کو ابو موسیٰ نے بھی روایت کی ہے) میں کہتا ہوں : اس مضمون کی احادیث بہ کثرت و تواتر موجود ہیں طبری اور ابن اثیر وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ : جب عائشہ تک قتل علیؑ کی خبر پہنچی تو انھوں نے ایک شعر پڑا جس

کا مطلب یہ ہے کہ " اس نے اپنا عصا رکھ دیا اور سفر ختم کر کے ایک جگہ اقامت پذیر ہوگئی جیسے کوئی مسافر سفر سے پلٹ کی چین کی سانس لیتا ہے پھر یہ پوچھا کہ کس نے علیؑ کو قتل کیا؟ تو کہا گیا کہ قبیلہ مراد کے ایک مرد نے یہ سن کر پھر ایک شعر پڑھا جس کا مطلب یہ تھا کہ " اگر چہ قبیلہ مراد کا وہ شخص دور ہے مگر ایسے نوجوان نے خبر موت سنائی ہے کہ اس کے منھ میں خاک نہ ہو یہ سن کر زینب بنت ابی سلمۃ نے پوچھا کہ کیا علیؑ کے بارے میں آپ یہ کہہ رہی ہیں ؟ تو بولی کہ میں بھول جاتی ہوں ، تو میں جب بھول جایا کروں تو مجھے یاد دلایا کرو۔

۱۰۔ بقرہ ۱۳۴

اسلام اور مسلمانوں کے لئے ایرانیوں کی خدمتیں

مشرق و مغرب کے ہر مسلمان پر فرض ہے کہ اسلام اور اس کے علوم کے لئے ایرانیوں کی خدمات کی قدر کرے اور نام اسلام اور اس کے معارف و آداب کو سر بلند کرنے میں ان کی کاوشوں پر افتخار کرے۔ یہ ایسی قوم ہے جس کی خود خدا نے اپنی کتاب میں مدح و ثنا فرمائی ہے خدا فرماتا ہے " آگاہ ہوجاؤ کہ تم ایسے لوگ ہو کہ جب تمہیں راہ خدا میں اپنا مال خرچ کرنے کی دعوت دی جاتی ہے تو تم میں سے کچھ لوگ بخل سے کام لیتے اور جو بخل کرتا ہے وہ اپنے ہی بارے میں بخل کرتا ہے اللہ غنی ہے اور تم لوگ فقیر و نادار ہو تو اگر تم (دین سے) منہ پھیر بھی لو تو اللہ تمہارے بدلے دوسری قوم لے آئے گا پھر اس قوم کے لوگ تمہارے جیسے نہ ہوں گے "(۱)۔

امام بغوی نے ابو ہریرہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ نے اس آیت کی تلاوت کی " ان تتولوا یستبدل قوماً غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم "، یعنی اگر تم لوگ (

دین سے) پھر بھی جاؤ تو اللہ تمہارے بدلے دوسری قوم لے آئے گا ....

تو اصحاب نے پوچھا :- یا رسول اللہ یہ کون لوگ ہیں کہ اگر ہم لوگ (دین سے) پھر بھی جائیں تو ہمارے بدلے ان لوگوں کو منتخب کر لیا جائے گا پھر یہ لوگ ہم لوگوں جیسے نہ ہوں گے تو رسول اللہؐ نے حضرت سلمان فارسی کے زانو پر ہاتھ مار کر ارشاد فرمایا کہ " یہ شخص اور اس کی قوم اور اگر دین ستارۂ ثریا کی بلندی پر بھی ہو تو فارس (ایران) کے کچھ مرد اسے پالیں گے " [۲].

بغوی نے اس روایت کو بھی ابو ہریرہ سے نقل کیا ہے کہ عجم کے لوگوں کا پیغمبر کی بزم میں ذکر ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا " یقیناً مجھے ان لوگوں یا ان میں سے بعض لوگوں پر تم لوگوں یا تم میں سے بعض لوگوں سے زیادہ بھروسہ ہے " . [۳]

اور بغوی نے ابو ہریرہ سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ " ہم لوگ نبیؐ کی خدمت میں موجود تھے کہ اتنے میں سورۂ جمعہ نازل ہوا. تو جب یہ آیت نازل ہوئی کہ " وآخرين منهم لما يلحقوا بهم " یعنی اور ان امیوں میں سے کچھ دوسرے لوگ بھی ہیں جو ابھی ان لوگوں سے ملحق نہیں ہوئے ہیں تو اصحاب نے سوال کیا کہ وہ کون لوگ ہیں یا رسول اللہؐ راوی کا کہنا ہے کہ اس وقت ہمارے درمیان سلمان فارسی بھی تھے تو پیغمبرؐ نے اپنا ہاتھ سلمان فارسی پر رکھا اور فرمایا " اگر ایمان ثریا پر بھی ہوتا تو اس کی قوم والے اسے پالیتے ". [۴]

" ابن اثیر " نے " قیس ابن سعد " سے روایت کی ہے کہ (پیغمبرؐ نے فرمایا) " اگر علم ستارۂ ثریا میں لٹک رہا ہوتا تو فارس (ایران) کے کچھ لوگ اسے پالیتے " [۵]

سیوطی نے اپنی کتاب " مفهمات الاقرآن فی تفسیر مبهمات القرآن " [۶]

میں سورہ جمعہ کی آیت " و آخرین منهم لما یلحقوا بهم " کی تفسیر کے ذیل میں لکھا ہے کہ بخاری نے ابو ہریرہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ اس سے فراد سلمان فارسی کی قوم ہے .

ابن ابی ہاتم نے مجاھد سے نقل کیا ہے کہ " ان لوگوں سے مراد عجمی لوگ ہیں "

بخاری نے اپنی سند کے ساتھ ابو ہریرہ سے نقل کیا ہے کہ ہم لوگ نبیؐ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ اتنے میں سورۂ جمعہ نازل ہوا تو میں نے پیغمبرؐ سے اس آیت کے سلسلہ میں پوچھا کہ " و آخرین منهم لما یلحقوا بهم " سے مراد کون لوگ ہیں تو آپ نے کوئی توجہ نہیں فرمائی یہاں تک کہ میں نے تین مرتبہ یہی سوال کیا اس وقت ہم میں سلمان بھی تھے تو رسول اللہ نے سلمان پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ " اگر ایمان ستارۂ ثریا کے پاس بھی ہوتا تو اس قوم کے کچھ مرد یا ایک مرد اسے پالیتا " (۷).

مسلم نے بھی ایسی ہی حدیثیں اپنی صحیح کی کتاب الفضائل کے باب فضل سلمان میں نقل کی ہیں .

حافظ ابو نعیم (۸) نے اپنی اسناد کے ساتھ ایرانیوں کی فصیلت اور اس بات کی بشارت میں کہ ایمان اگر ثریا پر بھی ہو تو وہ لوگ اسے حاصل کریں گے پیغمبر اکرمؐ سے کچھ احادیث نقل کی ہیں جن میں سے بعض کے الفاظ یہ ہیں " اگر دین ثریا کے پاس بھی ہو تو فرزندان فارس میں سے ایک مرد یا کچھ مرد یقیناً وہاں جائیں گے اور اسے حاصل کرلیں گے اور بعض کے الفاظ ہیں کہ " اسلام میں ایرانیوں کا سب

لوگوں سے زیادہ حصہ ہے اسلام اگر ثریا پر بھی ہو تو اہل ایران میں سے کچھ لوگ اسے پالیں گے ''۔

بعض کے الفاظ ہیں کہ '' دین اگر ثریا میں لٹکا ہوتا '' اور بعض میں ہے کہ '' یہ علم اگر ثریا پر بھی ہوتا تو اہل فارس میں سے ایک قوم اسے پالیتی '' اور ایک حدیث میں ہے کہ '' خیر و نیکی اگو ثریا پر بھی ہوتی تو تم میں سے کچھ لوگ اسے پالیتے '' وغیرہ۔

وہ قوم کہ جس میں علم ، فقہ ، حدیث ، تاریخ کے ایسے ایسے مرد میدان ، ایسے ایسے فلاسفہ و متکلمین اور بلاغت و ادب کے ایسے ایسے اساتذہ نکلے جن پر عالم اسلام کو فخر ہے جیسے ارباب حدیث و سنن میں سے بخاری ، نسائی ، ابو داوؤد سجستانی ، ترمذی ، ابن ماجہ اور مسلم وغیرہ اور مختلف اسلامی فنون کے مایۂ ناز علماء جیسے طبری ، ابن ماکولا کلپائیگانی ، حاکم نیشاپوری ، فخر رازی ، بیضاوی اور فیروز آبادی و غیرہ یہ سب وہ لوگ ہیں جو اہل سنت کے پائے کے علماء شمار کئے جاتے ہیں اور یہ سبب ایرانی ہیں اور شیعوں کے یکتائے روزگار علماء و فقہاء جیسے صدوق ، کلینی ، شیخ طوسی ، امین الاسلام طبرسی ، طبری شیعہ ، ابن شہر آشوب ، اردبیلی ، سید علی خان شیرازی ، قطب الدین شیرازی شیخ رضی مؤلف کتاب شرح رضی ، علامہ مجلسی ، فیلسوف عظیم ابو نصر فارابی ، شیخ ابو علی سینا بلخی ، خواجہ نصیر الدین طوسی ، ابن مسکویہ ، حکیم الٰہی سید داماد ، صدر المتالھین شیرازی ، فاضل آدی ، سالار دیلمی ،شیخ بھائی ، وحید بہبہانی ، فاضل نراقی ، شیخ انصاری ، میرزا شیرازی وغیرہ اور اس عصر میں علوم اسلامی کے

ترجمان ہمارے استاد سید زعیم الحاج آقا سید حسین طباطبائی بروجردی متوفیٰ ۱۳۸۰ھ [9] اور ان کے علاوہ دوسرے علماء شیعہ .

ہر ایرانی بلکہ ہر مسلمان کا حق ہے کہ ان جیسے ہزاروں مایۂ ناز اور نابغہ دہر علماء پر فخر و ناز کریں کہ اسلام کی خدمت اور دین حنیف کے احکام و شعائر کی حفاظت میں جنکی کوششوں اور جاں فشانیوں کو تاریخ فراموش نہیں کر سکتی اور یہ ان کی کتابیں ، مدرسے اور مسجدیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ اسلام ، کتاب خدا اور اسلامی امت کے سلسلہ میں وہ کتنے غیرت مند و حساس تھے اور پرچم توحید کو سر بلند کرنے کی راہ میں ان کی نیتیں کتنی خالص تھیں .

اور اگر خطیب ان پر مجوسیوں کی طرفداری کا الزام لگارہے ہیں تو خدا کا فرمان ہے کہ " اے مسلمانو ! اگر تم لوگ (دین سے) پلٹ بھی جاؤ تو خدا تمھارے بدلے دوسری قوم پیدا کرے گا جو تمھاری طرح نہ ہو گی " [10].

اور ارشاد خدائے بزرگ ہے کہ " اگر ہم اس قرآن کو بعض عجمی لوگوں پر نازل کردیتے اور وہ اسے ان کے سامنے پڑھتے تو بھی کہ لوگ ایمان لانے والے نہیں تھے " [11].

حوالہ جات

۱۔ سورہ محمدؐ . آیہ ۳۸ .

۲۔ مصابیح السنۃ ج۲ / ۲۸۹

۳۔ مصابیح السنۃ ج۲ / ۳۰۰ .

۴۔ مصابیح السنۃ ج۲ / ۲۸۵ .

۵۔ اسد الغابہ ج۴ / ۲۱۶ .

۶۔ اسد الغابہ ج۴ / ۴۶ .

۷۔ صحیح بخاری کتاب تفسیر القرآن ص ۱۲۵

۸۔ اخبار اصبھانی ۱/ ۱۲ ۔۱۴ ط لیدن ۱۹۳۱ .

۹۔ ان کا سب سے بڑا ہدف اعلائے کلمۂ حق اور سارے جہان میں اسلام کی تعلیمات کو پھیلانا تھا وہ ان چوٹی کے علماء و مصلحین میں سے تھے جنھوں نے اتحاد و اتفاق و اسلامی برادری اور خدا کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہنے کا پرچم بلند کیا تھا شیعہ و سنی کو آپس میں قریب لانے کے سلسلے میں انہوں نے بہت سے ایسے اہم اقدامات و قابل قدر کوششیں کیں کہ جنھیں بھلایا نہیں جا سکتا. اللہ ان پر اپنی رحمتیں نازل کرے اور راضی کرے.

۱۰۔ محمد ص ۳۸ .

۱۱ ۔ شعراء ۱۹۸ .

امام مھدی (عج) کے ظہور پر ایمان ایک اسلامی عقیدہ ہے

جس بات پر سلف صالحین سے لے کر آج تک پشتہا پشت مسلمان متفق چلے آرہے ہیں اور جس کے سلسلہ میں پیغمبرؐ سے متواتر حدیثیں نقل ہوئیں یہ ہے کہ آخری زمانے میں ایک امام کا ظہور ہو گا جو حضرت علیؑ اور فاطمہ زہراءؑ کی نسل سے ہو گا جس کا نام رسول خداؐ کا نام ہوگا اور لقب مھدی (عج) ہوگا پوری زمین اس کے قبضہ قدرت میں ہوگی، مشرق و مغرب پر حکومت کرے گا دنیا کے تمام مسلمان اس کی پیروی کریں گے وہ کفر و شرک کی فوجوں کو پسپا کردے گا اور زمین کو اس طرح سے عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح سے وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی حضرت عیسیٰؑ چوتھے آسمان سے نازل ہوں گے اور اس امام کے پیچھے نماز جماعت پڑھیں گے.

اہل سنت کے چوٹی کے علماء کے ایک بڑے گروہ نے بہت سی روایات اس سلسلہ میں نقل کی ہیں کہ یہ امام رسول اللہؐ کی عترت میں سے اور حضرت زہراءؑ

کی نسل میں اولاد امام حسینؑ سے ہوگا اور زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا اس امام کی دو غیبتیں ہوں گی جن میں سے ایک غیبت کا زمانہ خاصہ طویل ہوگا ان بارہ اماموں میں سے یہ بارھواں امام ہوگا جن کے سلسلہ میں نبی اکرمؐ نے خبر دی تھی کہ وہ اس امت پر حکومت کرنے کے حقدار ہونگے اور یہ دین ہمیشہ باقی رہے گا یہاں تک کہ بارہ اماموں کا عدد پورا ہو جائے گا۔

اور ان کے اوصاف و خصوصیات ان کا حلُیہ، خَلق و خُلق لوگوں کے ساتھ ان کو رویہ اپنی حکومت کے عاملوں پر کڑی نظر اور سختی، مال و منال خرچ کرنے میں سخاوت، فقیروں کے ساتھ نرمی و حسن سلوک، ان کے علمدار کا نام، اس علم کے پھریرے پر لکھا ہوگا، رکن و مقام کے درمیان ان کی بیعت کس طرح ہوگی ان کے ظہور سے پہلے جو فتنے اٹھیں گے، قتل و موت کے ذریعہ دو تہائی لوگوں کا ختم ہو جانا، سفیانی و یمانی و دجال کا خروج، صحراء میں زمین کا دھسنا، نفس زکیہ کا قتل، ان کے ظہور کی علامتیں، آپ کے سر کے اوپر سے ایک فرشتہ کا آواز دینا کہ " یہی مہدی ہیں خلیفہ خدا ان کی پیروی کرو " ان کے شیعوں کا زمین کے کونے کونے سے ان کی طرف چل دینا اور زمین کا سمٹ جانا تا کہ وہ لوگ ان کی بیعت کرلیں، ساری دنیا پر ان کا قبضہ ہونا، امت ان کے زمانے میں نعمتوں کی فراوانی سے ایسی خوش حال ہوگی کہ کبھی نہ ہوئی ہو اور اس کے علاوہ بہت سے علائم و اوصاف ہیں جنہیں ہم نے اہل سنت کی روایتوں سے انتخاب کیا ہے اس موضوع پر لکھی ہوئی اہل سنت کی کتابوں کا مطالعہ کیجئے مثلاً حافظ ابو نعیم کی کتاب " اربعین "، ابو

عبداللہ محمد بن یوسف کنجی شافعی (متوفیٰ ۶۵۸ھ) کی " البیان فی اخبار صاحب الزمان " " منتخب کنزالعمال " کے مصنف علامہ متقی متوفی ۹۷۵ھ کی " رد البرهان فی علامات المهدی آخر الزمان " سیوطی (متوفیٰ ۹۱۱ھ) کی " العرف الوردی فی اخبار المهدی " ابن حجر (متوفیٰ ۹۷۴ھ) کی " القول المختصر فی علامات المهدی المنتظر " ساتوی صدی کے بڑے علماء میں سے شیخ جمال الدین یوسف دمشقی کی " عقد الدرر فی اخبار المنتظر " اور شوکانی (متوفی ۱۲۵۰ھ) کی " التوضیح فی تواتر ما جاء فی المهدی المنتظر و الرجال و المسیح " ان کتابوں کے علاوہ ، وہ روایات بھی ہیں جنہیں اہل سنت کے بڑے بڑے محدثین نے اپنی صحاح و مسانید اور حدیث کی کتابوں میں نقل کیا ہے جیسے احمد ، ابوداؤد ، ابن ماجہ ، ترمذی ، مسلم ، بخاری ، نسائی ، بیہقی ، ماوردی ، طبرانی ، سمعانی ، رویانی ، عبدری ، ابن عساکر ، دار قطن ، ابو عمرودانی ، ابن حیان، بغوی ، ابن اثیر ، ابن الربیع ، حاکم نیشابوری ، سہیلی ، ابن عبدالبر ، شبلنجی ، صبان، شیخ منصور علی ناصف وغیرہ . ان روایات کے نقل کرنے والے علماء و محدثین کی فہرست اتنی طویل ہے کہ اگر ذکر کیا جائے تو بات بہت لمبی ہوجائے گی .

مزید بر آن علماء اہل سنت کی ایک جماعت کی یہ تصریحات کہ جو احادیث حضرت مہدی (عج) کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں وہ متواتر ہیں [1] (یعنی ان روایات کو اتنی کثیر تعداد میں لوگوں نے ہر زمانے میں نقل کیا ہے کہ جھٹلایا نہیں جا سکتا) تو مسلمانوں کو ظہور مہدی (عج) میں کوئی اختلاف ہیں ہے کہ جو زمین کو عدل و

انصاف سے بھر دیں گے اختلاف فقط اس میں ہے کہ وہ پیدا ہو چکے ہیں یا پیدا ہونگے۔ شیعہ امامیہ اس بات کے قائل ہیں کہ ان کی ولادت ہو چکی ہے وہ دنیا میں زندہ موجود ہیں اور لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل پردۂ غیبت میں ہیں اور عنقریب اذن خدا سے ظہور فرمائیں گے وہ بارہویں امام ہیں اور ان کا سلسلہ نسب یوں ہے : محمد ابن الحسن علی بن محمد ابن علی ابن موسی ابن جعفر ابن محمد ابن علی ابن حسین ابن علی ابن ابیطالب علیہم السلام۔

شیعوں کے یہاں اس بارے میں روایات تواتر کی حد سے گذر گئی ہیں یہ روایات بہت ہی معتبر ہیں اور ایک دوسرے کی صحت میں تائید کرتی ہیں ان میں کی بہت سی روایتیں صحیح بلکہ مقطوع الصدور ہیں جنھیں تمام طبقات کے معتبر، مؤثق اور ایسے جلیل القدر علماء نے روایت کیا ہے جن کے سلسلہ میں کوئی طعن تک کرنا نا ممکن ہے اور اگر آپ یہ جاننا چاھتے ہیں کہ یہ روایات شیعوں کی کتابوں میں کتنی مقدار میں وارد ہوئی ہیں تو حافظ جلیل القدر و معتبر ابو عبد اللہ نعمانی کی کتاب پڑھئے جسے انہوں نے اپنے عالی اسناد کے ساتھ تالیف کیا ہے اور شیخ طوسی [۲] کی کتابوں کا مطالعہ کیجئے جو تمام اسلامی علوم میں امام تھے اور محدث کبیر محمد ابن علی ابن الحسین شیخ صدوقؒ (متوفیٰ ۳۸۱ھ) کی کتاب " کمال الدین و تمام النعمة " اور ہماری کتب " منتخب الاثر " اور اس موضوع پر سیکڑوں کتابوں کا مطالعہ کیجئے۔ اور دینی مسائل میں کسی بات کو ظاہری طور پر سمجھ میں نہ آنے کی بناء پر حقیقت سے بعید سمجھنے اور اس کا انکار کرنے کے مفاسد بہت زیادہ ہیں اور اگر یہ

دروازہ کھول دیا جائے بہت سے ایسے اعتقادی مسائل جن کا دارو مدار صرف حدیث و نقل پر ہے محض اس بناء پر ان کو انکار کرنا ہوگا کہ بہ ظاہر عام ذہن انھیں قبول نہیں کرتا (اور اگر حقائق کو قبول کرنے میں یہی معیار قرار دے دیا جائے تو) احادیث آیات کے ظاہری معنی بلکہ صریحی معنی سے بھی انکار کرنا ہوگا .

مگر میرا خیال ہے کہ کوئی بھی مسلمان اس سے راضی نہ ہو گا یہ بات اور ہے کہ خطیب اس سے بھی انکار نہ کریں اور اسے ایک قسم کی روشن فکری تصور کریں

.

اس سلسلہ میں کے حضرت مھدی (عج) وہی ہیں جو امام حسن عسکری ؑ کے فرزند ہیں اہل سنت کے بڑے علماء کا ایک گروہ شیعوں کے موافق ہے جیسے "روضۃ الاحباب" کے مصنف " الفصول المھمۃ " کے مصنف ابن صباغ مالکی " تذکرہ خواص الامۃ " کے مصنف سبط ابن الجوزی ، شیخ نورالدین عبدالرحمن جامی حنفی ، اپنی کتاب " شواہد النبوۃ " میں " البیان فی اخبار صاحب الزمان" (عج) کے مؤلف حافظ محمد بن یوسف کنجی شافعی ، حافظ ابو بکر احمد بن الحسین بیھقی اپنی کتاب " شعب الایمان " میں ، کیونکہ بیھقی کی اس کتاب سے جیسا کہ ان سے نقل ہوا ہے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس سلسلہ میں ان کا جھکاو شیعوں کے قول کی طرف ہے بلکہ انہوں نے شیعوں کے قول ہی کو اختیار کیا ہے اور کہ کہنا اس لئے درست ہے کہ انھوں نے شیعوں کے قول کو نقل کیا ہے اور نہ اس سے انکار کیا ہے اور نہ اس کو رد کیا ہے اس کے علاوہ " العقد الفرید " کے مصنف کمال الدین محمد ابن

طلعہ شافعی نے اپنی کتاب " الدر المنتظم " اور " مطالب المسؤول " میں اس کی تصریح کی ہے اور امام مھدی (ع) کی مدح میں انہوں نے ایک قصیدہ بھی نظم کیا ہے ترمذی کی کتاب " الشمائل " اور " ابطال نہج الباطل " کے مصنف فضل ابن روزبہان ، ابن الخشاب ، شیخ محی الدین ، شعرانی ، خواجہ محمد پارسا، ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی اپنی کتاب " ھدایت السعادۃ " میں شیخ سلیمان بلخی قندوزی معروف بہ خواجہ کلاں اپنی کتاب " ینابیع المؤدۃ " میں اور قصیدہ تائیہ موسوم بہ ذات الانوار کے مصنف عامر بن عامر بصری وغیرہ جیسے علماء کی اتنی کثیر تعداد ہے کہ اگر سب کا نام لیا جائے تو کلام کے طویل ہونے کا خوف ہے

.

امام مھدی (ع) کی ولادت کو علماء اہل سنت کے ایک گروہ نے صراحت کے ساتھ اپنی کتابوں میں لکھا ہے اور یہ لوگ علم نسب ، تاریخ اور حدیث میں استاد کی حیثیت رکھتے ہیں جیسے ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں ، ابن الازرق نے " تاریخ میا فارقین " میں جیساکہ ابن خلکان نے ان سے حکایت کی ہے ابن طولون نے " الشندرات الذھبیہ " میں ابن الوردی نور الابصار میں جیسا کہ ان سے نقل ہوا ہے " سبائک الذہب " کے مؤلف سویدی نے " ابن اثیر کامل " میں ، ابو الفداء نے مختصر میں ، حمداللہ مستوفی ، نے تاریخ گزیدہ میں اپنے زمانے کے شیخ الازہر سبزواری شافعی نے " الاتحاف " میں شبلنجی نے نور الابصار میں ، بلکہ شبلنجی کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ حضرت مھدی (ع) کی امامت کے بھی قائل تھے اور

انھیں کو مھدی آخر الزمان (عج) جن کے ظھور کی بشارت دی گئی ہے جانتے تھے .

اور ان روایات کو امام مھدی (عج) بلکہ ان کے والد گرامی ؑ اور جد امجد ؑ کی ولادت سے بھی پہلے شیعوں نے اپنی کتابوں میں جمع کیا ہے ان کتابوں میں سے ایک کتاب " المشیخه " ہے اس کتاب کے جمع کرنے والے اہل حدیث کے امام موثق و معتبر محدث حسن بن محبوب سراد ہیں جن کی اس کتاب کی شیعوں میں شہرت کتاب المزنی اور اسکے جیسی کتابوں سے بھی بڑھ کر ہے اس کتاب کو انہوں نے امام مھدی (عج) کی ولادت سے سو سال سے زیادہ عرصہ پہلے تالیف کیا تھا اس میں انہوں نے امام زمانہ (عج) کی غیبت کے سلسلہ میں روایات درج کی ہیں جو بعد میں ایک ایک حرف صحیح ثابت ہوئیں رہی بات امام زمانہ (عج) کی ولادت کی تو آپ کی ولادت کا ہو چکنا دنیا کے لوگوں کے حسب و نسب سے بھی زیادہ ثابت ہے کیونکہ کسی کا نسب یا تو قابلہ (دائی) اور ان عورتوں کی گواہی سے ثابت ہوتا جو عموماً ولادت کے وقت زچہ کے قریب رہتی ہیں اور اس کی مدد کرتے ہیں اور یا دوسروں کی گواہیاں نہ ہوتے ہوئے فقط زچہ کا شوہر اگر یہ اعتراف کرلے کہ یہ بچہ ہمارا ہے تو بھی نسب ثابت ہو جاتا ہے اور یا مسلمانوں میں سے دو مرد اس بات کی گواہی دیں کہ یہ بچہ فلاں شخص کا ہے تو بھی نسب ثابت ہونے کے لئے کافی ہے .

اور امام مھدی (عج) کی ولادت کے سلسلہ میں اہل دیانت و فضل و تقوی و زہد عبادت و فقہ کے ایک بڑے گروہ نے امام حسن عسکری ؑ سے بہت سی حدیثیں نقل کی ہیں کہ امام حسن عسکری ؑ نے خود امام مھدی ؑ کی ولادت کا اعتراف کیا لوگوں

میں ان کے وجود کا اعلان کیا ، اپنے بعد ان کی امامت پر نص فرمایا اور بعض لوگوں نے بچپنے میں ان کی زیارت کی ، بعض نے لڑکپن میں اور بعض نے بھر پور جوانی میں (۳) مذہب شیعہ کی مایۂ ناز شخصیت عالم محدث فضل ابن شاذان نے جن کی وفات امام عسکریؑ کی وفات سے کچھ پہلے ہوئی تھی اپنی کتاب " الغیبۃ " میں امام عسکریؑ سے ایک روایت نقل کی ہے جس میں امام مھدی (عج) کی ولادت ، کیفیت ولادت ، اور تاریخ ولادت کا ذکر موجود ہے آپ کی ولادت کی خبر شیعوں اور آپ کے پدر بزرگوار کے خاص اصحاب کے نزدیک مشہور و معلووم امور میں سے تھی آپ کے پدر عالی مرتبت نے آپ کے عقیقہ کے موقع پر تین سو بکریاں ذبح کرنے کا حکم دیا تھا اور ولادت کے تیسرے دن آپ کو اپنے اصحاب کے سامنے لائے تھے اس سلسلہ میں وارد ہونے والی صحیح حدیثین مؤثق و معتبر اسناد کے ساتھ اتنی کثرت کے ساتھ موجود ہیں کہ حد تواتر سے تجاوز کر گئی ہیں .

بعض علماء نے ان اشخاص کے نام بھی ایک ایک کرکے جمع کردئے ہیں جو آپ کے والد ماجد کی حیات میں اور اس کے بعد ، آپ کی زیارت سے مشرف ہوئے ہیں جیسا کہ بعض علماء اہل سنت سے نقل ہوا ہے کہ وہ آپ کے ساتھ جمع ہونے کا شرف پا چکے ہیں بلکہ اہل سنت کے بعض حفاظ جیسے اپنے زمانے کے حافظ احمد بن محمد بن ہاشم بلاذری نے تو آپ سے حدیث بھی نقل کی ہے .

ہاں آپ کے پدر بزرگوار اور ان کے شیعہ آپ کی ولادت کی خبر آپ کے دشمنوں بنی عباس وغیرہ سے چھپاتے تھے . اور آپ کی ولادت کی خبر پوشیدہ رکھنے کا

راز یہ تھا کہ جب بنی عباس کو پیغمبر اکرمؐ اور ائمہ اہل بیت سے مروی احادیث کا علم ہوا کہ اولاد پیغمبر اکرمؐ میں سے ایک امام ہوگا جو ائمہ کی بارھویں فرد ہوگا اور یہ وہ امام ہوگا جو کرۂ ارض کو عدل و انصاف سے بھر دے گا، گمراہی کے قلعوں کو مسمار کردے گا اور جابر بادشاہوں کی سلطنتیں خاک میں ملا دے گا تو انہوں نے یہ ٹھان لیا کہ اس گھر میں پیدا ہونے والے بچے کو قتل کر کے نور خدا کو بجھا دیا جائے. اس کے لئے انہوں نے امام عسکریؑ کے گھر پر حکومتی جاسوسوں کو تفتیش کے لئے معین کردیا مگر خدا کو یہی منظور تھا کہ اپنی اس حجت کے سلسلہ میں اپنے نبی حضرت موسیٰؑ کی سنت کو دھرائے.

اسی لئے حضرت کے آباء و اجداد سے نقل ہونے والی بہت سی روایات میں یہ وارد ہوا ہے کہ آپ کی ولادت کو لوگوں سے پوشیدہ رکھا جائے گا اور اس سلسلہ میں آپ حضرت موسیٰ کی شبیہ ہوں گے. (۴)

اس بناء پر امام مھدیؑ کے ظہور کے عقیدے کا سرچشمہ آپ کے جد رسول خداؐ کی نبوت کا عقیدہ ہی ہے اور آپ کے جو خصوصیات ذکر ہوئے ہیں وہ کوئی ایسے غیر مانوس امور نہیں ہیں جن کی مثال اس امت یا گذشتہ امتوں میں نہ پائی جاتی ہو، تو جو شخص بھی اللہ اور اسکے سچے رسول پر ایمان رکھتا ہو اتنی کثیر تعداد میں ان احادیث کو جاننے کے بعد اس کے لئے لازم ہے کہ امام مھدی (ع) منتظر کے ظہور پر ایمان لائے جن کا حسب نسب اور جن کے صفات و علامات ظہور اتنے شہرہ آفاق ہیں اور یہ درست نہیں ہے کہ ان کے ظہور کا انتظار کرنے پر کسی شیعہ

مورد الزام ٹھہرایا جائے اور محض ایک بعید امر قرار دے کر ان کے ظہور سے انکار کیا جائے تو وہ مسلمان شیعوں کو اس بناء پر کہ وہ امام مھدی (ع) کے آج تک زندہ رہنے کے قائل ہیں کیسے برا بھلا کہہ سکتا ہے اور انہیں کیونکر جاہل و بے عقل سمجھ سکتا ہے جو خود حصرت عیسیٰ ؑ کے آج تک زندہ رہنے پر بلکہ دجال کافر کے زندہ رہنے اور آخری زمانے میں اس کے ظاہر ہونے اور حضرت خضرؑ و ادریس ؑ کے آج تک زندہ رہنے پر ایمان رکھتا ہے اور اپنے نبیؐ سے حدیث کی سب سے صحیح کتاب (۵) میں یہ روایت بھی نقل کرتا ہے کہ ابن صیاد نام کا شخص ہی دجال ہو گا اور تمیم داری سے وہ روایت نقل کرتا ہے جس میں صراحتاً موجود ہے کہ دجال نبیؐ کے زمانے میں زندہ تھا اور وہ آخری زمانے میں ظاہر ہوگا اور اس کا ایمان حضرت نوحؑ کی اتنی طویل عمر پر ہو اور قرآن میں ان کے بارے میں خدا کا یہ قول بھی پڑھتا ہو کہ " وہ اپنی قوم کے درمیان ساڑھے نو سو سال تک رہے " اور حضرت یونس ؑ کے بارے میں خدا کا یہ قول کہ " اگر وہ خدا کی تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے تو قیامت تک مچھلی کے پیٹ ہی میں رہتے " اور ان کے علاوہ بہت سی ایسی باتیں جنھیں غیر مانوس ہونے کی بناء پر بعض ذہن قبول نہیں کر پاتے .

اور اگر آپ کو اس سے زیادہ تفصیل چاہئے تو ہماری کتاب " منتخب الاثر " کے باب اول کی تیسری فصل کا مطالعہ کیجئے ان تمام شواہد و دلائل کے باوجود خطیب کا صفحہ ۱۶ اور ۲۱ پر امام مہدی (ع) کی ولادت سے صرف اس بناء پر انکار کرنا

کہ علویوں کے شجرہ میں اس کا اندراج نہیں ہے کیا انکی تعجب خیز جرات اور شیعوں سے ان کے بغض و عناد اور ان پر بیجا حملہ کرنے کا ثبوت نہیں ہے اس موقع پر وہ حدود ادب سے باہر ہوگئے ہیں اور فحش بیانی اور افتراء پردازی کی انتہاء کردی ہے اور اپنی بد باطنی اور خصلت کا اظہار کردیا ہے اور ہر برتن اس میں رکھی جانے والی چیز سے پہچانا جاتا ہے . انہوں نے جو کچھ بھی افسانہ نگاری کی ہے اور بے بنیاد و باطل ادعاء کئے ہیں اس میں کسی دلیل و برہان کا سہارا انہیں لیا ہے ان کا ادعاء ہے کہ حضرت مھدی (عج) کی ولادت کا علویون کے شجرہ میں ذکر نہیں ہے ایسا لگتا ہے کہ جیسے علویون نے اپنے شجرے کا دفتر انہیں کے پاس رکھوا دیا تھا یا ان کی ولادتوں کو دفتر میں درج کرنے کا کام انھیں کے سپرد تھا اور علویون شیعوں اور ارباب تواریخ و علماء انساب کو چھوڑ کر اہل بیت کے انساب کا علم بس انھیں کے پاس جمع ہے اور جس کے حسب و نسب کی تصدیق خطیب نہ کریں وہ اہل بیت یا علویون میں سے نہیں ہے .

اے خطیب ! یہ کونسا دفتر ہے جس میں امام حسن عسکریؑ کے زمانے کے علویون کی ولادتوں کا ذکر ہے ؟ یہ دفتر کہاں ملے گا ؟ کس نے تمہیں اس کی خبر دی ؟ تمام علویون کی ولادت سے کون تمہیں مطلع کرنے والا ہے ؟ اور ان زمانوں میں نقیب قوم کون تھا ؟

تم نے کہاں سے یہ ادعاء کردیا کہ : کہ علویوں کو امام حسن عسکریؑ کے کسی بیٹے کی ولادت کی خبر نہیں ہے جب کہ ان کی ایک کثیر تعداد آپ سے محبت کرتی ہے

اور آپ کے مخلص ترین لوگوں میں سے ہے ؟

کسی بچہ کی ولادت کو ثابت کرنے کے لئے اس سے بھی معتبر کوئی راستہ ہو سکتا ہے کہ خود اس کا باپ اس کی دائی اور اس کے خاص گھر والے اقرار کریں ؟ کیا کوئی عاقل اس شخص کی ولادت میں شک کر سکتا ہے جسے سیکڑوں با کردار و دیندار لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو اور جس سے بہت سے کرامات و معجزات ظاہر ہوئے ہوں ؟

اگر اس واقعے اور اس جیسے دیگر واقعات تک میں ، کسی شک و شبہے کی گنجائش ہے تو تاریخ کے نقل کئے ہوئے کسی زمانے اور کسی شہر کے واقعات و حوادث کا کوئی اعتبار نہیں رہ جاتا .

ہاں ان کی ولادت کو اہل بیت ؑ کے دشمنوں سے پوشیدہ رکھا گیا کیونکہ ان کے دشمنوں کی تمام تر کوشش یہ تھی کہ اس نور خدا کو بجھا دیا جائے اور اسے اپنے قابو میں کرلیا جائے ان کی یہ سب کوششیں اس لئے تھیں کہ اس نور خدا کے ظہور کی بشارت دینے والی خبریں ان تک پہنچ چکی تھیں اور وہ جان چکے تھے کہ یہ وہ شخص ہے جو جابر وظالم بادشاہوں کی حکومتوں کو خاک میں ملادے گا یہی عباسی خلیفہ معتضد باللہ امام حسنِ عسکری ؑ کے بیت الشرف میں جاسوسوں کو بھیجتا ہے تا کہ آپ کے فرزند امام مھدی (عج) کو آپ سے چھین کر لے آئیں .

اپنے اسلاف کی پیروی کرتے ہوئے اس شخص کی یہ بڑی شرم ناک حرکت اور کھلی ہوئی غلطی ہے کہ اس نے شیعوں کی طرف اس قول کی جھوٹی نسبت دی ہے

کہ امام مھدی (عج) اپنے والد کے گھر کے تہخانے میں چھپے ہوئے ہیں اس نے اس بات کو گڑھنے کی نسبت محمد بن الحسن نمیری کی طرف دی ہے جو شیعوں میں کافر و زندیق (بے دین) و ملحد مشہور ہے اور امام علی النقی ؑ نے اس پر لعنت کی ہے اور اس سے بھی زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ اس شخص نے امام مھدی (عج) کے نائبوں اور وکیلوں کو اس تہخانے کا دروازہ کہا ہے اور ... نہ جانے کیا کیا ہزیان بکا ہے. میرا کہنا ہے: شیعوں کی یہ تمام کتابیں جو امام مھدی (عج) اور آپ کے باپ اور دادا کی ولادت سے پہلے سے لے کر آج تک لکھی گئی ہیں لوگوں کے ہاتھوں میں موجود ہیں ان کتابوں میں شیعوں کے کسی چھوٹے سے چھوٹے عالم کی کسی ایک کتاب میں بھی اس جھوٹی بات کا کوئی نام و نشان تک نہیں ہے چہ جائیکہ شیعوں کے بڑے علماء جیسے کلینیؒ، صدوقؒ، نعمانیؒ، مفیدؒ شیخ طوسیؒ، سید مرتضیٰؒ سید رضیؒ وغیرہ کی کتابوں میں آپ خود شیعوں کی کتابیں پڑھکر خطیب اور اس کے جرگے کےلوگوں کے تعصب و عناد کا اندازہ لگائیے اور سمجھئے کہ ان کی تھذیب و روشن خیالی اور فرق و مذاھب کے سلسلہ میں ان کی معلومات کا کیا معیار ہے ہاں خطیب اور ان کےبزرگ اگر شیعوں کی کتابوں کا مطالعہ کریں تو وہ دیکھیں گے کہ یہ کتابیں ایسی حدیثوں سے بھری پڑی ہیں جو ان کی بات کو جھٹلارہی ہیں لیکن ان لوگوں کی یہ عادت ہی نہیں ہے کہ کسی بات میں غور و فکر کریں اور تحقیق و مطالعے کے بعد کوئی بات منھ سے نکالیں خصوصاً مذھبوں اور فرقوں کے سلسلہ میں تو جو کچھ ان کی سمجھ میں آتا ہے کہہ جاتے ہیں اور جو بات نہیں بھی جانتے اس

کے پیچھے بھی دوڑ لیتے ہیں حقیقت میں ان لوگوں کو کوئی بات معلوم نہیں ہوتی فقط اٹکل پچو اڑایا کرتے ہیں (۶).

حوالہ جات

۱۔ دیکھئے اس سلسلہ میں "غایۃ المامول" ج ۵ / ۳۶۲، ۳۸۱، ۳۸۲ اور "صواعق المحرقہ" ص ۹۹ ط مطبعہ میمینہ مصر اور حاشیہ ترمذی ص ۴۶ دہلی سال ۱۳۴۲ھ، اسعاف الراغبین ب ۲ ص ۱۴۰ ط مصر سال ۱۳۱۲ھ اور نور الابصار ص ۱۵۵ مصر سال ۱۳۱۲ھ اور الفتوحات الاسلامیہ ج ۲ / ۲۰۰ ط ۱۳۲۳ھ اور سبائک الذہب ص ۷۷ اور " البرهان فی علامات مہدی آخر الزمان " ب ۱۱ اور مقالید الکنوز جو مسند احمد کے ذیل میں چھپی ہے ج ۵ / حدیث نمبر ۳۵۷۱ اور الاذاعۃ لما کان و ما یکون بین یدی الساعہ اور ابراز الوھم المکنون وغیرہ.

۲ یہ فرقہ شیعہ کے شیخ و بزرگ کہلاتے ہیں انھیں کی کتابوں میں تھذیب الاحکام اوراستبصار بھی ہیں تھذیب الاحکام شیخ مفید کی کتاب مقنعہ کی شرح ہے جو فقھی احادیث کا مجموعہ ہے .

۳۔ دیکھئے شیخ مفید کی " الفصول العشرہ فی الغیبہ" .

۴۔(دیکھئے ہماری کتاب منتخب الاثر کی فصل ثانی کا بیسوا باب)

۵۔دیکھئے صحیح مسلم / جزء دوم کی قسم دوم / باب ابن صیاد اور باب خروج دجال ، سنن ترمذی ج ۲ اور سنن ابی داؤد / باب خبر ابن صیاد کتاب الملاح میں سنن ابن ماجہ ج ۲ / ابواب الفتن / باب فتنۃ الدجال اور خروج عیسیٰؑ .

۶۔ ہم نے منتخب الاثر میں ان لوگوں کے نام لکھےمیں جنھوں نے امام مھدی (عج) کی زیارت آپ کے والد کی زندگی میں کی تھی لیکن ان لوگوں کے نام لکھنا جو آپ کی غیبت کے زمانے سے لیکر آج تک آپ کی زیارت سے مشرف ہوئے ہیں تو یہ کام کسی بھی لکھنے والے کے بس کا نہیں ہے .

آپ کی زیارت کرنے والوں کے نام اور ان لوگوں کے واقعات پر کئی مستقل کتابیں لکھی جاچکی ہیں جسے " تذکرۃ الطالب فی من رای الامام الغایب " اور " تبصرۃ الولی فی من رای الامام المھدی " اور " دار السلام فی من فاز برؤیۃ الامام " اور " بدایع الکلام فی من فاز بلقاء الامام " اور " بھجۃ الاولیاء فی من فاز بلقاء الحجہ ".

اور اپنی کتاب مذکور میں امام کی ولادت ، آپ کی غیبت کے اسباب اور آپ کی ولادت کے حالات کا حضرت موسیٰؑ کی ولادت کے حالات سے مشابہ ہونے کا ذکر کیا ہے آپ اس کتاب کا مطالعہ ضرور کیجئے کیونکہ ہم نے اس کتاب میں حضرتؑ کے وجود ذی جود اور آپ کی عظیم شخصیت پر روشنی ڈالنے میں حتی المقدور کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی ہے۔

شیعہ اور عقیدہ رجعت

شیعوں اور غیر شیعوں کے درمیان رجعت کے عقیدہ پر بحث ایک قدیم زمانے سے چلی آرہی ہے جس کی تاریخ کی سرحدیں پہلی ہجری سے جا ملتی ہیں اس سلسلہ میں انہوں نے کئی مضامین لکھے اور مختلف بحثیں اور دلائل پیش کئے ہیں جنھیں تحقیق کرنے والے فریقین کی کتابوں میں دیکھ سکتے ہیں حقیقت میں عقیدہ رجعت اہل بیتؑ پاک کا نظریہ ہے اور اس مسئلہ میں مختلف مکاتب فکر کے لوگوں سے ان کی بحثیں ہوتی رہی ہیں اس سلسلہ میں ان کی دلیل قرآن کریم کی آیات اور وہ روایات ہیں جنھیں انہوں نے اپنے زرین سلسلہ کے ساتھ اپنے جد رسول اللہؐ سے نقل کیا ہے۔

اسلامی موضوعات پر بحث کرنے والے ہر محقق کے نزدیک یہ نا قابل انکار حقیقت ہے کہ رجعت کے عقیدے کا منشاء و مصدر ائمہ اہل بیتؑ ہیں جن سے تمسک رکھنا حدیث ثقلین اور دوسری حدیثوں کی رو سے واجب ہے۔

شیعہ رجعت کے اجمالی طور پر قائل ہیں کیونکہ اس کا انکار قرآن کی آیات اور معتبر کتابوں میں نقل ہونے والی متواتر روایات کا انکار ہے اور اس کو مان لینے میں نہ کوئی عقل مانع ہے نہ شرع رجعت کے امکان اس کے وقوع پذیر ہونے اور محال نہ ہونے کے سلسلہ میں شیعہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ رجعت گذشتہ امتوں میں بھی وقوع پذیر ہوئی ہے اس کا ذکر خداوند عالم نے کئی آیات میں کیا ہے ان میں ایک آیت یہ ہے: "کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے گھروں سے ہزاروں کی تعداد میں موت کے خوف سے باہر نکلے تو خدا نے انھیں حکم دیا کہ مرجاؤ (تو وہ لوگ اسی وقت مر گئے) پھر خدا نے انھیں زندہ کردیا[۱] اور یہ آیت کہ: "یا اس شخص کی طرح (مفسرین کا کہنا ہے کہ اس سے مراد حضرت عزیر پیغمبر ہیں) جن کا ایک دیہات سے گزر ہوا جو ایک کھنڈہر کی طرح ویران پڑا تھا انہوں نے بڑی حیرت کے ساتھ کہا کہ بھلا کہاں خدا اس قریہ (کے لوگوں) کو موت کے بعد زندہ کریگا تو خدا نے انہیں سو سال تک کے لئے مردہ بنا دیا اور پھر زندہ کردیا[۲].

اور خدا کے اس قول کو بھی رجعت کی دلیل میں پیش کیا جا سکتا ہے: "تو ہم نے ان کی (جناب ایوبؑ) کی دعا کو قبول کرلیا اور ان کی ساری پریشانیوں کو دور کردیا اور ان کی آل اولاد (جنہیں ان سے لے لیا تھا) کو ان جیسے کچھ اور افراد کے ساتھ پھر سے عطا کردیا یہ سب ہماری جانب سے ان کے لئے لطف و رحمت اور عبادت گزاروں کے واسطے ہمارے عطا و کرم کی یاد دہانی کے طور پر تھا"[۳].

اس امت میں بھی رجعت کا واقع ہونا ضروری ہے شیعوں نے اس کے لئے خدا کے اس قول کو بطور دلیل پیش کیا ہے کہ (اے رسول اپنی امت کو وہ دن بھی یاد دلائیے کہ) جس دن ہم ہر قوم سے ایک گروہ کو جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں قبروں سے اٹھا کر جمع کریں گے اور ان سب کو سوال و جواب کے لئے روکے رکھا جائے گا " [۴]. تو یہ دن جس کا ذکر خدا نے فرمایا ہے قیامت کا دن نہیں ہوسکتا کیونکہ قیامت کے دن تو سبھی لوگوں کو جمع کیا جائے گا ارشاد خدا ہے کہ " ہم سارے لوگوں کو جمع کریں گے اور کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑیں گے " [۵].

خدا نے ان دو آیتوں میں خبر دی ہے کہ لوگوں کے لئے دو محشر ہونگے ایک محشر عام اور دوسرا محشر خاص تو وہ دن جس میں ہر قوم سے ایک گروہ جمع کیا جائے گا ضروری ہے کہ یہ دن قیامت کے علاوہ کوئی دوسرا دن ہو اور یہی رجعت کا دن ہے.

شیعوں نے رجعت کو ثابت کرنے کے لئے بہت سی احادیث کا بھی سہارا لیا ہے ان میں سے شیعہ اور سنی کے درمیان مشہور و معروف حدیث یہ بھی ہے کہ پیغمبر نے فرمایا " تم لوگ گذشتہ امتوں کے طریقوں کی پیروی میں قدم بہ قدم چلو گے یہاں تک کہ لوگ اگر سوسمار کے بل میں گھس جائیں گے تو بھی ان کے ساتھ ہو لو گے [۶].

اب یہ لازم ہے کہ اس امت سے بھی ایک گروہ ہو جو اپنی موت کے بعد اس دنیا میں پھر سے پلٹا یا جائے جس طرح سے ان لوگوں کے ساتھ جو موت کے

خوف سے اپنے گھروں سے بھاگ نکلے تھے اور دوسروں کے ساتھ ہوا۔ تو جو بھی اللہ اور اس کی قدرت کاملہ پر ایمان رکھتا اس کے لئے کوئی وجہ باقی نہیں رہ جاتی کہ وہ رجعت کو ایک غیر ممکن امر تصور کرے اور اس کے وقوع پذیر ہونے سے انکار کرے جب کہ اس کے پر عقل کا فیصلہ ہے اور احادیث شاہد ہیں اور گذشتہ امتوں میں رجعت ہوئی ہے اور پیغمبرؐ اور ان کے اہل بیتؑ نے اس بات کی خبر دی ہے کہ اس امت میں بھی رجعت وقوع پذیر ہوگی اس انکار کی کوئی قیمت بھی نہیں ہے ورنہ اگر رجعت کا انکار کر دیا جائے تو انبیاءؑ کے بہت سے معجزات، قیام کے دن مردوں کے زندہ ہونے اور عذاب قبر وغیرہ جیسے بہت سی احادیث سے ثابت امور ہیں جن کا انکار کرنا ہوگا۔

لیکن خطیب نے صفحہ ۱۶ اور ۱۷ پر اور دوسرے صفحات پر رجعت اور اس کی کیفیت کے سلسلہ میں جو تفصیل لکھی ہے اس میں اکثر باتیں ایسی ہیں جو نہ کسی آیت سے ثابت ہیں اور نہ کسی صحیح روایت سے بلکہ بعض باتیں تو ایسی ہیں جن کا اعتقاد بھی ضروری نہیں ہے گو کہ ایک آدھ روایت اس سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں کیونکہ اعتقادی مسائل میں روایات آحاد (وہ روایتیں جنہیں فقط ایک شخص نے نقل کیا ہو) کا کوئی اعتبار نہیں ہے اس کے علاوہ ان میں کی اکثر روایتیں ایسی ہیں جو یا تو مطلب پر دلالت نہیں کرتیں یا سند کے اعتبار سے ضعیف ہیں ان باتوں کے باوجود اس نے ص ۲۰ پر امام مھدی (عج) کے زمانے میں شیخین کی رجعت اور انہیں درخت کی شاخ پر پھانسی دئے جانے کے عقیدہ کو کسی طرح شیعوں سے

منسوب کردیا ہے.

اس سے زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ اس شخص نے مذکورہ عقیدہ کو سید مرتضی سے منسوب کیا ہے جن کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ وہ فقہی مسائل تک میں خبر واحد سے استدلال نہیں کرتے تھے چہ جائیکہ رجعت کے جیسے اعتقادی مسالہ میں اور یہ کتاب " مسائل ناصریہ " ہمارے پاس موجود ہے ہم نے تو اس میں کہیں بھی رجعت کی بحث نہ پائی ایک بات کی طرف متنبہ کردینا ضروری ہے کہ : رجعت کا عقیدہ تمام شیعوں کے نزدیک اتفاقی مسئلہ نہیں ہے[۷] نہ تو شیعت کا اس پر انحصار ہے اور نہ ہی اس کا انکار کرنے والا شیعیت سے خارج ہے جس کا بھی اس مسئلہ پر ایمان ہے وہ صرف اس بناء پر ہے کہ سچے رسولؐ کی بات کو تسلیم کرلیا ہے اور غیب کی باتوں کی جو کچھ بھی انہوں نے خبر دی ہے اس کی تصدیق کی ہے لیکن یہ لوگ اس عقیدہ کو بنیاد بنا کر اس طرح سے شیعوں پر عیب لگاتے ہیں اور ان کی گرفت کرتے ہیں جیسے وہ لوگ پتھروں اور بتوں کی پرستش کرنے لگے ہوں .

ہمارے بیان کی روشنی میں اگر رجعت کے عقیدہ کو تفصیل میں نہ جا کر فقط اجمالی طور پر تسلیم کر لیا جائے تو اس میں کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جو باہمی اتحاد و مفاہمت اور تقریب کی راہ میں رکاوٹ بن سکے اور نہ ہی یہ عقیدہ دین کے ارکان اور اسلام کی ان بنیادوں سے متصادم ہے جنہیں کو ہر مسلمان کو اپنے عقیدہ کی بنیاد بنانا واجب ہے

حوالہ جات

۱۔ بقرہ ۲۴۳ .

۲۔ بقرہ ۲۵۹ .

۳۔ نحل ۸۳ .

۴۔ کہف ۴۷ .

۵۔ مصابیح السنۃ ج۲ / ص ۱۸۲

۶۔ علم الھدی سید شریف مرتضی سے شہر ری سے آنے والے مسائل میں مسئلہ رجعت کے سلسلہ میں سوال کیا گیا تو آپ نے یہ جواب دیا " فرقہ شیعہ امامیہ کا مذہب یہ ہے کہ خدائے قادر و دانا امام مھدی (عج) کے ظہور کے وقت آپ کے شیعوں میں سے ایک گروہ کو جو موت سے ہمکنار ہو چکا ہوگا اور آپ کے دشمنوں میں سے ایک گروہ کو پھر سے دنیا میں پلٹائے گا شیعوں کی ایک جماعت نے رجعت کے معنی کی تاویل و توجیہ اس طرح کی ہے کہ رجعت کے معنی یہ نہیں ہیں کہ لوگوں کو بعینہ پلٹا یا جائے گا اور مردوں کو زندہ کیا جائے گا اس کے معنی یہ ہیں کہ (الٰھی) حکومت و امر و نہی کا زمانہ پھر سے آئے گا دیکھئے (اعیان الشیعہ ج ۱ / ص ۱۷۳ ۔ ۱۷۴).

سید مرتضیٰ اور سید رضی کے ساتھ خطیب کی بے ادبی

نہج البلاغہ میں اپنی طرف سے اضافہ کرکے فریب دینے کا الزام

خطیب نے رجعت کی بحث کے آخر میں سید مرتضی اور سید رضی کی طرف نہج البلاغہ میں اضافہ کرکے لوگوں کو فریب دینے کی تہمت لگائی ہے ان کی اصل عبارت یہ ہے (سید مرتضی کتاب امالی المرتضیٰ کے مؤلف معروف شاعر سید رضی کے بھائی اور نہج البلاغہ کی عبارتوں میں اضافہ کرنے میں ان کے شریک ہیں اور یہ اضافے شاید ایک تہائی کتاب سے بھی زائد ہیں اور یہی وہ اضافہ کی ہوئی عبارتیں ہیں جن میں صحابہ پر طعن و طنز کیا گیا ہے اور ان کی شخصیت پر حملے کیۓ گیۓ ہیں [۱].

کیا خوب کسی شاعر نے کہا ہے۔

(ترجمہ اشعار) جب حاتم طائی جیسے سخی کو کوئی مٹی پیسنے والا (نادار) بخیل و کنجوس کہنے لگے.

اور کسی عقل مند و عزت دار انسان کو کوئی بقال (سبزی فروشی) بے وقوف

و احمق سمجھنے لگے اور سہا (بنات نعش صغری میں سے ایک ستارہ کا نام جس کی روشنی اتنی کم ہوتی ہے کہ لوگ اس کے ذریعہ ایک دوسرے کی آنکھوں کی روشنی کی آزمائش کرتے ہیں) جب سورج سے کہ کہنے لگے کہ تمہاری روشنی بہت کم ہے .

اورگھپ اندھیرا جب صبح سے یہ کہنے لگے کہ تمھارا رنگ کچھ سیاہ ہو رہا ہے .

اور زمین جب آسمان سے بلندہونے کے لئے سر اٹھانے لگے اور کنکر پتھر جب اپنے کو پہاڑوں سے بھی بڑا اور اونچا سمجھ کر فخرکرنے لگیں .

تو اے موت ! اب آجا کہ زندگی تنگ ہوکر رہ گئی ہے .

اوراے جان (جسم سے جلد نکل) کہ تیری عمر عزیز کھیل بن کر رہ گئی ہے

دنیا کی ذلت کا یہ بھی ایک پہلو ہے کہ جس شخص نے اپنی کتاب کو رکیک سے رکیک جھوٹ سے بھر دیا ہے اور اپنے قلم اور فریب کاریوں سے اسلام کے ساتھ خیانت کی ہے وہ ان عظیم شخصیتوں کی طرف فریب کاری کی نسبت دے رہا ہے جو صدق و امانت داری اور دقت نظر و صواب رائے میں اس درجہ پر پہنچے ہوئے ہیں جس کی نظیر بڑے بڑے معتبر و موثق علماء میں بھی کم ملتی ہے .

ہم سمجھتے ہیں کہ خطیب نے سید مرتضی اور سید رضی کی شان میں جو گستاخی کی ہے اسے نظر انداز اور درگزر کرُ دینا ہی بہتر ہے کیونکہ اس کے جیسوں کا ان دونوں بزرگوں کی شخصیت پر حملہ کرنا ان کی جلالت و پاکیزگی نفس اور شخصیت و عبقریت کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا یہ دونوں بھائی ایسے بافضیلت تھے جنکے علم ، ادب ، بلاغت ، عزت نفس ، بلندی طبیعت و تقوی ، محاسن اخلاق و محامد اوصاف کو

ضرب المثل کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

ان دونوں کی عظمت و جلالت، قدر اور علم و ادب اور تقویٰ و دین داری کی فریقین کے بڑے بڑے علماء نے گواہی دے ہے اور علماء تاریخ و رجال اورسوانح نگاروں نے ان دونوں کی زندگی کے حالات قلم بند کئے ہیں اور ہر طرح کی مدح و ثنا سے یاد کیا ہے۔

دسیوں کتابیں ان دونوں بزرگوں کےمقام علمی کی بلندی اوراسلامی علوم و ادب عربی میں ان کی خدمات کی خبر دیتی ہیں مشرق و مغرب میں بسنے والے ہر مسلمان کو یہ حق ہے کہ ان دونوں شخصیتوں پر ناز کرے اور اپنے لئے سرمایہ عزت و افتخار سمجھے۔

ان دو عالموں کے خرمن علم سے بہت سے زبردست اور یکتائے روزگار علماء نے خوشہ چینی کی، رخت سفر باندھ کر ان تک پہنچے اور دنیا کے مختلف گوشوں کے لوگ اپنی علمی تشنگی بجھانے کے لئے ان کے پاس آئے ان دونوں میں نہ کوئی عیب تھا اور نہ ان کی شخصیتوں پر طعن و طنز کی کوئی گنجایش ہے۔

حق تو یہ ہے کہ یہ دونوں بھائی اسلام کے معجزو ں میں سے دو معجزے، اہل بیت سید انامؐ کے لئے سبب افتخار اور اللہ کی روشن آیتوں میں سے دو آیتیں تھے۔

جن کی جلالت و منزلت اور جن کے علم و تقوی کا یہ معیار ہو وہ اس سے کہیں بلند و برتر ہیں کہ کذب و فریب سے کام لیں ان دونوں سیدوں جیسے لوگ بھی اگر کذب و فریب سے پاک نہیں تو علماء اور راویان حدیث میں کوئی ایسا نہ رہ

جائے گا کہ جس کے اقوال و اخبار پر اعتماد کیا جائے.

اور نہج البلاغہ میں جو کچھ بھی ہے وہ اگر خطیب کی خواہش کےمطابق ہوتا تو شریف رضی ان کے نزدیک سب سے زیادہ مؤثق و معتبر راوی ہوتے اور ان کی کتاب اعتبار کے بلند مرتبہ پر ہوتی.

نہج البلاغہ

نہج البلاغہ وہ کتاب ہے جسے خدا وند عالم نے اس بات کی واضح دلیل بنایا ہے کہ حضرت علیؑ نور قرآن و حکمت، علم و ہدایت قرآن اور اعجاز و فصاحت قرآن کی جیتی جاگتی حسین ترین تصویر تھے.

اس کتاب میں حضرت علیؑ کی حکمت متعالیہ، قواعد سیاسیہ، موعظہ باہرہ اور حجت بالغہ کے وہ جلوہ نمایاں ہیں جو بڑے بڑے حکماء اور یگانہ دہر فلاسفہ کے کلام میں بھی ڈھونڈھنے سے نہیں ملتے آپ کے کلام کی یہ صفتیں آپ کے فصل و حسن اثر کی گواہ ہیں.

اس کتاب میں حضرت علیؑ بحر علم و سیاست اور دریائے دین و شریعت میں غوطہ زنی کرتے ہوئے اس کی تہوں تک پہنچ گئے ہیں آپ ان تمام میدانوں میں نابغۂ دہر تھے اور اگر آپ حضرتؑ کی اس کتاب کی علمی منزلت جاننا چاہیں تو کسی سلیس اللسان قلم کار، فصیح و بلیغ خطیب اور خیال آفرین شاعر کے بھی بس کی

بات نہیں ہے کہ وہ اس کتاب کی خوبیوں کی انتہاء کو پہنچ سکے اور تعریف کا حق ادا کرسکے۔

ہم تو بس اتنا ہی کہنا کافی سمجھتے ہیں کہ " نہج البلاغہ " وہ اکیلا سنگم ہے جس میں مدنیت کی تہذیب کا حسن و جمال اور بادیہ نشین قبیلوں کی سلامت و فصاحت کا کمال یک جا نظر آتا ہے اور یہ واحد منزل ہے جسے حق و حقیقت نے آسودگی کے لئے اپنی جائگاہ بنا ہے اور تمام زبانوں میں حقائق منزل بہ منزل بھٹکنے کے بعد اسی کے دامن میں آکر پناہ لیتے ہیں [۲]۔

یہ وہ کتاب ہے جس میں ایسی شریف روح جلوہ گر ہے کہ پڑھنے والا اس سے حق کی پاسبانی کا سلیقہ، دین و دیانت میں پختگی اور حکمت و سیاست میں راہ استوار پاسکتا ہے اور ہمارا تو یہ نظریہ ہے کہ جو لوگ اسلامی ملکوں اصلاح کی سعی و کوشش کررہے ہیں انھیں چاھئے کہ اپنی اصلاح کی تحریک میں اس کتاب کو لسانی علمی اور دینی ہر جہت سے اپنا امام و پیشوا قرار دیں۔

اور نو عمر طالبان علم اگر اس کتاب کی عبارتوں کو پڑھنے اور صدق نظر میں اس کی پیروی کرتے ہوئے اسے اپنا سر مشق قرار دیں تو یقیناً عقل و زبان کی قوت میں اس منزلت پر پہنچ جائیں گے جس کی ہم ان کے لئے آرزو کررہے ہیں اور ہماری تو یہی تمنا ہے کہ جلد از جلد وہ اس منزل سے ہم کنار ہوجائیں [۳]۔

اور اس سلسلہ میں تو شک کی گنجائش ہی نہیں ہے کہ اس کتاب کو جمع کرنے والے سید رضیؒ ہیں اور یہ بات قطعی طور پر ہر زمانے کے علماء کی شہادتوں سے

ثابت ہے کہ انہوں نے اس کتاب کے علاوہ اپنی دوسری نصانیف [۴] میں اور اپنی تفسیر کے پانچویں جزء میں بھی اس کی تصریح کی ہے [۵].

اس کتاب کا وہ نسخہ جو سید رضیؒ کے عصر میں لکھا گیا اور آپ ہی کے خط شریف سے شہرۂ آفاق ہوا وہ آج بھی موجود و مشہود ہے [۶] اس کتاب کو جمع کرنے میں سید رضی کا کوئی ایک فرد بشر بھی شریک نہیں رہا نہ سید مرتضیٰؒ اور نہ کوئی دوسرا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ سید رضیؒ نے اس کتاب میں جمع کرنے کے لئے حضرت امیرؑ کے وہی خطبے اور کلمات منتخب کئے ہیں جو عالم اسلام کی معروف و مشہور اور معتبر کتابوں میں موجود تھے اور آپ کے یہ خطبے ، کلمات اور خطوط یہاں تک کہ خطبہ شقشقیہ [۷] بھی علماء و مؤلفین کے درمیان معروف تھے اور انہوں نے ان تمام چیزوں کو سید رضیؒ ، سید مرتضیٰؒ اور انکے والدین کی ولادت سے بھی پہلے اپنی کتابوں میں درج کیا ہے سید رضی سے پہلے ابو سلیمان زید جہنی نے حضرت امیرؑ کے خطبوں کو جمع کیا تھا اور حضرتؑ کے زمانے میں ہی " الخطب " کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی جس میں ہر وہ چیز لکھ دی تھی جسے خود حضرتؑ نے انھیں املاء کرایا تھا .

اس طرح " نہج البلاغہ " کی تالیف سے پہلے ایک جماعت نے حضرت امیرؑ کے خطبوں کی شرحیں لکھی ہیں جیسے ابو الحسین احمد بن یحیی راوندی متوفی سنۃ ۲۴۵ ھ اور قاضی ابوحنیفہ نعمان مغربی متوفیٰ ۳۶۳ھ وغیرہ . عقل اسے کیسے قبول کرے کہ سید رضیؒ کا جیسا عالم امیرالمؤمنین حضرت علیؑ جیسی شخصیت کے

سلسلہ میں فریب سے کام لے وہ بھی ایک ایسی کتاب میں جس سے ان کے زمانے کا ہر شیعہ و سنی مطلع تھا (خصوصاً شہر بغداد میں کہ جہاں اس وقت علماء کا جم گھٹ تھا) اور پھر بھی کوئی ایک آدمی نہ ان کی بات کو رد کرتا ہے اور نہ اس سے انکار کرتا ہے جب کہ ان کو جھٹلانے اور ان کے فریب کو آشکار کردینے کےقوی اسباب موجود تھے اس سے یہ ثابت ہوا کہ " نہج البلاغہ " کے سلسلہ میں حتی اس کے ایک ایک لفظ کے سلسلہ میں کسی اضافہ یا فریب کا احتمال قطعاً نا درست ہے .

اگر چہ خطیب کو اس میں شک ہے مگر علامہ شیخ محمد عبدہ ، جیسے محقق نے اس بات کی تصریح کردی ہے کہ نہج البلاغہ کا ایک ایک لفظ حضرت امیرؑ کی زبان مبارک سے نکلا ہوا ہے اور اس کتاب میں جو کچھ ہے وہ تمام لغت کی کتابوں کےلئے خود ایک دلیل و مدرک ہے جامعہ ازہر کے کلیہ لغت عربی کے استاد محمد محی الدین عمید کی " شرح نہج البلاغہ " اور اس کا مقدمہ ملاحظہ کیجئے اور شیخ محمد عبدہ کی " شرح نہج البلاغہ " کا مقدمہ اور ابن ابی الحدید کی شرح اور اس کے علاوہ دوسری شرحیں اور کتاب " ما ھو نہج البلاغہ " اور " الذریعہ " ج ۱۴ ص ۱۱۱ - ۱۶۱ اور کتاب " مدارک نہج البلاغہ " و " دفع الشبهات عنه " وغیرہ بھی ملاحظہ کیجئے تا کہ آپ کو اس کتاب کی منزلت اور اس کے اعتبار کی حد کا اندازہ ہو .

حوالہ جات

۱۔ الخطوط العریضہ ص ۲۰۔

۲۔ استاد شیخ محمد حسن نائل مرصفی مدرس بیان کلیہ فرید کبری کی شرح نہج البلاغہ کے مقدمہ میں ص ۴ پر طبع مصر بابت سن ۱۳۲۸ھ

۳۔ " شرح نہج البلاغہ" از شیخ محمد نائل مرصفی۔

۴۔ دیکھئے کتاب " مجازات الاثار النبویہ " ص ۴۱، ۱۶۱۔ ۲۲۳۔ ۲۵۲۔

۵۔ ص ۱۶۷۔

۶۔ دیکھئے "ما ھو نہج البلاغہ " ص ۸ تالیف ھبۃ الدین شہرستانی طبع نجف اشرف۔

۷۔ ابن ابی الحدید نے اپنی شرح میں کہا ہے کہ: عبداللہ ابن احمد دمعروف بہ ابن الخشا نے اس شخص کے کلام پر کیا خوب حاشیہ لگایا ہے جس کا گمان ہے کہ سید رضیؒ نے خطبہ شقشقیہ کو گڑھ کر حضرت علیؑ سے منسوب کردیا ہے ان کا کہنا ہے کہ "سید رضی یا کسی دوسری کے پاس کہاں یہ وسعت نظر اور کہاں یہ اسلوب و سلیقہ ہم نے سید رضیؒ کے رسائل اور ان کا کلام دیکھا ہے ہم ان کا انداز تحریر اور کلام نثر میں ان کا شیوہ پہچانتے ہیں ان کا کلام حضرت علیؑ کے کلام کے سامنے نہ اچھا ہے نہ برا قسم خدا کی میں نے اس خطبہ کو ان کتابوں میں دیکھا ہے جو سید رضیؒ کی ولادت سے دو سو سال پہلے لکھی گئی ہیں۔

اور میں نے ان کتابوں کو ایسے خطوط میں لکھا دیکھا ہے جنھیں میں خود پہچانتا ہوں اور میں یہ بھی پہچانتا ہوں کہ یہ خط کن علماء و اہل ادب کے ہیں یہ اس وقت کے خطی نسخے ہیں جب نقیب بغداد سید رضیؒ اور ان کے والد کی خلقت بھی نہیں ہوئی تھی (شرح نہج البلاغہ ج ۱/ ص ۶۹ پہلی طباعت مطبعہ حلبی مصر)۔

استاد ڈاکٹر عبد الفتاہ محمد حلو نے " مجلہ کلیۃ اللغۃ العربیۃ و العلوم " میں جسے حکومت سعودیہ کی ابن سعود یونیورسٹی نشر کرتی ہے پانچویں شمارہ کے ص ۳۰۴ پر لکھا ہے:

" میرا کہنا ہے کہ اس خطبہ کے بہت سے اجزاء میں نے اپنے شیخ ابو القاسم بلخی جو بغداد میں فرقہ معتزلہ کے امام تھے کی تصانیف میں دیکھے اور یہ بزرگ مقتدر عباسی کے زمانہ کے تھے جو کہ سید رضیؒ کی خلقت سے بہت پہلے کی بات ہے اس خطبے کی بہت سی عبارتیں میں نے مذہب شیعہ کے ایک متکلم ابو جعفر بن قبہ کی کتاب میں دیکھیں یہ وہی کتاب ہے جو کتاب " الانصاف " کے نام سے مشہور ہے شیخ ابوجعفر شیخ ابوالقاسم بلخی کے شاگردوں میں سے تھے اور اسی زمانے میں سید رضی کے ولادت سے پہلے ہے ان کی وفات ہوگئی تھی (شرح

نہج البلاغہ ج ۱ / ۲۰۵ ۔ ۲۰۶) تو جب ابن خشاب جیسے محقق نے اس خطبے کی توثیق کردی اور اس بناء پر کہ اس خطبہ کا اسلوب بتاتا ہے کہ امام علیؑ کے علاوہ کسی کے بس میں نہیں کہ ایسا خطبہ دے سکے اس کا بھی انکار کردیا اور کہہ دیا کہ اسے سید رضیؒ نے وضع کیا ہے اور اس بناء پر بھی کہ ابن خشاب اور ابن ابی الحدید نے اس خطبہ کو سید رضیؒ کی ولادت سے پہلے کے لکھے ہوئے خطی نسخوں میں خود دیکھا ہے تو میری نظر میں اس کی کوئی گنجائش نہیں رہتی کہ اس خطبہ کو محض اس بناء پر گڑھا ہوا کہا جائے کہ اس میں بعض عبارتیں صحابہ کے خلاف ہیں کیونکہ پیغمبرؐ کے بعد خلافت کے سلسلہ میں صحابہ کے درمیان کش مکش کا اہل سنت کی مؤثق ترین کتابوں میں مطالعہ کرنے والا یہ سمجھ سکتا ہے کہ حضرت علیؑ خلافت سے محروم ہونے کی رجہ سے کتنی تلخیوں کا احساس کررہے تھے کیونکہ دوسروں کے مقابل وہ اپنے کو خلافت کا زیادہ حقدار سمجھتے تھے تو کون سی وہ چیز تھی جو آپ کو اس شقشقیہ (بلند آواز) سے روک سکتی تھی جو پہلے زمزمہ خیز ہوا پھر خاموش ہو گیا۔

اور جب ہمیں یہ تسلیم ہے کہ حضرت علیؑ کو طلحہ ، زبیر ، عائشہ ، اور معاویہ کے ساتھ ہلاکت خیز جنگوں پر مجبور ہونا پڑا جب کہ یہ لوگ بھی اپنی ایک جلالت اور صحبت رسولؐ کا فضل رکھتے تھے ۔ اور ان جنگوں میں بڑی خوں ریزیاں ہوئیں جب ہمیں یہ تسلیم ہے کہ ان لوگوں میں اختلاف اس حد تک بڑھ گیا تھا کہ جنگ کے مرحلے پر منتہی ہوا تو ہم حضرت علیؑ کے مجروح و شکستہ دل سے نکلی ہوئی اس آہ کا کیوں انکار کریں اور رسول اللہؐ کی رحلت کے بعد رونما ہونے والے حوادث کی تصویر کشی کرنے کے لئے ہم کیوں ان پر قدغن لگائیں جب کہ وہ خود اس بات کی تصریح کررہے ہیں کہ " یہ ایک شقشقہ تھا جو بلند ہوا پھر بیٹھ گیا " (وہ بات ختم ہوئی جسے میں نے مجلہ عربیہ سعودیہ کے پانچویں شمارہ سے نقل کیا تھا).

بیعت رضوان

خطیب نے ص ۲۱ پر کسی شیعہ مصنف کا یہ نظریہ نقل کیا ہے کہ وہ ابو بکر اور عمر کے ایمان کا قائل نہیں ہے کیونکہ بقول خطیب اس شیعہ مصنف نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ :۔ اگر اہل سنت کہیں کہ ابوبکر اور عمر بیعت رضوان کرنے والوں میں سے ہیں جن سے خدا کے راضی ہونے پر قرآن میں ان الفاظ میں نص کردی گئی ہے کہ " اللہ مؤمنین سے راضی ہوگیا جب وہ درخت کے نیچے آپ کی بیعت کررہے تھے " (سورہ فتح) تو ہم کہیں گے کہ اگر اللہ نے یہ کہا ہوتا کہ اللہ ان لوگوں سے راضی ہوگیا جو درخت کے نیچے آپ کی بیعت کررہے تھے یا وہ لوگ جنھوں نے آپ کی بیعت کی تو آیت سے یہ مطلب نکالے جا سکتے تھے کہ اللہ ہر بیعت کرنے والے سے راضی ہو گیا لیکن جب اللہ نے یہ فرما دیا کہ اللہ مؤمنین سے راضی ہو گیا جب وہ آپ کی بیعت کررہے تھے تو اس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ فقط ان لوگوں سے راضی ہوا جن کا ایمان خالص تھا اور جو واقعاً مؤمن نہ تھے

یعنی کہ عام لوگ ، پھر خطیب نے کہا :- اس کے معنی یہ ہیں کہ ابو بکر اور عمر کا ایمان خالص نہیں تھا اس لئے اللہ بھی ان سے راضی نہیں ہوا پہلے ہم اس بات پر گفتگو کریں گے کہ اس آیت سے کس مطلب کا استفادہ ہوتا ہے اور پھر اس پر گفتگو کریں گے کہ فرضاً اگر کسی شخص نے اپنے اجتہاد کی بنیاد پر کسی صحابی کے ایمان سے انکار کیا تو کیا یہ انکار اہل سنت کے نزدیک اس شخص کے کفر و فسق کا موجب ہو گا یا نہیں ؟ اور ہم ان دونوں پہلوؤں پر علمی رخ سے بحث کریں گے .

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ آیہ کریمہ " بیعت رضوان " کی اہمیت اور ان مؤمنین کی فضیلت بیان کررہی ہے جنھوں نے درخت کے نیچے پیغمبرؐ کی بیعت کی لیکن آیت میں اس بات پر کوئی دلالت نہیں ہے کہ اللہ ہر اس شخص سے راضی ہوگیا جس نے بیعت کی حتی ان منافقین سے بھی راضی ہوگیا کہ جن میں کہ بہتوں کے بیعت کرنے سے انکار نہیں کیا جاسکتا .

توکسی خاص شخص سے خدا کا راضی ہونا اس وقت قطعی ہوگا جب اس شخص کا ایمان باقاعدہ ثابت و محقق ہو اس لئے کہ آیت اس شخص کو شامل نہیں ہو سکتی جو مؤمن نہ ہو (اگر چہ اس نے بیعت بھی کی ہو) اسی طرح سے یہ آیت اس شخص کو بھی شامل نہیں ہو سکتی جو درخت کے نیچے بیعت کے وقت موجود نہیں تھا اور اس نے بیعت نہیں کی جیسا کہ اس آیت کو بیعت کرنے والوں میں سے کسی ایسے شخص کے ایمان کی دلیل کے طور پر نہیں پیش کیا جا سکتا کہ جس کا ایمان ہی مشکوک ہو (وہ چاہے جو بھی ہو) کیوں کہ ایسے شخص کے سلسلہ میں اس

آیت سے تمسک کرنا شبہہ مصداقیہ میں کسی عام کے عموم سے تمسک کرنے کا مترادف ہے جس کا غلط و باطل ہونا اصول الفقہ میں دلیلوں سے ثابت کیا جا چکا ہے ہاں اگر خدا نے یہ فرمایا ہوتا کہ اللہ ان لوگوں سے راضی ہوگیا جنھوں نے بیعت کی تو یہ آیت تمام بیعت کرنے والوں کے ایمان کا ثبوت تھی وہ چاہے کوئی بھی ہو اور اس کا ایمان چاہے مشکوک بھی ہو مگر اس آیت کا اس شخص کے سلسلہ میں سہارا لینا درست نہیں ہے جس کے اہل بیعت ہونے ہی میں ہمیں شک ہو اسی طرح سے اس جملہ سے کہ " اللہ مؤمنین سے راضی ہوگیا " اس شخص کا ایمان ثابت نہیں ہو سکتا جسکے اصل ایمان ہی میں شک ہو .

یہ کلام اپنی متانت کی انتہاء کو پہنچا ہوا ہے اسی لئے خطیب خاموش ہوکر رہ گئے اور اس کا کوئی جواب نہ دے سکے اور یہ آیت اس بات پر بھی دلالت نہیں کرتی کہ تمام بیعت کرنے والوں کا انجام .بخیر ہی ہوگا چاہے ان میں سے کوئی فسق و فجور میں مبتلا ہوجائے اور اور نفاق کرنے لگے کیوں کہ آیت میں اس سے زیادہ اور کسی بات کا ثبوت نہیں ہے کہ اللہ بیعت کرنے والوں کی اس بیعت سے راضی ہوگیا ہے اور اس نے اسے قبول کرلیا ہے اور اس پر انہیں ثواب بھی عطا کریگا مگر اس قبولیت اور حسن ثواب میں اس بات کی شرط ہے کہ بیعت کرنے والوں کی جانب سے کوئی ایسی رکاوٹ سرزد نہ ہو جو اس استحقاق کو یک لخت ختم کردے حاصل کلام یہ ہے کہ کسی شخص کا رضائے خدا کی صفت سے متصف ہونا اس کے اس عمل کے واسطے سے ہوتا ہے جو خدا کی مرضی کے مطابق ہو عمل کرنے والا

خود اپنی ذات میں اس صفت کا مالک نہیں ہوتا بلکہ یہ صفت اس شخص میں اس کے عمل کے وسیلہ سے پیدا ہوجاتی ہے تو جب کوئی اچھا فعل اور مرضی خدا کے مطابق عمل کسی شخص سے صادر ہوتا ہے تو چونکہ اس شخص نے یہ عمل انجام دیا ہے اسے بھی اس کے عمل کی صفت سے یاد کیا جاتا ہے اس آیت کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ خدا جس شخص سے اس کے کسی عمل کی بنیاد پر راضی ہوجائے تو عمر بھر اس سے راضی رہے گا چاہے وہ شخص اس کے بعد ایک سے ایک گناہ کرتا رہے.

بیعت رضوان والوں سے اللہ کی رضا کا لازمہ یہ نہیں ہے کہ اللہ ان سے تا ابد راضی رہے گا اور اس کی دلیل اسی سورہ میں اللہ کا وہ قول ہے جو ان بیعت کرنے والوں اور اس بیعت کی عظمت و اہمیت کے سلسلہ میں آیا ہے.

" وہ لوگ جو آپ کی بیعت کررہے ہیں حقیقت میں وہ اللہ کی بیعت کررہے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے تو جس نے اپنی بیعت کو توڑ دیا اس نے اپنا ہی نقصان کیا اور جس نے اس بات کو پورا کیا جس کا اس نے اللہ سے عہد کیا ہے تو اللہ بھی اس کو بڑا اجر عطا کریگا".

تو اگر بیعت کرنے والوں میں ایسے لوگوں کے شامل ہونے کا امکان نہ ہوتا جو اپنی بیعت کو توڑ دیں اور اللہ کا اس سے راضی ہوجانے کا لازمہ یہ ہوتا کہ اللہ ان سے تا ابد راضی ہوگیا ہے تو اللہ کا یہ قول بے فائدہ ہوتا کہ " تو جس نے اپنی بیعت کو توڑ دیا اس نے اپنا ہی گھاٹا کیا".

قرآن میں کئی ایسی آیاتت ہیں اور بہت سی ایسی صحیح حدیثیں موجود ہیں جو اس بات کا ثبوت ہیں کہ گناہ کرنے والے پر اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے اور اللہ اس سے ناراض ہو جاتا ہے اس کے باوجود کسی نے آج تک یہ نہیں کہا کہ اللہ کی ناراضگی کی وجہ سے زمانہ آئندہ میں اس کا ایمان بیکار ہے (کیوں کہ اللہ اس گناہ کے سبب اس سے تا ابد ناراض رہے گا) اور یہ جو بات سورۂ انفال میں اللہ کےاس قول کے مثل ہے : " جس نے اس دن (جنگ سے ڈر کر) پیٹھ پھیری تو اللہ اس پر غضب ناک ہوگا اور اس کا ٹھکانا جھنم ہے اور وہ بھی کیا بری جگہ ہے مگر یہ کہ دوبارہ مڑکر حملہ کرنے کے لئے پیچھے ہٹے یا اپنے کسی گروہ سے ملنا چاہ رہا ہو"

تو جب کسی شخص پر اللہ کا غضب ناک ہونا آنے والے زمانے میں اسکے حسن حال سے مانع نہیں ہے تو کسی شخص سے اللہ کا راضی ہونا بھی اس کا سبب نہیں بن سکتا کہ اس شخص سے اس کے بعد کوئی فسق و کفر صادر نہیں ہوگا.

اور یہ کہنا کہ بیعت کرنے والوں کا انجام بخیر ہی ہوگا چاہے وہ بعد میں کچھ بھی کر ڈالیں اور ان کا فسق ان کے اچھے انجام پر کوئی اثر نہیں ڈالے گا تو اس کا لازمہ یہ ہے کہ اس آیت اور " سورہ انفال " کی مذکورہ آیت میں تضاد و اختلاف ہے جس میں بیعت کرنے والوں سے جنگ سے پیٹھ پھیرنے کا حال بیان کیا گیا ہے کیوں کہ یہ آیت بھی مطلقاً بیان کررہی ہے کہ جس نے بھی پیٹھ پھیری اس کا انجام برا ہوگا اور آنے والے زمانے میں کی جانے والی نیکیاں بھی اس برے

انجام کو اچھا نہیں بنا سکتیں.

امام مالک نے اپنی موطا میں [1] عمر بن عبداللہ کے غلام ابوالنضر سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں رسول اللہؐ کی یہ حدیث دیکھی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: شہداء بدر (کے ایمان) کی میں گواہی دیتا ہوں یہ سن کر ابو بکر صدیق نے کہا: یا رسول اللہؐ کیا ہم شہداء بدر کے برادر ایمانی نہیں ہیں جیسے وہ لوگ ایمان لائے ویسے ہم لوگ ایمان لائے اور جس طرح ان لوگوں نے جہاد کیا اسی طرح ہم لوگوں نے جہاد کیا پیغمبرؐ نے جواب دیا کیوں نہیں مگر میں نہیں جانتا کہ تم لوگ میرے بعد کیا کیا بدعتیں کرو گے".

راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر ابو بکر رونے لگے کچھ ٹھر کر پھر رونے لگے پھر بولے: کیا ہم لوگ آپ کے بعد بھی زندہ رہ جائیں گے؟ یہ حدیث صراحتاً بیان کررہی ہے کہ ابو بکر جیسے بیعت رضوان کرنے والے اصحاب مہاجرین کا انجام بخیر ہونا اس پر موقوف ہے کہ وہ رسول اللہؐ کی وفات کے بعد کون سے فعل انجام دیں گے.

یہ ایک مختصر سے گفتگو تھی اس بارے میں کہ اس آیت کے کیا مطلب ہیں اس بناء پر اس آیت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ابوبکر و عمر ایمان والے نہیں تھے ہاں اس آیت سے بیعت کرنے والوں میں سے کسی معین شخص کا ایمان تفصیلاً ثابت نہیں ہوتا تو اس آیت کا سہارا لیکر کسی خاص صحابی کا مومن ہونا، منافق نہ ہونا اور اس کا انجام بخیر ہونا ثابت نہیں کیا جاسکتا جب کہ اس کا ایمان پہلے سے

مشکوک ہو اور اگر خطیب اس آیت کا مطلب اس سے کچھ زیادہ سمجھے ہوں تو بیان کریں تاکہ ہم بھی اس پر غور کریں.

حوالہ جات

۱۔ موطا کتاب الجہاد / باب الشہداء فی سبیل اللہ ص ۱۷۳۔ ۱۷۴ مطبعہ الفاروقی.

اہل سنت کی اس شخص کے سلسلہ میں رائے

جس نے کسی صحابی کے ایمان سے انکار کیا ہو یا اسے برا بھلا کہا ہو

ہمیں ان احادیث کی طرف اشارہ کرنے کی کوئی حاجت نہیں ہے جو مؤمن کو برا کہنے کے بارے میں وارد ہوئی ہیں کیوں کہ یہ بات دین کے ضروریات میں سے ہے (کہ مؤمن کو برا کہنا حرام ہے) اور اس کی حرمت سے انکار کرنا کفر کا موجب ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمانوں کے درمیان کسی بھی صحابی یا راوی حدیث کے سلسلہ میں جو اختلافات ہیں و جزئی اور صغروی ہیں مثلاً کسی شخص کی عدالت یا اس کا ایمان یا اس کا فسق یا اس کا نفاق وغیرہ جب ایسے امور میں کوئی اختلاف ہوتا ہے تو اس کے ثبوت یا عدم ثبوت کے لئے شرعی دلیلوں کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور ہر مجتہد اپنے اجتہاد کو بہ روئے کار لاتے ہوئے دونوں پہلوؤں میں سے جس پہلو پر دلائل قائم کر دیتا ہے اسی پہلو کو اختیار کر لیتا ہے اور اگر سبھی لوگ کسی چیز کا دین میں ثابت ہونا یا ثابت نہ ہونا جان جائیں تو اس میں

کوئی اختلاف ہی نہ کریں گے کم ہی لوگ ایسے ہونگے جو تعصب و سرکشی کی بناء پر حق بات سے انکار کریں اس میں کوئی شک نہیں کہ صدر اسلام کے مسلمانوں کی اکثریت ایسی تھی جو شرعی دلیلوں سے ثابت شدہ بات کا انکار نہیں کرتی تھی۔

اب اگر کوئی مسلمان کسی امر کے ثابت نہ ہونے یا اس امر کے خلاف ثابت ہونے کی بنیاد پر اس امر کا انکار کرتا ہو اور کوئی دوسرا اسے دین کا جزء سمجھتا ہو تو یہ منکر کافر و فاسق نہیں سکتا جب یہ صورت حال ہو تو اس شخص پر کسی اعتراض کی گنجائش نہیں ہے جس کے بارے میں خطیب نے ص ۲۱ پر لکھا ہے کہ اس کے کلام کا مطلب یہ ہے کہ ابو بکر و عمر کا ایمان خالص نہیں تھا اسی لئے اللہ کی رضا ان کے شامل حال نہیں ہو سکتی اور اگر اس شخص نے یہ بات اپنے اجتہاد سے کہی ہو تو اسے کافر و فاسق نہیں بنایا جا سکتا۔

رسول اللہؑ نے ایک حدیث میں جسے بخاری نے نقل کیا ہے ارشاد فرمایا جس کے الفاظ یہ ہیں [۱] " جب حاکم اپنے اجتہاد سے کوئی حکم دے اور وہ حکم خدا کے حکم واقعی کے مطابق ہو تو اسے دوا اجر ملیں گے اور اگر وہ حکم دینے میں غلطی کر گیا تو اسے ایک اجر (اپنی تلاش و کوشش کا) ملے گا۔

یہی ابن حزم، جن کا کہنا ہے: [۲] " ایک گروہ کا مسلک ہے کہ کسی بھی مسلمان کو کسی اعتقادی مسئلہ میں کوئی نظریہ پیش کرنے یا کوئی فتویٰ دینے کی بنیاد پر (اگر چہ وہ غلط بھی ہو) کافر و فاسق نہیں کہا جاسکتا اس سلسلہ میں جس نے بھی اجتہاد کیا اور وہی بات اختیار کی جو اسے حق لگی تو اسے بہر حال اجر ملے گا۔ اب

اس کا نظریہ یا فتوی درست ہوا تو اسے دو اجر ملیں گے اور اگر خطا کر گیا تو ایک اجر۔ (ابن حزم کا کہنا ہے کہ) یہ قول ابن ابی لیلیٰ ابوحنیفہ، شافعی، سفیان ثوری، داؤد ابن علی اور ہر اس صحابی کا ہے کہ اس مسئلہ میں جس کے قول سے ہم واقف ہیں .اور اس مسئلہ میں اصحاب کے درمیان اختلاف کا ہمیں بالکل علم نہیں ہے"

فاضل بنھانی نے اپنی کتاب " شواہد الحق " کی ابتداء میں جیسا کہ ان سے نقل ہے کہا ہے کہ:

" جان لو کہ میرا یہ عقیدہ ہے اور میں یہ کہتا ہوں کہ اہل قبلہ میں کوئی ایک بھی مسلمان کافر نہیں ہے نہ وہابی نہ غیر وہابی سب کے سب مسلمان ہیں اور انہیں تمام مسلمانوں کے ساتھ جمع کرنے والی چیز اللہ کی توحید، محمدؐ کی رسالت اور اسلام کے تمام احکام پر ایمان ہے" .

شیخ ابو طاہر قزوینی نے تو کتاب " سراج العقول " میں جیسا کہ ان سے نقل ہے اس سلسلہ میں بڑے مبالغہ سے کام لیا ہے ان کا قول ہے کہ ہر اہل قبلہ مسلمان ہے اور اسلام کے ہر فرقہ کے ماننے والے ہر فرد کی نجات یقینی ہے .

شیخ السادہ حنیفہ ابن عابدین سے " کتاب الجہاد " کے باب " المرتد " میں ص ۳۰۲ پر نقل ہے کہ انھوں نے اس شخص کے اسلام کو قطعی و یقینی جانا ہے جو اپنے اجتہاد کی بناء پر صحابہ کو سب و شتم کرے اس بات کی تصریح کرتے ہوئے کہ سبّ صحابہ کے سلسلہ میں اجتہاد و تاویل کرنے والوں کی تکفیر کرنا فقہاء کے اجماع کے خلاف ہے .

گذشتہ بحثوں میں سے ایک بحث میں ہم کسی صحابی کو برا کہنے والے کے بارے میں ابن حزم کے قول اور جو انہوں نے حضرت عمر کے بارے میں پیغمبر اکرمؐ کی بزم میں حاطب کی تکفیر کرنے پر کہا تھا اسے نقل کر چکے ہیں جب کہ حاطب اصحاب بدر و مہاجرین میں سے تھے۔

یہ بات بھی مخفی نہ رہے کہ دین اسلام کی پیروی کرنے والوں میں سے جس شخص نے کسی صحابی کو اللہ اور اس کے رسولؐ سے دشمنی کی بنیاد پر برا کہا تو ایسے شخص کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے لیکن اگر ناواقفیت یا شک و شبھہ کی بناء پر کوئی شخص کسی صحابی کو برا کہے تو وہ معذور سمجھا جائے گا جیسا کہ ابن حزم نے تصریح کی ہے۔

اوزاعی سے نقل ہے کہ انکا کہنا تھا کہ اگر مجھے آرے سے چیر بھی ڈالا جائے تب بھی میں کلمہ شہادتین پڑھنے والے کسی شخص کو کافر نہیں کہہ سکتا۔

صاحب الاختیار سے نقل ہے " ائمہؑ کا اس پر اجماع ہے کہ اہل بدعت سب کے سب گمراہ اور خطا کار ہیں اور کسی صحابی کو برا کہنا یا اس سے بغض رکھنا کفر تو نہیں ہے مگر گمراہ کن بات ہے۔ صاحب " فتح القدیر " سے منقول ہے کہ انھیں قطع و یقین ہے کہ صحابہ کی تکفیر کرنے والا اور انہیں سبّ و شتم کرنے والا کافر نہیں ہے اور ان کا کہنا ہے کہ اہل مذاہب نے ایسے شخص کی جو تکفیر کی ہے وہ ان فقہاء کا کلام نہیں ہے جو مجتہد ہیں یہ قول تو ان لوگوں کا ہے جو مجتہد نہیں ہیں۔

ابن حجر نے یہ تصریح کی ہے کہ [۳] ان لوگوں کا مذہب یہ ہے کہ لعنت کرنے

کی بناء پر کوئی کافر نہیں کہا جا سکتا اور اگر ہم اہل سنت کے اکابر علماء کے فتووں کو نقل کرکے کلام کو طول دیتے جائیں تو اختصار و ایجاز کی راہ سے ہٹ جائیں گے ان علماء میں سے کئی کے کلام کا یہ مطلب ہے کہ کسی صحابی کو سبّ و شتم کرنے والا کافر نہیں ہے چاہے اس نے جان بوجھ کر حرام سمجھتے ہوئے سبّ و شتم کیا ہو مثلاً کسی صحابی نے کسی صحابی کو اپنی اختلاف کی بناء پر برا بھلا کہا ہو . ان سب باتوں کے علاوہ صحاح ستہ (حدیث کی چھ کتابیں جن پر مذہب اہل سنت کا دارومدار ہے) میں بہت سے ایسے نصوص ہیں جو یہ حکم لگاتے ہیں کہ پانچ ارکان (ظاہراً یہ اصول دین ہیں) کے ماننے والے مسلمان ہیں اور جنت میں جائیں گے اور جب کہ خوارک نے (جنھوں نے مسلمانوں کا خون حلال سمجھا ، صحابہ کی تکفیر کی ، امیرالمومنین ؑ سے جنگ کی اور جن کے بارے میں پیغمبر ؐ نے نص کردی تھی کہ یہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح کمان سے تیر نکل جاتا ہے پھر وہ دین میں واپس نہیں آئیں گے اور وہ لوگ شریر ترین مخلوق ہیں خوش قسمت ہے وہ جو انہیں قتل کرتے وہ لوگ اسے قتل کر ڈالیں) اہل سنت کے نزدیک مسلمان اور اپنے مذہب پر عمل کرنے میں معذور و بے گناہ ہیں تو وہ لوگ جنھوں نے ثقلین (قرآن و عترت) سے تمسک رکھا اہل بیت ؑ کے مذہب پر چلے جو قرآن کے ہم پلہ ہیں ان کی پیروی کی اور انہیں کی ہدایت سے ہدایت یافتہ ہوئے خوارج سے کہیں زیادہ اس بات کے حقدار ہیں کہ کسی صحابی کو برا کہنے میں انہیں معذور و بے گناہ سمجھا جائے اور جو اس سلسلہ میں فیصلہ کن کلام دیکھنا چاہتا ہے وہ علامہ

مصلح سید عبد الحسین شرف الدین موسوی کی کتاب " الفصول المهمه فی تالیف الامة " کا مطالعہ کرے کیوں کہ علامہ طاب ثراہ نے اس موضوع پر تحقیق کا حق ادا کردیا ہے اور کافی مواد جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔

آپ ان کی کتاب اور المراجعات [۴] اور " الی المجمع العلمی العربی " اور " ابو ہریرہ وغیرہ جیسی قیمتی کتابوں کا مطالعہ ضرور کیجئے "

حاصل کلام یہ ہے کہ کسی صحابی کے ایمان سے انکار کرنا یا اسے برا بھلا کہنا اگر اجتھاد کی بنیاد پر ہو تو اکابر اہل سنت کے نزدیک برا کہنے والے کے اسلام کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا اور آپسی میل ملاپ، بغض وعداوت کو دور کرنے اور اللہ کی رسی کو مل جل کر مضبوطی سے پکڑے رہنے کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں پیدا کرسکتا مگر تعجب تو ان لوگوں پر ہوتا ہے جو معاویہ اور اس کے پیرووں کو امیرالمؤمنین علیؑ کو منبروں سے گالیاں بکنے پر نہ کافر کہتے ہیں نہ فاسق مگر اجتھاد و تاویل سے مجبور ہو کر شیخین کو برا بھلا کہنے والوں کو کافر و فاسق کہتے ہیں خدا کی پناہ اس تعصب اور تنگ نظری سے۔

حوالہ جات

۱۔ صحیح بخاری ج۴ / ۱۶۵ ط مصر سال ۱۳۲۰ھ باب " اجر الحاکم اذا اجتہد فاصاب او اخطاء ".

۲۔ الفصل فی الملل و النحل ج / ۳ ص ۲۴۷.

۳۔ الصواعق المحرقہ ۲۵۱.

۴۔ ہند و پاک میں اس کتاب کا اردو ترجمہ " مذہب اہل بیت " یا دین حق " کے نام سے شائع ہو چکا ہے

ایک نصیحت اور یاددہانی

جو شخص کسی ایک مسلمان کے سب و شتم کو جائز سمجھتا ہو اسے چاہئے کہ لوگوں کی موجودگی میں یا اس شخص کے سامنے جو اسے جائز نہیں سمجھتا علی الاعلان سب و شتم اور لعن و طعن نہ کرے بلکہ بعض مواقع پر یہ کام حرام بھی ہوجاتا ہے مثلاً اس وقت موجود کسی مسلمان کی اذیت کا سبب ہو یا کسی کے جذبات مجروح ہوں یا فتنہ اور فساد کا خوف ہو یا مسلمانوں کی کمزوری کا اور انکے درمیان نزاع و اختلاف کا باعث ہو.

شیعوں کے نزدیک نبیؐ و امامؑ کی منزلت

خطیب نے ص ۲۲ پر لکھا ہے کہ شیعہ اپنے ائمہ کو بشر کی منزلت سے اوپر اٹھا دیتے ہیں پھر خطیب نے ائمہ کے علم کے سلسلہ میں کافی کے ابواب کی سرخیاں نقل کی ہیں مثلاً جو بات ائمہ سے نہ حاصل کی جائے باطل ہے اور ائمہؑ پورے

قرآن کے عالم ہیں وغیرہ وغیرہ خطیب نے شیعوں پر افتراء کی ہے کہ وہ اپنے ائمہ ؑ کے سلسلہ میں علم غیب کے قائل ہیں اور اللہ نے پیغمبر ؐ کو وحی کے ذریعہ جو علم غیب دیا ہے اس کا انکار کرتے ہیں۔

شیعہ اپنے اماموں کے لئے کسی بھی فضیلت و منقبت کے معتقد نہیں ہیں مگر یہ کہ پیغمبر ؐ کے لئے اس فضیلت و منقبت کے بنحو اتم و اکمل معتقد ہیں وہ کسی بھی بنی یا امام یا فرشتہ کو رسول اللہ ؐ سے افضل نہیں سمجھتے بلکہ حضرت کو تمام مخلوقات سے افضل جانتے ہیں اورامام کو رسول ؐ کا پیرو اور ان کا امتی جانتے ہیں شیعوں کے مذہب میں رسول اپنی امت کی کسی بھی فرد کے برابر نہیں ہوسکتا بلکہ سب سے افضل و برتر ہوتا ہے اور امام رسول کی اطاعت پر مامور ہوتا ہے اور رسول کے اتباع کے علاوہ امام کے لئے کوئی چارہ نہیں ہے۔

شیعہ نبی ؐ یا کسی امام ؑ کو بشریت کی منزل سے اوپر نہیں سمجھتے بلکہ بنی و امام ہی تو کمال انسانیت کا بلند ترین نمونہ ہیں۔ اور اللہ نے انھیں اپنی خاص عنایتوں سے نوازا ہے شیعوں کے نزدیک امامت وہ بلند منصب ہے جس کے لئے اللہ اپنے بندوں میں سے اس شخص کو منتخب کرتا ہے جو اس کا اہل ہو اور نبی کو حکم دیتا ہے کہ اس کے منصب پر نص کردے امامت کے نصوص اور دلائل کے سلسلہ میں شیعوں نے مستقل کتابیں لکھی ہیں جن میں سے بہت سے نصوص اہل سنت کی معتبر کتابوں اور کتب صحاح سے نقل کئے گئے ہیں۔

اماموں کے بارہ عدد ہونے کے سلسلے میں معروف و متواتر نصوص میں سے وہ

احادیث ہیں جنھیں مسلم ، احمد ، بخاری ، ترمذی ، طیالسی ، ابو نعیم اصفہانی ، سجستانی ، حاکم ، ملا علی متقی ، ابن الربیع ، خطیب اور سیوطی وغیرہ نے اپنی کتابوں میں کئی صحابیوں مثلاً جابر بن سمرہ ، عبداللہ ابن مسعود اور انس بن مالک وغیرہ سے نقل کیا ہے اور یہ سبھی کو معلوم ہے کہ یہ عدد شیعوں کے بارہ اماموں کے علاوہ کسی فرقہ کے اماموں پر منطبق نہیں ہوتا .

محمد معین سندہی نے ان احادیث کو جمع کر کے مستقل ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام انہوں نے " مواہب سیدة البشر فی حدیث الائمه الاثنی عشر " رکھا ہے .

ائمہ اہل بیتؑ سے متمسک ہونا اور ان سے علم حاصل کرنا واجب ہونا ، ان کی عصمت ، روز قیامت تک ان کا باقی رہنا ، کسی بھی زمانہ کا امام کے وجود سے خالی نہ ہونا ، نبیؐ کے بعد ان کا اپنے زمانہ کے تمام لوگوں سے زیادہ عالم ہونا ، ان سے اور قرآن سے متمسک رہنے پر نجات کا انحصار ہونا ایسے امور ہیں جو حدیث ثقلین ، حدیث امان اور حدیث سفینہ وغیرہ اور دوسری احادیث و نصوص سے ثابت ہیں ان امور کی تصریح ، اہل سنت کے بڑے بڑے علماء نے کی ہے جن کے نام اور اس موضوع پر ان کے مقالات کا ذکر ہم نے ایک مستقل کتاب میں کیا ہے جسے ہم نے فقہ اور معارف اسلامی میں ائمہ کی طرف رجوع کرنے اور شیعوں کی حدیث کی کتابوں میں نقل ہوئی احادیث پر عمل کرنے کے وجوب کے سلسلہ میں لکھا ہے .

اگر خطیب شیعوں کی کتابوں کو پڑھیں اور ائمہؑ سے ماثور علوم کا مطالعہ کریں تو انہیں اقرار کرنا پڑے گا کہ اصول کافی میں آئے ہوئے جو ابواب بطور عنوان ذکر گئے گئے ہیں وہ وہی عناوین ہیں جنھیں ائمہؑ نے اپنے جد رسول اللہؐ سے وراثت میں حاصل کیا تھا اور انہیں یہ بھی معلوم ہوجائے گا کہ مسلمانوں کے لئے سب سے بڑی بلاء اور مصیبت اور سب سے زیادہ نقصان وہ بات اہل بیت نبیؐ سے ان کا انحراف ، منھ موڑ لینا اور ان ہستیوں سے روگردانی ہے جن کی طرف امور دینی اور احکام شرعی میں رجوع کرنا خدا نے واجب قرار دیا ہے .

اسلامی کتابوں کا جو شخص بھی ذرا غور سے مطالعہ کرے گا وہ جان جائے گا کہ تفسیر ، فقہ ، حدیث ، توحید وغیرہ جیسے بہت سے علوم ہیں جو ائمہ اہل بیتؑ مخصوصاً حضرت علیؑ سے مخصوص ہیں اور جن سے غیروں کا دامن خالی ہے اہل بیتؑ اور ان کے علم کے سلسلہ میں یہ ہے شیعوں کا عقیدہ اور ہم یہاں پر حضرت علیؑ کے بعض وہ الفاظ نقل کرتے ہیں جو انہوں نے اہل بیتؑ کے سلسلہ میں استعمال کئے ہیں .

آپ نے فرمایا " آل محمدؐ سے اس امت کے کسی فرد کی کوئی برابری نہیں ہے وہ شخص ان کے برابر نہیں ہوسکتا جس کے شامل حال ہمیشہ ان کی نعمتیں رہتی ہوں . وہ دین کی بنیاد اور یقین کے ستون ہیں ان سے تجاوز کرنے والا ان کی طرف پلٹ کر آتا ہے اور پیچھے رہ جانے والا انہیں سے آکر ملحق ہوتا ہے ولایت و حکومت کے حق کی خصوصیتیں انہیں میں پائی جاتی انہیں میں وصیت (پیغمبرؐ) ہے

اور انہیں میں وراثت (پیغمبرؐ) ہے [۱].

اسی خطبہ میں آپ نے اہل بیتؑ کی یوں تعریف کی ہے کہ : وہ مواضع اسرار خدا اور ملجاء فرمان خدا ہیں وہ اس کے علم کا ظرف اس کے احکام کا مرجع ، اس کی کتابوں کی پناہ گاہ ہیں اور اس کے دین کے پہاڑ ہیں خدا نے ان کے ذریعہ اپنے دین کی جھکی ہوئی کمر کو سیدھا کیا اور اس کے جوڑ جوڑ کے لرزہ کو دور کیا [۲].

ایک دوسرے خطبہ میں اہل بیتؑ کی مدح و ثناء ان الفاظ میں کی ہے : انھیں کی مدح میں قرآن کی آیات کریمہ نازل ہوئیں یہی لوگ اللہ کے علم کے خزانے ہیں اگر بولتے ہیں تو سچ بولتے ہیں اور اگر چپ رہتے ہیں تو کوئی ان سے پہل نہیں کر پاتا [۳].

ایک اور خطبہ میں ارشاد فرمایا ہے : اہل بیتؑ علم کے لئے سرمایہ حیات اور جہل کے لئے پیغام موت ہیں ان کا حلم تمھیں ان کے علم کی خبر دے گا ان کا ظاہر ان کے باطن اور ان کا سکوت ان کے کلام کی حکمت سے تمہیں آگاہ کریگا وہ کبھی حق کی مخالفت نہیں کریں گے اور نہ حق کے سلسلہ میں اختلاف کریں گے وہ اسلام کے ارکان اور لوگوں کے اتحاد کی پناہ گاہ ہیں ان وسیلے سے حق اپنے نصاب کو پہنچا اور باطل مٹ گیا اور اس کی زبان جڑ سے کٹ گئی . دین کو انہوں نے سمجھ کر اپنی عقلوں میں محفوظ کیا اور اس کے احکام پر عمل کیا نہ کہ فقط سن لیا اور دوسروں سے بیان کردیا . کیونکہ راویان علم بہت ہیں مگر اس کی رعایت کرنے والے اور اس پر عمل کرنے والے بہت کم ہیں . [۴]

اور آپ نے فرمایا: ائمہ مخلوق خدا پر اس کی طرف سے مدبر و حاکم اور اس کی جانب سے بندوں پر رئیس و امیر ہیں. کوئی بھی جنت میں نہیں داخل ہو سکتا مگر یہ کہ ائمہ اسے پہچانتے ہوں اور وہ انہیں پہچانتا ہو اور کوئی بھی جہنم نہیں جائے گا مگر یہ کہ ائمہ اس کا انکار کردیں اور وہ ائمہ کا انکار کردے [۵].

یہ وہ حقائق ہیں جس کے شیعہ ائمہ اہل بیت کے سلسلہ میں قائل ہیں اور یہ باتیں شیعوں نے اپنی طرف سے گڑھ کر نہیں کہی ہیں بلکہ ان حقائق کی انہوں نے محمد مصطفی، علی مرتضی اور عترت واہل بیت عصمت و رسالت کی احادیث و ارشادات سے حاصل کیا ہے.

حوالہ جات

۱۔ نہج البلاغہ خطبہ ا ج ۲/ ۲۴۔ ۲۵ طبع مصر مطبعۃ استقامۃ.

۲۔ نہج البلاغہ خطبہ ۲ ج ۱/ ص ۲۴.

۳۔ نہج البلاغہ ج ۲/ص ۵۸ خطبہ ۱۵.

۴۔ نہج البلاغہ ج ۲/ ص ۲۵۹۔ ۲۶۰ خطبہ ۱۳۶.

۵۔ نہج البلاغہ ج ۲/ ص ۵۴ خطبہ ۱۴۸.

علامہ آشتیانی کے کلام کو سمجھنے میں خطیب کی غلطی

ص ۲۲ ، ۲۳ پر خطیب نے کہا ہے : شیعوں نے اپنے بارہ ائمہؑ کے سلسلہ میں علم غیب کا دعویٰ کرنے کے ساتھ ساتھ کہ جس کا ادعا خود ائمہؑ نے اپنے لئے نہیں کیا . اور یہ کہ ائمہؑ بشریت سے بلند کوئی مخلوق ہیں اس کا ادعا کرنے کے ساتھ ساتھ وہ خلقت زمین و آسمان اور جنت و دوزخ کے بارے میں جو علم غیب اللہ نے رسول اللہؐ کو وحی کے واسطے سے عطا کیا ہے اس سے انکار کرتے ہیں ان باتوں کو دارالتقریب (مصر) کی جانب سے شایع ہونے والے مجلہ " رسالۃ الاسلام " کے چوتھے سال کے چوتھے شمارہ میں صفحہ ۳۶۸ پر لبنان میں محکمہ علیا شرعیہ شیعہ کے رئیس کے قلم سے نشر کیا گیا ہے جنہیں شیعہ قول و قلم کے اعتبار سے علماء معاصرین کی سب سے نمایاں فرد سمجھتے ہیں . ان کے اس مقالہ کا عنوان " من اجتھادات الشیعہ الامامیہ " ہے اس میں انہوں نے شیعوں کے مجتھد شیخ محمد حسن آشتیانی کی کتاب بحر الفوائد کی پہلی جلد کے ص ۲۶۷ سے ان کا یہ قول

نقل کیا ہے کہ ، جب رسول اللہؐ کسی شرعی حکم کو بیان کریں مثلاً وضو کو باطل کردینے والی چیزیں اور حیض و نفاس کے احکام وغیرہ تو ان کی تصدیق اور ان احکام پر عمل کرنا واجب ہے . لیکن اگر غیب کی باتوں مثلاً خلقت زمین و آسمان اور حور و قصور کی کوئی خبر دیں تو ان باتوں کا علم (یعنی یہ علم کہ یہ باتیں رسول اللہؐ ہی نے فرمائی ہیں) ہونے کے بعد بھی انھیں دین کا جزء سمجھنا واجب نہیں ہے چہ جائیکہ فقط یہ گمان ہو کہ رسول اللہؐ نے ان باتوں کی خبر دی ہوگی .

ہم نے نبوت اور امامت کے سلسلہ میں شیعوں کے عقیدہ کا ذکر کیا اور یہ کہ نبیؐ خدا کے حکم سے امام کی تقرری کرتا ہے او امام نبیؐ کا تابع ہوتا ہے اور نبیؐ امام سے تمام کمالات میں افضل ہیں تو نبی اصل ہے اور امام فرع شیعوں میں ایک بھی ایسا نہ ملے گا جو نبی کی دی ہوئی خبر میں شک کرنا جائز سمجھتا ہو چہ جائیکہ کہ انکار کرنا ، وہ خبر چاہے روز مرہ کے امور میں سے ہو جیسے " زید کا کھڑا ہونا اور عمرو کا بیٹھ جانا " یا دینی امور میں سے ہو . نبیؐ ایسا صادق ہوتا ہے کہ جس بات کی بھی وہ خبر دے وہ سچ ہوگی اور اس کی تصدیق کرنا ضروری ہے کیونکہ ارشاد خدا ہے " ما ینطق عن الهویٰ ان هو الا وحی یوحیٰ " یعنی پیغمبرؐ تو اپنی خواہش سے کلام ہی نہیں کرتے ان کا کلام تو وحی ہوتی ہے جو ان کی طرف بھیجی جاتی ہے .

جو شخص نبی کی دی ہوئی غیب کی خبروں مثلاً خلقت زمین و آسمان اور جنت و دوزخ میں شک کرے یہ ثابت ہوجانے کے بعد کہ یہ خبریں رسول اللہؐ ہی کی دی ہوئی ہیں تو وہ کافر ہے اور شیعوں کو ایسے شخص کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے .

لیکن خطیب جب علامہ آشتیانی اور رئیس محکمہ شرعیہ لبنان [۱] جو علماء مجاہدین و معاصرین میں نمایاں شخصیت ہیں کے کلام کو سمجھنے سے عاجز رہ گئے تو اپنی خواہش کے موافق اس کے معنی نکالنے لگے اور افتراء و ہذیان کے دریا میں غوطہ زن ہو گئے اور یہ ادعا کر بیٹھے کہ شیعہ نبیؐ کو اللہ کی طرف سے وحی کے ذریعہ عطا ہوئے علم غیب کا انکار کرتے ہیں . اور چوں کہ علامہ آشتیانی کے کلام میں جس مسئلہ پر بحث کی گئی ہے وہ خود علم نظری کے مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ ہے لھذا یہاں پر اس کی طرف اشارہ کردینا فائدہ سے خالی نہیں ہے تا کہ یہ جان لیا جائے کہ خطیب اور ان کے امثال کے لئے مناسب یہی تھا کہ ان مسائل میں زیادہ غور نہ کریں اور جو افراد ان بحثوں کے اہل ہیں انہیں کے لئے انہیں چھوڑ دیں .

اب جو علامہ آشتیانی نے فرمایا ہے ہم اس کی توضیح کرتے ہیں .

پیغمبرؐ نے جن باتوں کی خبر دی ہے وہ دو قسم کی ہیں .

پہلی قسم ـ وہ امور جو عادی اور روز مرہ کے ہیں جیسے زید کا کھڑا ہونا عمرو کا آنا وغیرہ یہ ایسے امور ہیں جن کا نہ دین سے کوئی ربط ہے ، نہ عقیدہ سے ، نہ شرعی احکام سے اور نہ عملی احکام سے جیسے نماز ، روزہ ، حج وغیرہ (کہ ان چیزوں کا دین سے ربط ہے) .

دوسری قسم ـ وہ امور جن کا دین سے ربط ہے اور یہ بھی دو طرح کے ہیں .

۱. وہ امور جن کا تعلق عقیدہ سے ہے یعنی جن باتوں کا ایک مسلمان کو اعتقاد ہونا چاہئے جیسے توحید ، نبوت ، قیامت وغیرہ .

٢۔ وہ امور جو دین کے عملی احکام ہیں جیسے نماز ، روزہ ، حج ، زکات وغیرہ .
تو اب یہ امور تین قسم کے ہوئے .
پہلی قسم ۔ وہ امور جو دین کا جزء نہیں ہیں جیسے وہ خبریں جو روز مرہ کی باتوں ، خلقت زمین و آسمان ، ستاروں کی خلقت ، خلقت کی ابتداء ، جنت و دوزخ کی تفصلیں ، حور و قصور کے خصوصیات اور جنت کے درختوں ، اس کی نہروں کے پانی وغیرہ سے متعلق ہیں . یہ خبریں ان عقائد کا جزء نہیں ہیں جن پر اسلام کی بنیاد قائم ہے اور نہ ایسا ہے کہ ان باتوں کو نہ جاننے والا مسلمان نہیں ہے .

تو جو اللہ پر ایمان نہ رکھتاہو اور جس کا نبوت و قیامت پر اعتقاد نہ ہو اور ثواب و عقاب و جنت و دوزخ کا انکار کرتا ہو وہ کافر اور خارج از اسلام ہے مگر وہ شخص جو جنت کی بعض خصوصیات نہ جانتا ہو یا بعض فرشتوں کی قسموں ، ان کے نام ، دنیا کی خلقت کی کیفیت ، جنت کے محلوں کے عدد یا غلمان کے عدد سے واقف نہ ہو اور ان چیزوں کے بارے میں وارد ہونے والی حدیثیں اس کے کان کے پردے سے نہ ٹکرائی ہوں تو ایسے شخص کے اسلام کو ان باتوں کا نہ جاننا کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اور نہ اس کا فریضہ ہی ہے کہ وہ ان تفاصیل کو حاصل کرے .
یہ بالکل ویسے ہی ہے جیسے نبیؐ کی جنگوں اور آپ کی اولاد و زوجات کے عدد کو جاننا . کیونکہ ان امور کی معرفت گو کہ اپنی جگہ پر اچھی بات ہے مگر ان اعتقادی امور میں سے نہیں ہے جن پر اسلام کے اثرات مرتب ہونے کا دارو مدار ہو اور انہیں نہ جاننے والا کافر کہلائے .

ہاں جس کے نزدیک یہ ثابت ہو کہ ان خصوصیات و تفاصیل کی خبر سچے نبیؐ نے دی ہے تو اسے چاہیئے کہ رسولؐ کے صدق پر اعتبار ہونے کی بناء پر ان باتوں کا اعتقاد رکھے اور ان باتوں میں نبیؐ کی خبر ثابت ہونے کے بعد شک کرنا یا انکا انکار کرنا قطعاً کفر کا موجب ہے کیونکہ اس انکار کی بازگشت نبیؐ کی تکذیب کی طرف ہوتی ہے.

دوسری قسم ـ یہ وہ امور ہیں جو اصول دین اور اسلام کے ارکان ہیں جنکا اعتقاد و ایمان اور ان کی معرفت واجب ہے یہ وہ بات ہے جس میں کوئی دو شیعہ آپس میں اختلاف نہیں رکھتے.

اب رہی تیسری قسم ـ نبیؐ کا اسلام کے عملی احکام کی خبر دینا جو فروع دین میں سے ہیں تو ان امور پر عمل کرنا واجب ہے اور نبیؐ سے ان کا صدور ثابت ہونے کے بعد انکار جائز نہیں ہے اور اگر کوئی انکار کرے تو وہ کافر اور اسلام سے خارج ہے (۱) اور ان امور میں یعنی روزمرہ کی باتوں اور انکی خصوصیات کو جزو دین نہ سمجھنے میں (اور دین کی باتوں میں ان کی خبروں پر عقیدہ رکھنے اور ان پر عمل کرنے میں) نبیؐ اور امام کی خبروں میں کوئی فرق نہیں ہے مگر غیب کی باتوں میں نبی کی خبر کی تصدیق واجب ہونے کی اہمیت امام کی تصدیق واجب ہونے سے زیادہ ہے اور مرتبہ کے لحاظ سے اس پر مقدم ہے کیونکہ امام کی تصدیق کا وجوب نبیؐ کی تصدیق کے وجوب کی فرع ہے.

علامہ آشتیانی کے کلام کا یہ مفہوم تھا انہوں نے اپنی عبارتوں میں ص ۲۷۶ پر

دو مقام پر یہ تصریح کی ہے کہ روز مرہ کے امور میں بھی بنیؐ کی دی ہوئی خبر کا انکار کرنا کفر ہے مگر خطیب نے شیعوں پر بہتان لگایا ہے اور یہ کہا ہے کہ شیعہ روز مرہ کے امور کی خبر کو قبول کرنے کے سلسلہ میں اپنے ائمہؑ کا مرتبہ رسول اللہؐ سے بڑھا دیتے ہیں لیکن خطیب یہ بھول بیٹھے کہ اہل سنت میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جن کا یہ کہنا ہے کہ نبیؐ دینی امور میں جو کچھ کہتے اور کرتے تھے اس پر خدا کی جانب سے کوئی نص نہیں ہوتی تھی بلکہ تمام مجتہدین کی طرح وہ بھی اپنے اجتہاد پر عمل کرتے تھے (۲).

پھر جب اتنی ہی بات پر خطیب کا دل سیر نہیں ہوا تو یہ ہذیان بکنے لگے " ائمہ اہل بیتؑ سے غیب کی باتیں نقل کرنے والے تمام راوی اہل سنت کے علماء جرح و تعدیل کے نزدیک جھوٹے ثابت ہوئے " علماء جرح و تعدیل پر اس سے بڑھ کر شرم ناک بہتان نہیں ہوسکتا اس لئے کہ ائمہ کی کرامات ، ان کے معجزات اور امور غیبیہ کے سلسلہ میں انکی دی ہوئی خبریں جنھیں انہوں نے اپنے جد رسول اللہؐ کے علوم سے مخزون و محفوظ کیا تھا اور ان سے ورثہ میں پایا تھا تواتر کے ساتھ ثابت ہیں ان کرامات اور غیب کی باتوں کا ایک حصہ اہل سنت کے بڑے علما کی ایک جماعت نے بھی اپنی اپنی کتابوں میں درج کیا ہے مخصوصا وہ باتیں جو حضرت علیؑ سے صادر ہوئی ہیں اور اس میں کوئی تعجب بھی نہیں ہونا چاہئے کیونکہ پیغمبرؐ نے اپنے سارے علوم کو اہل بیتؑ سے مخصوص کردیا تھا او اِ سی لئے امت کو ان کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا اور ان سے متمسک رہنے کو ضلالت اور گمراہی سے

امن و امان و نجات قرار دیا۔ (۳)

اہل سنت کے علماء کی ایک جماعت نے شیعہ راویوں کی روایتوں سے اپنی کتابوں میں احتجاج و استدلال کیا ہے شیعی احادیث کے معتبر و مؤثق راوی رجال کی کتابوں میں معروف ہیں جو بھی شیعوں کے یہاں جرح و تعدیل میں لکھی گئی کتابوں کا مطالعہ کرے گا وہ جان جائے گا کہ شیعہ راویوں کے احوال و صفات کے سلسلہ میں کتنے اہتمام اور دقت نظر سے کام لیتے ہیں اور وہ حدیث پر عمل کرنے میں اتنے حساس ہیں کہ ضعیف حدیثوں سے احتجاج و استدلال نہیں کرتے۔ حدیث کا راوی شیعہ ہو چاہے سنی۔

اگر خطیب کو شیعوں کی کتابوں کی تھوڑی بھی خبر ہوتی تو انہیں معلوم ہوتا کہ شیعہ راویوں کے حالات کی کتنی تحقیق کرتے ہیں اور انہوں نے اگر کتاب "تاسیس الشیعہ" پڑھی ہوتی تو انہیں معلوم ہوتا کہ علم حدیث، راویوں کے حالات کی چھان پھٹک اور تمام اسلامی فنون میں شیعہ کتنا آگے ہیں صحیح و حسن حدیثوں کے نقل کرنے اور ان پر عمل کرنے میں شیعہ جن اصولوں پر اعتماد کرتے ہیں وہ بہت منظم، منضبط اور سمجھے بوجھے ہیں حاصل کلام یہ کہ آئندہ کی باتوں اور غیب کےامور کی خبر دینے والی ائمہ ؑ سے نقل شدہ روایات ان صحیح احادیث میں سے ہیں جنھیں مؤثق راویوں نے اپنی عالی سندوں کے ساتھ نقل کیا ہے عمیق نظر کے ساتھ مطالعہ کرنے والا شخص ان حدیث کے اجمالی تواتر میں شک نہیں کرسکتا بلکہ ان میں کی بعض احادیث تو تفصیل طور پر متواتر ہیں ان تمام روایات کا انکار کردینا ایک بہت بڑی لغزش ہے خطیب کو یہ کہاں سے علم ہو گیا کہ ان تمام احادیث کے راوی جھوٹ

بولنے میں معروف و مشہور ہیں ؟ اور ان تمام راویوں اور ان ساری کی ساری احادیث کی انہیں کہاں سے اطلاع ہوگئی ؟ جب کہ شیعوں کی ہزاروں کتابوں میں سے ایک کتاب کا بھی نام اچھی طرح انہوں نے نہیں سنا ہے اور کس کتاب میں علماء جرح و تعدیل نے یہ ذکر کیا ہے کہ ان تمام احادیث کے راوی جھوٹے تھے ؟ اور جھوٹ بولنے میں شہرۂ آفاق ان شیعہ راویوں کے نام کا انہوں نے ذکر کیوں نہیں کیا ؟ حضرت علیؑ کی امور غیبی کے سلسلہ میں دی ہوئی خبریں اہل سنت کی حدیث و تاریخ کی کتابوں میں نقل ہیں ان میں بعض احادیث بالتفصیل متواتر ہیں اور بعض بالاجمال ۔ تعجب تو ان لوگوں کی عقلوں پر ہوتا ہے جو صوفیوں کے مشایخ اور درویشوں کے لئے تو غیب کی باتوں کی خبریں دیتے اور ایسی ایسی کرامتیں ثابت کرتے ہیں جن سے عقل انکار کرتی ہے مگر اہل بیتؑ کے لئے غیب کی خبروں اور کرامتوں کا انکار کرتے ہیں وہ ائمہ اہل بیتؑ جن میں امیر المؤمنینؑ ، سبط اکبر امام حسنؑ ، سبط اصغر امام حسینؑ ، امام سجادؑ و امام باقرؑ وغیرہ شامل ہیں جو کتاب اللہ کے ہم رتبہ ہیں اور جن کے سلسلہ میں نبی کریمؐ نے یہ خوش خبری دی تھی کہ یہ لوگ قرآن مجید کے بارے میں غالیوں کی تحریف کی فنی اور باطل کے دعوں کو غلط ثابت کریں گے یہ لوگ ان احادیث کو نقل کرنے والے رجال کو جھوٹا کہتے ہیں جب کہ ان راویوں کا کوئی گناہ نہیں ہے ہاں اگر گناہ ہے تو یہ کہ انہوں نے اہل بیتؑ کے فضائل میں حدیثیں اور ان کے علم اور ان کی امامت کے ثبوت میں (نبیؐ کی زبان سے نکلی ہوئی) روایتیں نقل کردی ہیں وہ حدیثیں جنھیں بیان کرنا

بنی امیہ اور بنی عباس کے دور میں سب سے خطرناک سیاسی جرم تھا ہم نے اس موضوع پر اپنی اس کتاب میں بھرپور گفتگو کی ہے جو ہم نے روایات اصول شیعہ کی حجیت، ان کی طرف رجوع اور فقہ کے مسائل میں انؑ سے تمسک واجب ہونے کے سلسلہ میں لکھی ہے اسی طرح ہم نے ہر امام کے فضائل و مناقب اور انکے حالات زندگی پر کتب اہل سنت کو اپنا مدرک بنا کر الگ الگ کتابیں لکھی ہیں خدا سے ہماری دعا ہے کہ اس کام کو پورا کرنے اور اسے نشر کرنے کی ہمیں توفیق عنایت فرمائے (آمین).

حوالہ جات

۱۔ خطیب کے بہتان کو جھوٹا ثابت کرنے کے لئے ہم علامہ آشتیانی کی بحرالفوائد میں لکھی ہوئی عبارت نقل کئے دے رہے ہیں ص ۲۷۶ پر آپ فرماتے ہیں.

"معارف اسلامی عام طور پر دو قسم کے ہیں"

پہلی قسم:۔ جو دین کا جزء نہ ہوں اور سید المرسلینؐ کی شریعت میں جن کا کوئی دخل نہ ہو جیسے حور و قصور زمین و آسمان کی خلقت کی کیفیت وغیرہ جن کی طرف اشارہ کیا گیا ہے.

دوسری قسم:۔ جو دین کا جز ہوں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس تقسیم کے کیا معنی ہیں جب کہ جو باتیں بھی پیغمبرؐ بیان فرمائیں وہ لامحالہ دین میں سے ہیں ورنہ پیغمبرؐ بیان ہی نہ فرماتے کیونکہ ہم اس کا جواب یہ دیں گے کہ یہ خیال واضح طور پر غلط ہے اور باتوں کو خلط ملط کر دیتا ہے اس لئے کہ رسولؐ کبھی ایک بات کی خبر دیتا ہے اس حیثیت سے کہ وہ اللہ کی تعلیم کی ہوئی غیب کی باتوں کا عالم ہے نہ حیثیت مذکورہ سے. اور یہ واضح ہے کہ ایسی خبریں دینی امور سے متعلق نہیں ہو سکتیں.

پھر وہ امور جن کا دین سے تعلق ہے اور وہ دین کا جز ہیں وہ بھی دو طرح کے ہیں

(۱) وہ امور جن کا تعلق عمل سے ہے اگر یہ تعلق بلا واسطہ ہے تو یہ عمل حکم فرعی کہلائے گا اور اگر بالواسطہ ہے تو عمل حکم اصول عمل کھلوائے گا.

(۲) وہ امور جن سے مقصود اور جن کی غرض اصلی اولی یہ ہے کہ ان کا اعتقاد رکھا جائے اگر چہ کبھی کبھی ان پر عمل بھی کرنا ہوتا ہے۔

پہلی قسم:۔ یعنی وہ امور جو دین کی خبر نہیں ہیں ان پر دین کا جز سمجھ کر عمل کرنا واجب نہیں ہے اگر چہ یہ علم بھی ہو جائے کہ یہ امر رسولؐ کی خبر کے مطابق ہے چہ جائیکہ فقط گمان ہو ہاں البتہ رسولؐ سے ان امور کی نسبت ثابت ہوجانے کے بعد انکا انکار کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ ایک طرح سے رسولؐ کی تکذیب ہے جو کہ کفر ہے۔

اب رہی دوسری قسم یعنی وہ امور جو دین کا جزء ہیں تو وہ جن کا تعلق عمل سے ہے چاہے واسطے کے ساتھ ہو اس پر بغیر علم کے بھی عمل کرنے میں مضائقہ نہیں بلکہ فی الجملہ اس پر عمل کیا جاسکتا ہے جیسا کہ گذشتہ بحثوں میں مفصلاً آپ جان چکے ہیں گو کہ اصل اولی اور قانون اصلی کا تقاضہ یہی ہے کہ اس پر عمل نہ کیا جائے اور وہ امور جن سے اعتقاد کا تعلق ہے وہ بھی دو قسم کے ہیں جیسا کہ آپ جان چکے ہیں۔

(۱) جن کا اعتقاد ہر حال میں واجب ہے (چاہے معلوم ہو چاہے نہ معلوم ہو اور اگر نہیں معلوم ہے تو یہ نہ معلوم ہونا بھی ایک جرم ہے) اسی لئے ان امور کی معرفت حاصل کرنا بھی واجب ہے۔

(۲) وہ امور جن کی معرفت حاصل کرکے ان پر اعتقاد ہی رکھنا واجب نہیں بلکہ اگر خود بہ خود ان کی معرفت حاصل ہوگئی تو قھراً ان پر اعتقاد بھی رکھنا ہوگا اور ان پر عمل کرنا ہوگا (اگر قابل عمل ہوں) اور ان دونوں قسموں کے امور میں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اعتقادی امر اجمالی ہوتا ہے اس معنی یں کہ کسی بات پر اعتقاد اور اس پر عمل اجمالاً واجب ہوتا ہے چاہے وہ بات مطلقاً واجب ہو چاہے کسی شرط کے ساتھ اس معنی میں جسے آپ جان چکے ہیں تو ایسے موقع پر اس بات کی تفصیل حاصل کرنا واجب نہیں ہے ہاں اگر خود بہ خود تفصیل حاصل ہوگئی تو اس پر اعتقاد اور عمل واجب ہوجائے گا اس لئے کہ یہ بالکل ویسا ہی ہے جیسے کسی بات پر اجمالاً اعتقاد و عمل واجب ہو کیونکہ ضرورتاً معلوم ہے کہ تفصیل و اجمال میں حقیقتاً کوئی فرق نہیں ہوتا بس فرق اگر ہے تو تفصیل و اجمال کرکے اعتبار سے ہے (ورنہ یہ دونوں ایک ہی امر کے دو پہلو ہیں)

اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اعتقادی امر تفصیلی ہوتا ہے"

اور اسی صفحہ پر علامہ آشتیانی نے فرمایا ہے کہ: رسول اللہ کی تکذیب کرنا چاہے وہ روز مرہ کی باتوں ہی میں ہو قطعاً موجب کفر ہے اور یہ وہ باتیں ہیں جو امور واقعیہ سے متعلق ہیں اور ان کا دین سے کوئی تعلق نہیں ہے جیسے خلقت زمین و آسمان کی ابتداء، حور و قصور کی خلقت اور ہر آسمان کا ایک دوسرے سے فاصلہ وغیرہ ایسے

امور جو مخلوقات کی خلقت سے متعلق ہیں کیونکہ ان باتوں کا تعلق کسی دینی و اعتقادی امور سے نہیں ہے کہ جن پر عمل اور ان کا اقرار کرنا واجب ہے البتہ یہ معلوم ہونے کے بعد کہ یہ باتیں صاحب شرع نے بیان کی ہیں ان کا انکار کرنا درست نہیں ہے اور یہ وہم کرنا غلط ہے کہ جو کچھ رسول اللہؐ نے بیان فرمایا ہے وہ دین کا جز ہے جیسا کہ ہم آئندہ بیان کریں گے.

۲۔اس مسئلہ کی تفصیل (المستصفی من علم الاصول ج۲ / ص ۱۰۴ ۔ ۱۰۵) اور (عدۃ الاصول ص ۲۹۴ ۔ ۲۹۵) میں دیکھئے.

۳۔ علامہ محدث ابوالفیض احمد بن محمد بن صدیقی حسنی مغربی نے فرمایا ۔ حافظ نے ان شیعہ راویوں کے نام جمع کئے ہیں جن سے بخاری نے حدیثیں نقل کی ہیں اور یہ نام انہوں نے ستر (۷۰) تک گنوائے ہیں مگر میں نہیں سمجھتا کہ انہوں نے سبھی کے نام گنوائے ہیں (بلکہ صحیح بخاری میں شیعہ راویوں کی گنتی اس سے بھی زائد ہے) اور صحیح مسلم میں تو اس سے کہیں زیادہ شیعہ راویوں سے حدیثیں نقل ہیں یہاں تک کہ حاکم کا تو یہ کہنا کہ مسلم کی کتاب شیعہ راویوں کی حدیثوں سے بھری پڑی ہے ملاحظہ کیجیۓ کتاب (فتح الملک العلی بصحۃ حدیث باب مدینۃ العلم علی) ص ۱۰۶ طبعہ ثانیہ ـــ یہ کتاب بہت عمدہ ہے. بحث و تحقیق کرنے والے کے لئے لازم ہے کہ اس کتاب کو پڑھے کیونکہ اس کتاب میں ایسی علمی بحثیں اور رجالی فائدے ہیں جو دوسری کتابوں میں بہت کم نظر آتے ہیں .

خطیب کا شیعوں پر

اسلامی حکومتوں کی چاپلوسی کا الزام

خواجہ نصیر الدین طوسی اور ابن علقمی پر بغداد کے حادثہ میں دخل کا اتہام

خطیب نے ص ۲۴ پر یہ الزام لگایا ہے کہ اسلامی حکومتوں میں سے جب کوئی حکومت طاقت ور اور مضبوط ہوتی ہے تو شیعہ اپنی زبانوں سے اس کی چاپلوسی کرتے ہیں اور جب وہی حکومت کمزور ہوجاتی ہے یا دشمن اس پر حملہ کرتے ہیں تو شیعہ دشمن کی صفوں میں داخل ہوجاتے ہیں آخر میں انہوں نے ثبوت کے طور پر مغلوں کے حملہ ، بغداد میں ان کی خوں ریزی اور لوگوں کی ہتک حرمت وغیرہ جیسے عظیم جرائم کو پیش کیا ہے اور حکیم شیعہ ، فیلسوف اسلام خواجہ نصیر الدین طوسی ، ابن ابی الحدید اور موید الدین ابن علقمی وزیر پر اس درد ناک حادثہ میں ملوث ہونے کا الزام لگایا ہے "۔

خطیب کے لئے یہی بہتر تھا کہ وہ شیعوں کے افعال اور ان کے گمان کے

مطابق شیعوں کی کرتوتوں پر گفتگو نہ کرتے کیونکہ کسی گروہ کا عقیدہ اور اس کی رائے ایک چیز ہے اور اس کا عمل ایک دوسری چیز اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض لوگوں کے اعمال ان کے عقیدہ کے مطابق نہیں ہوتے فرقوں کے آراء و نظریات اور ان کے عقائد جاننے کے لئے بعض اہل فرقہ کے اعمال و افعال کو بنیاد بنانا درست نہیں ہے کیونکہ کوئی فرقہ ایسا نہ ہوگا جس میں کوئی ایسا شخص نہ پایا جاتا ہو جو اپنی قوم کے ساتھ خیانت نہ کرے اور اپنی امت کے ضرر میں کوئی اقدام نہ کرے .اور اگر تاریخ اسلام کو ہم اپنی نگاہوں کے سامنے رکھیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ عصر رسالت سے لیکر اس زمانہ تک منافقوں اور فاسق و فاجر مسلمانوں نے (اسلام و مسلمین کے ساتھ) کتنی خیانتیں کی ہیں یہ وہی بد.بخت لوگ تھے جن کے دلوں کو دنیا کی محبت اور موت کے خوف نے کمزور کردیا تھا .

کیا مسلمانوں کے (ترقیوں میں) پیچھے رہ جانے کا سیاست کےنوکروں ریاست کے غلاموں اور شیطان کے پیرووں کی خیانتوں کے علاوہ کوئی اور سبب ہے ؟ خطیب تم اسلامی سماج پر اپنی نظریں ڈال کر دیکھو اور استعمار کے غلام ان قائدوں اور امیروں پر نظر ڈالو کہ امت اسلامیہ میں جو کچھ بھی خرابیاں پیدا ہوئی ہیں انھیں کی خیانتوں اور بے دینیوں سے ہوئی ہیں اسرائیل کی غاصب و خبیث حکومت جسے استعماریوں نے اسلامی ملک میں جنا (پیدا کیا) ہے کیا اس کی بقا کا سبب بعض حکومتوں اور امراء کی خیانتوں کے علاوہ تمہیں کچھ اور نظر آرہا ہے ؟ حکومت فاروق میں مصری فوج کے ساتھ خیانت کے ہاتھوں نے جو کیا تھا کیا تم اسے بھول گئے ؟

کیا تم نے رسالوں اور مجلوں میں بعض نام نہاد اسلامی حکومتوں کے سربراہوں کی اسلام اور فرزندان اسلام کے ساتھ خیانتوں کو نہیں پڑھا. کیا پہلی عالمی جنگ میں بعض لیڈروں اور ریاست و حکومت کے طلب گاروں کی خیانت اور بے دینی کے سبب مسلمانوں کی تباہی و بربادی کی خبر، تمہارے کانوں سے نہیں ٹکرائی اس جنگ کا نتیجہ یہ ہوا کہ وحدت اسلامی مٹ کر رہ گئی ہر گوشہ میں ایک کمزور اور استعمار زدہ حکومت کی بنیاد پڑگئی اور اسلامی سماج کو ایک سے ایک مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا یہاں تک کہ بعض حکومتوں نےتو دین اسلام کی سنتوں اور اس کےریت رواج کو تمام حکومتی امور میں بالکل ترک کردیا. انا للہ و انا الیہ راجعون و لا حول و لا قوۃ الا باللہ.

اے خطیب اگر تم نے تاریخ پر ایک نظر ڈالی ہوتی اور شیعہ اور اہل سنت کا موازنہ کیا ہوتا تو اپنے لکھے ہوئے الفاظ مٹاڈالتے اور یہ جان جاتے کہ کون سا گروہ ملامت و سرزنش کا زیادہ سزاوار ہے.

وہ بات جس کا ذکر ان آپسی اختلافات کے نمونہ کے طور پر کہ جن کے سبب مسلمانوں کی عزت آبرو اور حکومت و قدرت خاک میں مل گئی بہت ضروری ہے وہ تتار کی فوجوں کی شہر اصفہان کو فتح کرنے کے موقع پر قتل و غارت گری اور لوٹ مار ہے یہ واقعہ ۶۲۷ھ کا ہے جب تتار شہر اصفہان کو فتح کرنے سے عاجز رہ گئے کئی بار اس پر حملہ کیا اور ان کے اور اصفہانیوں کے درمیان جنگ کی آگ بھڑک گئی فریقین سے بہت سے لوگ قتل ہوئے اس کے بعد بھی تتار اپنا مقصد نہ حاصل

کر سکے یہاں تک اصفہان والوں میں ۶۳۳ھ میں آپس میں اختلاف ہوگیا یہ لوگ دو گروہوں میں بٹ گئے ایک گروہ حنفی فرقہ والوں کا تھا اور دوسرا شافعی فرقہ والوں کا ان کے درمیان مسلسل کئی جنگیں ہوئیں اور نفرتیں آشکار ہوگئیں شافعی فرقہ والوں میں سے ایک گروہ الگ ہو کر اپنے پڑوسی تتاریوں سے جاملا اور ان سے کہا کہ ہمارے شہر پر حملہ کرو تا کہ ہم اسے تمہارے حوالہ کردیں.

یہ واقعہ چنگیز خان قاآن کے بیٹے کے دور حکومت کا ہے اس نے اسی سال ۶۳۳ھ میں فوجوں کو روانہ کیا فوجیں اصفہان کے نزدیک آئیں اور پورے شہر کا محاصرہ کر لیا اس موقع پر حنفیوں اور شافعیوں کی تلواریں ایک دوسرے کے مخالف چلیں بہت سے لوگ قتل ہوئے اور شہر اصفہان کے دروازے کھل گئے.

شافعیوں نے تتار کے ساتھ یہ معاہدہ کرکے دروازے کھولے کہ وہ حنفیوں کو قتل کریں گے اور شافعیوں کو معاف کردیں گے مگر جب تتار شہر میں داخل ہوگئے تو انہوں نے دونوں گروہوں کو قتل کر ڈالا پہلے انہوں نے شافعیوں سے ابتداء کی انہیں بری طرح قتل کیا اور معاھدہ کے مطابق انہیں معاف نہیں کیا پھر حنفیوں کو قتل کیا پھر بچے ہوئے لوگوں کو بھی قتل کر ڈالا خواتین کو اسیر کیا، حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کردئے، مال و دولت لوٹ لیا مال دار لوگوں کے اموال پر قبضہ کرلیا اور پھر آگ لگاکر پورے اصفہان کو پھونک ڈالا یہاں تک کہ سارا شہر راکھ کا ایک ڈھیر بن کر رہ گیا (۱).

اس طرح کے حادثے ارباب مذاہب کے درمیان کم نہیں ہیں مثلاً وہ عظیم

فتنہ جو بغداد میں حنبلیوں اور دوسروں کے درمیان خدا کے قول " عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محموداً" کے معنی میں رونما ہوا تھا حنبلیوں کا کہنا تھا کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ خدا پیغمبرؐ کو اپنے عرش پر بٹھائے گا اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کا کہنا تھا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ حضور کو قیامت کے دن حق شفاعت ملے گا.

ان کا یہ اختلاف طول پکڑ گیا اور آپس میں خوب جنگ ہوئی اور کثیر تعداد میں لوگ قتل ہوئے [۲] ان سب باتوں کے باوجود اہل مذاہب پر کوئی ملامت نہیں ہے بلکہ ملامت تو ان پر ہے جو ان اہل مذاہب میں جاہل و بے عقل ہیں غلطی تو ان لوگوں کی ہے جو مذہبوں کو اختلاف مسلمانوں کے درمیان تفرقہ اندازی اور اپنے علاوہ دوسرے فرقہ والوں کو کافر بنانے کا ذریعہ بناتے ہیں اور مذہب کو اپنے ناپاک اغراض و مقاصد کی تکمیل کا وسیلہ بناتے ہیں.

پھر ارباب دولت کی چاپلوسی شیعوں ہی کی کیوں خصوصیت بن گئی امویوں اور عباسیوں کے دور حکومت میں بعض سنیوں کی چاپلوسی کو خطیب کیسے بھول گئے.

شعراء کے دیوان پڑھو اور ایسے تاریک زمانوں میں ان لوگوں کی چاپلوسی کی طرف نظر اٹھاؤ جنھوں نے امراء و حکام کے قبیح و شرمناک افعال و کردار کو لوگوں کے سامنے سجا کر پیش کیا اور ان علماء و محدثین پر بھی ایک نظر ڈالو جنھوں نے ایسے بدکار حکام کے افعال و کردار پر کوئی نکتہ چینی نہیں کی نہ ان کو کوئی نصیحت کی اور نہ کتاب خدا اور سنت رسولؐ کی طرف رجوع کرنے کا مطالبہ کیا بلکہ اس

زمانہ میں تو یہ علماء ان بدکار امراء وحکام کی اطاعت واجب ہونے کا فتوی دیتے تھے اور ان کے خلاف خروج کرنے کو سب سے عظیم کار حرام سمجھتے تھے . اور اگر خطیب کے زعم ناقص میں کسی شیعہ نے ظالم و جابر بادشاہوں کے ظلم و ستم کے خوف سے یا خوں ریزی سے بچنے کے لئے یا اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کے لئے تقیہ پر عمل کرتے ہوئے چاپلوسی سے کام لیا تو بعض سنیوں نے تو بغیر کسی خوف و ہراس کے فقط مال دنیا اور کھنکتے سکوں کے فریب میں آکر چاپلوسی کی اس کی مثال اور ثبوت کے لئے غیاث بن ابراہیم نخعی کا واقعہ کافی ہے ایک بار وہ عباسی خلیفہ مہدی سے ملنے گیا تو اس نے خلیفہ کو کبوتر بازی میں مصروف پایا اس نے وقتی طور سے خلیفہ کی چاپلوسی میں رسول اللہؐ کی ایک حدیث بیان کی کہ " مقابلہ اور مسابقہ جائز نہیں ہے مگر تیر اندازی ، اونٹ کی دوڑ ، گھوڑدوڑ اور کبوتر بازی میں (کبوتر بازی کا اضافہ اس نے اپنی جانب سے خوش آمد میں کیا تھا) تا کہ خلیفہ کی خواہش کے مطابق بات ہوجائے خلیفہ مہدی نے حکم دیا کہ اسے سکوں کی ایک تھیلی دے دی جائے جب وہ تھیلی لیکر جانے لگا تو مھدی نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیری پشت ایک ایسے شخص کی پشت ہے جس نے رسول اللہؐ پر جھوٹ باندا ہے پھر مھدی نے کبوتروں کو ذبح کرنے کا حکم دیا مگر اس جھوٹے سے کوئی تعرض نہیں کیا اور جو عطا کیا تھا اسے واپس نہیں لیا یہاں تک کہ اس جھوٹے چاپلوس نے ہارون رشید کے ساتھ بھی اسی طرح کی حرکتیں کیں (۳) .

یہ واقعہ بھی بطور مثال پیش کیا جاسکتا ہے کہ ابوالبختری وہب بن وہب نے

یحییٰ ابن عبداللہ بن الحسن کو ہارون رشید کے دئے ہوئے امان نامہ کو چاقو سے پھاڑ ڈالا (اس بناء پر ہارون کو انہیں قتل کرنے کا بہانہ مل گیا) تو اس نے خوش ہوکر ابوالبختری کو ایک لاکھ ساٹھ ہزار دینار دئے اور اسے قاضی بنادیا اس طرح کی مثالیں بہت زیادہ ہیں خاص طور سے بنی امیہ اور بنی عباس کے حکومت پر غلبہ حاصل کرنے کے دور میں .

تو جب بعض سنیوں کی یہ صورت حال ہو تو کیا یہ صحیح ہے کہ تمام سنیوں پر ان چاپلوسیوں کا الزام لگایا جائے ؟ اور کیا کوئی قوم یا امت ایسی ہے جس میں اسی طرح کے لوگ نہ پائے جاتے ہوں ؟

تو کسی سنی کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ بعض شیعوں کی کسی بات پر وہ تمام شیعوں کو مجرم ٹھرائیں اسی طرح سے کسی شیعہ کے لئے بھی یہ درست نہیں ہے کہ وہ حجاج یا مسلم بن عقبہ جیسے ظالم و جابر بادشاہوں کے افعال پر تمام سنیوں کو برا بھلا کہیں .

اس میں کوئی شک نہیں کہ تتاریوں کا بغداد پر تسلط تاریخ میں مسلمانوں کے لئے ایک بڑی مصیبت تھی لیکن اس حادثہ میں مسلمانوں کی مصیبت کیا معاویہ کی حکومت اور اسکی حضرت علیؑ سے جنگ کی مصیبت سے بڑھ کر تھی ؟ کسی بھی حادثہ کے اتنے برے نتائج نہیں بر آمد ہوئے جتنے معاویہ کی بدعنوانیوں اور حضرت امیرؑ کے ساتھ اس کی جنگ کے برے نتائج بر آمد ہوئے .

جرمن کے ایک دانش مند نے آستانہ (استنبول) میں مسلمانوں سے مخاطب ہو

کر کہا اس وقت ان میں شرفاء مکہ کی بھی ایک شخصیت موجود تھی " ہم لوگوں کو چاهئے کہ معاویہ ابن ابی سفیان کا ایک سونے کا مجسمہ (اسٹیچو) اپنے ملک کے پایہ تخت کے ایک میدان میں نصب کریں اس سے پوچھا گیا کہ ایسا کیوں ؟ تو اس نے جواب دیا : اس لئے کہ معاویہ ہی وہ شخص ہے جنھوں نے حکومت اسلامی کے نظام کو جمہوریت کے راستہ سے ہٹا کر قہر و غلبہ کی راہ کی طرف موڑ دیا اور وہ اگر ایسا نہ کرتے تو ساری دنیا میں اسلام کا پرچم لہرا جاتا اور ہم جرمن والے اور یورپ کی تمام قومیں عرب مسلمان ہوتے "[۴].

حوالہ جات

۱۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۸ / ص ۳۶۴.

۲۔ تاریخ الخلفاء ص ۲۵۵.

۳۔ دیکھئے " الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث " ص ۸۶ ، نخبۃ الفکر ص ۶۱ اور ۶۲ ، " نزھۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر " ص ۶۱ ، تاریخ الخلفاء ص ۱۸۳ اور اخبار مکہ المشرفہ ج ۳ / ص ۹۸.

۴ مقاتل الطالبین ص ۴۸۰.

۵۔ تفسیر المنار ج ۱۱ / ص ۲۶۰.

مغلوں کے حملہ کا غم انگیز سانحہ

(بغداد کے زوال کے اسباب)

خداوند جبّار کا قرآن میں اعلان ہے کہ " ہم جب چاہتے ہیں کہ کسی قریہ کو تباہ و برباد کردیں تو اس قریہ کےدولت مند اور سرکش لوگوں کو چھوٹ دے دیتے ہیں تو وہ لوگ اس میں خوب فسق و فجور اور بدکاریاں کرنے لگتے ہیں تو اس قریہ پر ہماری بات پوری ہو جاتی ہے پھر ہم اس قریہ کو اچھی طرح تباہ و برباد کردیتے ہیں " (سورہ اسراء ۱۶)

کسی شاعر نے ٹھیک ہی کہا ہے (اشعار کا ترجمہ) لوگوں نے اپنی حکومت میں خوب من مانی کی اور خوب پھولے پھلے اور کچھ ہی دنوں کے بعد ایسے دن پلٹ گئے جیسے ان کے پاس کوئی حکومت ہی نہ تھی.

اگر انہوں نے انصاف کیا ہوتا تو ان کے ساتھ بھی انصاف کیا جاتا ہے لیکن

انہوں نے بغاوت و سرکشی سے کام لیا تو زمانے کی آفتوں اور مصیبتوں نے بھی انہیں آدبوچا . ان کی یہ حالت ہوئی کہ زبان حال نے ان سے کہا کہ (اب پچھتانے سے فائدہ) یہ تباہی و بدحالی تمھاری سرکشی کا صلہ ہے زمانہ پر کوئی عتاب نہیں ہے .

مغولوں کے حملہ کا حادثہ ایک بہت عظیم سانحہ اور بہت بڑی مصیبت تھا تمام خلائق اس حادثہ کی زد میں آگئے خصوصاً مسلمانوں کو بڑی بلاؤں او مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا ایسا حادثہ کانوں نے نہیں سنا تھا اس حادثے نے تاریخ انسانیت کو سیاہ کردیا اس حادثہ کے سلسلہ میں جو یہ کہا گیا ہے اس میں علماء و صلحاء اور خواص و عوام کو قتل کیا گیا ، شہروں کو تاراج کیا گیا ، حاملہ عورتوں کے شکم چاک کردئے گئے . پیٹ کے بچوں کو بھی قتل کردیا گیا . مسجدوں اور عبادت گاہوں کو منہدم کردیا گیا . کتابیں نذر آتش کردی گئیں اور جس شہر کو بھی مغولوں نے فتح کیا وہاں کے لوگوں کی ھتک حرمت کی اور عزتیں لوٹیں یہ سب اس حادثہ میں رونما ہونے والے واقعات کی تفصیل کا ایک مختصر سا خاکہ ہے یہ فتنہ مسلمانوں اور اسلامی ملکوں کو اپنی لپیٹ میں لئے ہوئے تھا بس یہی کہنے کو دل چاہتا ہے کہ "انا للہ و ان الیہ راجعون".

اس حادثہ میں شہر بغداد کو شدید ترین مظالم کا سامنا کرنا پڑا وہاں قتل ہونے والوں کی تعداد جیسا کہ کہا گیا ہے دس لاکھ سے بھی زائد تھی بلکہ یہاں تک کہا گیا ہے کہ کنوں اورگڑھوں میں چھپ جانے والوں کے علاوہ کوئی بھی زندہ نہیں بچا تھا اس ہنگامے میں دردناک انداز سے قتل کرنے ، ھتک حرمت کرنے ، مال و دولت

کے لوٹنے ، لوگوں کے دجلہ میں ڈوبنے اور کتابخانوں کے برباد ہونے کے ایسے واقعات رونما ہوئے جو تاریخ انسانیت میں کم نظیر ہیں اس غم انگیز حادثہ میں شیعوں کا نقصان فقط بغدا ہی میں نہیں بلکہ خراساں اور ماوراء النہر وغیرہ میں بھی سنّیوں سے کم نہیں ہوا تو قتل ہونے والوں کے ساتھ سیعہ بھی قتل ہوئے شرفاء اور سادات میں سے بے شمار افراد قتل ہوئے .

اس حادثہ میں مسلمانوں کی شکست کا سب سے بڑا سبب [۱] ان کے آپسی اختلافات ، داخلی جنگیں ، حکومت و دولت کی ہوس ، گناھوں اور شہوت پرستیوں میں انہماک ، خلفاء کی امور سلطنت مئں بدتربیری [۲] ، کلامی مسائل اور مذہبی اختلافات [۳] کے دبے ہوئے فتنوں اور عصبیتوں کا ابھرنا ، منصب داروں کا لھو ولعب میں مشغول رہنا اور خلیفہ مستعصم باللہ کا کبر و نخوت اور مال و دولت خرچ کرنے میں بخل کرنا تھا .

جیسا کہ تاریخ الخلفاء میں ص ۳۰۹ پر اس کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ لذت اندوزیوں میں کھویا ہوا رہتا تھا اسے امور سلطنت کی کوئی خبر نہیں رہتی تھی اور نہ اسے حکومت کے مصالح سے کوئی سروکار تھا .

ابن کثیر نے لکھا ہے کہ : پھر سال ۶۵۶ھ کا آغاز ہوا اور یہ سال اس طرح سے آیا کہ تتاریوں کی فوجوں نے تتاریوں کے بادشاہ ہلاکو خان کے لشکر کی اگلی ٹکری کے دوسرداروں کی معیت میں بغداد کے قریب ڈیرا ڈال دیا ......اور تتاریوں نے دارالخلافہ کو گھیر لیا اور اس پر ہر جانب سے تیروں کی بارش کرنے لگے اتنے میں

دارالخلافہ کی کسی کھڑکی سے ایک تیر آیا اور اس لونڈی کو لگ گیا جو خلیفہ کے سامنے گا نا بجا کر اسے خوش کررہی تھی یہ لونڈی خلیفہ کے محبوب ترین اسباب تفریح میں سے ایک تھی یہ لونڈی خالص عرب نہیں تھی اور اس کا نام " عرفہ " تھا تیروں کے لگتے ہی وہ لونڈی رقص کی حالت ہی میں مرگئی اس واقعہ سے خلیفہ کو بہت قلق ہوا اور شدید صدمہ پہنچا[۴]

ابن طقطقی نے " الفخری فی الاداب السلطانیہ "[۵] میں لکھا ہے کہ :
مستعصم بنی عباس کا آخری خلیفہ تھا لھو و لعب اور گانے سننے میں حد سے زیادہ مشغول رہتا تھا اس کا دربار ایک لمحہ کے لئے بھی لھو و لعب اور گانے بجانے سے خال نہیں رہتا تھا اس کے مصاحبین اور حاشیہ نشین سب کے سب اس کے ساتھ عیاشیوں اور لذت اندوزیوں میں منہمک رہتے تھے اس کی خیر خواہی کی کوئی بات نہیں کرتے بات نہیں کرتے تھے عربی کی ایک مثل ہے " الخائن لا سمع صیاحاً " یعنی خائن کوئی چیخ پکار نہیں سنتا .

عوام کی جانب سے کئی پرچے لکھ کر اس کے دار الخلافہ میں ڈالے گئے جس میں مختلف انداز سے ڈرایا دھمکایا گیا تھا ان پرچوں میں دارالخلافہ کے سلسلہ میں یہ اشعار تھے ؎

(اشعار کا ترجمہ) خلیفہ سے کہہ دو کہ سنبھل جا ناگوار حوادث تجھ سے قریب آگئے ہیں ہوشیار ہو جاو کہ تجھے رقص و سرود اور لھو و لعب کے فنوں نے دھوکا دیا ہے اور مصائب نے تجھے گھیر لیا ہے عزم کے ساتھ اٹھ کھڑا ہو ورنہ نحوستیں جنگ ،

کمزوری ، بے عزتی ، اسیری ، مارپیٹ ، لوٹ مار اور پھانسی تیرے سر پر منڈلا رہی ہیں .

مستعصم کی حکومت کے ایک شاعر نے اس سلسلہ میں ایک قصیدہ کہا ہے جن کے چند اشعار کا ترجمہ یہ ہے " اے سوال کرنے والے تو محض حق کا طلبگار ہے تو کان لگا کر سن کہ میں کچھ کہنا چاہتا ہوں اگر تو مدینہ جانا یا اس کی مقدس فضا سے قریب ہونا تو ان سے یہ بات کہہ دینا جن کے حق میں (رسول اللہؐ) سورۂ صاد نازل ہوا تھا کہ کفر نے گلشن اسلام میں اپنے شعلے بھڑکالئے ہیں اور اب کفر کی آگ بجھنے کوئی امید نہیں ہے ہائے رے لوگوں اور دین حنیف کی تباہی و بربادی اور واویلاہ دہر کے ان حادثات پر جو بغداد میں رونما ہوئے قتل و خوں ریزی ہتک حرمت و سزائیں ، شکنجے اور ایسی مصیبتیں جن سے نو مولود کے بھی سر کے بال سفید ہوجائیں "(٦)

یہ سب کچھ ہوتا رہا اور وہ گانے بجانے اور دو مصرع اور سہ مصرع سننے میں لگا رہا اور اس کی حکومت کی بنیادیں ہل گئیں ایک واقعہ اس کا بہت مشہور ہے کہ اس نے موصل کے حاکم بدالدین لؤلؤ کو ایک خط لکھ کی گانے بجانے والوں کی ایک پارٹی طلب کی اسی وقت سلطان ہلاکو خان کا نمایندہ حاکم موصل کے پاس آیا اور کہا کہ ہلاکو خاں نے منجنیق اور آلات محاصرہ طلب کئے ہیں ان دونوں طلبوں کے بہ یک وقت پہنچنے پر بدرالدین بولا دونوں طلبیں دیکھو اور اسلام اور اہل اسلام پر رو۔

مجھ تک خبر پہنچی ہے کہ وزیر مؤیدالدین محمد بن علقمی مستعصم کی حکومت کے آخری دور میں ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ (اشعار کا ترجمہ) " ایسی قوم کے حالات درست ہونے کی کیا امید کی جاسکتی ہے جس کی قوت کو جس نے چاہا ضایع کر ڈالا اس اطاعت کی جاتی ہے جو کوئی بات بھی درست نہیں کہتا اور جو صحیح بات کہتا ہے اس کی اطاعت نہیں کی جاتی " (فخری کا کلام تمام ہوا)

مال و دولت سے اس کے عشق کا ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ بادشاہ ناصر داؤد معظم نے ۶۴۷ ھ میں اس کے پاس ایک امانت رکھوائی جس کی قیمت ایک لاکھ دینار تھی مانگنے پر خلیفہ نے اس امانت سے انکار کردیا ناصر داؤد نے اس کے جیسے خلیفہ سے اس بے ایمانی کو بہت برا سمجھا بلکہ یہ بات تو اس سے کم درجے کے آدمی کے لئے بھی بہت بری ہے یھودیوں اور عیسائیوں میں بھی ایسے مل جائیں گے جن کے پاس اگر سکوں کے ڈھیر بھی بطور امانت رکھو تو وہ اسے واپس کردیں گے (۷).

اس کی کنجوسی کا ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ اسکی فوج کے بہت سے سپاہی تنخواہیں نہ ملنے کی وجہ سے بغداد چھوڑ کر ۶۵۰ ھ میں ملک شام سے ملحق ہوگئے تھے (۸).

اس کی بد انتظامی اور ضعف تدبیر کا ایک نمونہ یہ بھی ہے کہ اس نے ہلاکو خاں اور اس کے حلقے کے خاص افراد سے صلح کرنے اور انہیں تحفے و تحائف بھیجنے کے اپنے وزیر کے مشورہ کو کوئی اہمیت نہیں دی جب کہ پہلے اس مشورہ کو پسند کیا تھا اور پھر نظر انداز کردیا اور بہت حقیر و بے قیمت تحفے بھیجنے پر اکتفاء کی (۹).

اس نے وزیر کے دشمنوں اور جاسوسوں کے مشوروں پر عمل کیا جب کہ

انھیں لوگوں نے اسے غلط مشورہ دئے اور جنگ کرنے اور صلح نہ کرنے کے لئے ہمت افزائی کی[۱۰].

جب کہ اس کا باپ مستنصر باللہ اپنی فوج پر بہت مال و زر خرچ کرتا تھا اس کے باوجود تتاریوں کے ساتھ اس کا طرز عمل اچھا تھا وہ ان سے مصالحت رکھتا تھا اور ہر طرح سے انہیں راضی رکھنے کی کوشش کرتا تھا[۱۱] اور اگر مستعصم نے اپنے وزیر کے مشوروں اور نصیحتوں کو مان لیا ہوتا اور اپنے باپ کے راستے پر چلا ہوتا تو شاید وہ مسلمانوں سے اس مصیبت عظمیٰ کو دفع کرنے میں کامیاب ہوجاتا.

اور ایران کے ادیب شاعر شیخ سعدی شیرازی نے مستعصم کے مرثیہ میں جو اشعار نظم کئے ہیں ان سے بھی یہ ظاہر ہے کہ بادشاہ فارس ابو بکر سعد زنگی نے بھی مستعصم کو مصالحت اور خوش رفتاری کی نصیحت کی تھی اس بادشاہ نے اپنی حکمت عملی اور خوش تدبیری سے فارس کو تتاروں کی نظروں سے بچائے رکھا.

مؤرخین کا بیان ہے[۱۲] کہ اس کے تکبر کا یہ عالم تھا کہ اس کے قصر میں تخت حکومت تک آنے کے راستہ میں حجراسود کی طرح ایک پتھر نصب تھا جس پر اطلس کا کالا غلاف پڑا رہتا تھا بادشاہ و سلاطین اور دولت مند و غریب لوگ سبھی اس غلاف کی زیارت کرتے تھے اور پتھر کو چومتے تھے ایک بار ایک متقی، پرہیزگار عالم مجدالدین اسماعیل فالی اتابک مظفرالدین سعد کے نامہ بر کی حیثیت سے خلیفہ کے دربار میں آئے اور انہوں نے اس پتھر کو چومنے سے انکار کردیا اور یہ انہوں نے بہت اچھا کام کیا تھا کیونکہ ہر توحید پرست اور خدا و رسولؐ پر ایمان رکھنے والے

مسلمان پر واجب ہے کہ وہ ایسا کام نہ کرے لیکن جب انہیں زبردستی مجبور کیا گیا تو انہوں نے اس پتھر پر قرآن مجید کو رکھ کر قرآن کو چوم لیا۔

مستعصم کی خلافت میں سب سے دردناک واقعہ بغداد کے محلہ کرخ کو تاراج کرنا، شیعوں اور غیر شیعوں کی ایک بہت بڑی تعداد کو قتل کرنا، ان کے مال و اسباب کو لوٹنا اور لڑکیوں کو اسیر کرکے گھوڑوں پر برہنہ بٹھا کر بازاروں میں کشاں کشاں پھرانا تھا اور یہ سب مستعصم کے بیٹے ابوالعباس احمد کے حکم سے ہوا تھا" (۱۳)۔

بہر حال وزیر علقمی پر ہلاکو خان سے سازباز کرنے کا اتہام عین ممکن ہے کہ شیعوں کے دشمنوں اور ان سے تعصب رکھنے والوں کی سازش ہو (۱۴) اور اس امکان کی تردید بہت مشکل ہے ان شرم ناک جرائم میں ملوث ہونے کی نسبت بغیر کسی قطعی دلیل کے کسی مسلمان کی طرف دینا عقل و شرع کی رو سے قطعاً ناجائز ہے۔

مزید وضاحت کے لئے ہم ابن طقطقی کی تاریخ فخری ص ۲۴۶ سے عبارت نقل کرتے ہیں:-

انہوں نے کہا کہ " وزیر علقمی فاضل کامل عقلمند کریم اور باوقار شخص تھا ریاست و حکومت کو دوست رکھتا تھا شان و شوکت والا تھا قوانین ریاست سے آشنا تھا سیاست کے گروں سے واقف تھا اوروزارت کے تمام لوازم سے باخبر تھا اہل ادب کو دوست رکھتا تھا اہل علم اس کے مقرب بارگاہ تھے اس نے کئی بہترین

کتابیں بھی لکھیں ہیں وہ حکومت اور رعایا کے اموال کے سلسلہ میں پاک دامن تھا کہا گیا ہے کہ موصل کے حاکم بدرالدین نے اسے تحفے میں کچھ کتابیں ، کپڑے اور عمدہ چیزیں بھیجیں جن کی قیمت دس ہزار دینار تھی .

جب یہ تحفہ وزیر تک پہنچا تو وہ اسے لے کر خلیفہ کے پاس آیا اور کہا کہ موصل کے حاکم نے مجھے یہ تحفہ بھیجا ہے اور مجھے شرم آئی کہ اس تحفہ کو اسے واپس کردوں اور اسے میں یہاں تک لے آیا آپ اسے قبول کرلیجئے تو خلیفہ اس تحفہ کو قبول کرلیا پھر وزیر نے بدرالدین کو اس تحفے کے بدلے بغداد کے بہترین تحفے بھیجے جن کی قیمت بارہ ہزار دینار تھی اور یہ التماس کیا کہ آئندہ وہ اسے کوئی تحفہ نہ بھیجے .

خلیفہ کے حلقہ کے خاص افراد میں سب کے سب اسے ناپسند کرتے تھےاور اس سے حسد کرتے تھے جب کہ خلیفہ اس کا معتقد تھا اور اے بہت دوست رکھتا تھا ان لوگوں نے خلیفہ سے اس کی بہت شکایتیں کی اس بناء پر اس نے بہت سے امور سے اپنے ہاتھ کھینچ لئے لوگوں نے اسے شراب خوار کہا جب کہ یہ درست نہیں ہے .

فخری نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس کے آخری ایام میں خبریں عام ہوگئی تھیں کہ سلطان ہلاکو خان کی معیت میں مغولوں کی فوجیں نزدیک آرہی ہیں مگر ان خبروں نے خلیفہ کے عزم و ارادہ میں کوئی جنبش نہیں پیدا کی جب بھی وہ سلطان کی پیش روی اور تیاریوں کے بارے میں کچھ سنتا تھا تو بجائے آمادہ ہونے کے اور پست ہو

جاتا تھا (یہاں تک کہ فخری میں لکھا ہے کہ) اس کا وزیر مؤیدالدین ابن علقمی ان اطلاعات سے باخبر تھا وہ خلیفہ کو خطوط کے ذریعہ تنبیھہ کیا کرتا تھا اور بے داری ، احتیاط اور حفاظت کی تیاری کی طرف اشارہ کرتا رہتا تھا مگر خلیفہ کی غفلت و لا پرواہی بڑھتی جاتی تھی اور اس کے حالی موالی اسے بھلا وے میں ڈالے رہتے تھے کہ ان باتوں کا کوئی خطرہ نہیں ہے .

میری نظر میں کوئی بعید نہیں ہے کہ وزیر کی طرف خیانت و غداری کی نسبت سب سے پہلے کسی متعصب شخص کی سازش ہو جیسا کہ ہم بیان کرچکے ہیں پھر اس غلط الزام کو کسی ایسے شیعہ نے نقل کردیا کہ بنی عباس اور ان کے نوکروں کے شیعوں پر مظالم ، ان کی آزادی کو سلب کرنے ، ان کے گھروں کو جلانے ، انہیں قتل کرنے اور انہیں دردناک سزائیں دینے کے واقعات جن کے ذکر سے بدن کانپ اٹھیں ، کو سن کر جس کے جذبات کو ٹھیس لگی ہوگی گویا اس نے اس بات کو اپنے سینے میں لگی آگ بجھانے کے لئے نقل کیا ہے اور جن سنیوں سے اس بات کا ذکر کیا ہے انھوں نے کسی معتبر ماخذ و مصدر کو بطور سند کے نہیں پیش کیا ہے ہم نے شیعوں کی کتابوں میں اس جھوٹے الزام کا کوئی نام و نشان تک نہ پایا چہ جائیکہ کوئی اس بات پر فخر کرتا اور شیعوں میں اس بات پر فخر کرنے والا (معاذاللہ) کوئی ہوتا بھی تو اس کا ذکر خواجہ نصیر الدین طوسی اور وزیر علقمی کے زمانہ میں لکھی جانے والی کتابوں میں ہوتا علامہ حلیؒ کی امامت اور امت کے اختلافات میں لکھی ہوئی کتابیں موجود ہیں ان میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے جب کہ علامہ

نصیرالدین طوسیؒ کے عقلی علوم میں شاگرد تھے ہاں آخری دور میں شہید ثالث نوراللہ شوشتری نے "مجالس المؤمنین" میں اس کا ذکر کیا ہے اور " روضات الجنات " کے مؤلف نے ان کی پیروی میں اسے نقل کردیا ہے جب کہ ان کا بھی کوئی معتبر مدرک نہیں ہے.

وزیر علقمی کا اس حادثہ میں شریک ہونا معلوم ہو یا مشکوک اس درد ناک حادثہ اور مسلمانوں کے قتل عام سے راضی ہونا مذہب شیعہ کے اصول کے خلاف ہے شیعہ کسی بھی سنی یا شیعہ کو بغیر حق کے قتل کرنا ناجائز سمجھتے ہیں تو وہ اس قتل عام ، بورھوں اور بچوں کے ذبح ہونے اور کافروں کے مسلمانوں پر غالب ہونے سے کیسے راضی ہوسکتے ہیں شیعوں کے فقہاء میں ایک بھی فقیہ ایسا نہ ملے گا جو کسی سنی کا قتل جائز ہونے کا فتوی اس بناء پر دے کہ وہ سنی ہے. چہ جائیکہ تمام اہل بغداد کے قتل کا فتوی جب کہ ان میں شیعہ اور سنیوں میں سے بہت سے علماء و شرفاء بھی تھے.

اب رہی محقق طوسیؒ کی بات تو وہ اس سے کہیں بلند و برتر ہیں کہ وہ اس حادثہ میں شریک رہے ہوں ہلاکو خان نے خواجہ نصیرالدین طوسیؒ کو اسماعیلیوں کے ہاتھوں سے چھڑانے سے پہلے خلیفہ کو ایک خط بھیجا اور اس سے یہ چاہا کہ وہ اپنے لشکر کےذریعہ اس کی مدد کرے اس سے اس کی غرض خلیفہ پر حملہ کرنے کے وسائل فراہم کرنا اور دوسرے شہروں کی طرح بغداد کو بھی فتح کرنا تھا خواجہ اگر اسے اس ارادے سے روکنا بھی چاھتے تو ان کی بات کا کوئی اثر نہ ہوتا کیونکہ اگر چہ

وہ ظاہر میں ہلاکو خان کے نزدیک محترم تھے اور وہ اپنے دربار میں ان کے جیسے عالم کے وجود پر فخر کرتا تھا اور ان کے علم و حکمت سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا مگر خواجہ ان لوگوں میں سے نہیں تھے جو اپنے اختیار وارادے سے سلطان کے مصاحب و ملازم رہتے بلکہ وہ اس کے ساتھ رہنے پر مجبور تھے بادل ناخواستہ سلطان کے ساتھ رہنے کے علاوہ ان کے پاس کوئی چارہ کار نہیں تھا ہلاکو خان کے دربار میں ان کی کیفیت اسماعیلیوں کے پاس رہنے سے بہتر نہیں تھی.

اور وہ بات جو اس فلسفی (طوسیؒ) اور وزیر علقمی کے درمیان ساز باز کو اور بھی بعید از واقعیت بنا دیتی ہے یہ ہے کہ ابن علقمی نے امیر ناصرالدین محتشم کو خط میں لکھا کہ نصیرالدین طوسیؒ نے خلیفہ سے خط و کتابت کا سلسلہ شروع کردیا ہے اور اس کی مدح میں ایک قصیدہ نظم کیا ہے ان کا ارادہ ہے کہ وہ آپ کے پاس سے نکل جائیں یہ واقعہ بھی اس الزام کی نفی کرتا ہے اور اس حقیقت سے بھی غافل نہیں ہونا چاہئے . جب محتشم نے اس خط کو پڑھا تو محقق طوسیؒ کو قید کرلیا (۱۵).

بہ ہر حال اس حکیم فلسفی جیسا شخص کہ زمانے نے علم و اخلاق اور فضائل نفسانی اور کمالات انسانی کی اعلی منزلوں کے حامل کم ہی ایسے افراد پیدا کئے جو تواضع و حکم اور انسانی ہمدردی کی ضرب المثل بن گئے ایسا شخص کبھی بھی وہ کام نہیں کرسکتا ، کہاں یہ جرائم اور کہاں وہ مرد ملک سرشت کہ جو معلم اخلاق تھا اور حکمت عملیہ میں جس کی تصانیف ہمیشہ تربیت و اخلاق فاضلہ کا سرچشمہ اور اصلاح باطن

و تہذیب نفس کا منبع رہیں [۱۶]۔

ہاں خواجہ اور ان کے امثال کا صرف گناہ یہ تھا کہ وہ محب اہل بیت تھے اسی گناہ کی سزا میں وہ نادانوں کے تیروں کا نشانہ بنے جیسا کہ کہ ابن ابی الحدید معتزلی سنی جو مغولوں کے بغداد پر قابض ہونے سے پہلے ہی وفات پا چکے تھے [۱۷] ان کا جرم یہ تھا کہ انہوں نے نہج البلاغہ کی شرح لکھ دی تھی تاریخی حقائق سے پردہ اٹھادیا ، اہل بیتؑ کے فضائل اور ان کے دشمنوں کے عیوب بیان کردئے خطیب نے انہیں بھی اپنے بہتانوں اور افتراء پردازیوں سے محروم نہیں رکھا اور ان پر بھی اس حادثہ میں ملوث ہونے کا الزام لگایا ۔

حوالہ جات

۱۔ اس بات کا ذکر کردینا بھی ضروری ہے کہ ان حادثات کے رونما ہونے کے اسباب و علل سب کے سب خلیفہ مستعصم کے دور حکومت ہی میں پیدا نہیں ہوئے تھے بلکہ ان اسباب کی ایک دوسرے سے متصل تاریخی کڑیاں ہیں جو ان حوادث کی صورت میں خلیفہ مذکور کے دور میں نمودار ہوئیں اور مسلمانوں کے مصائب و آلام کا سبب بنیں ۔ ان خلفاء کا خلافت کو اسلام کی مضبوط اساسوں اور بنیادوں پر قائم نہ کرنا ہی ان مصائب و آلام کے لئے شر کا عنصر تھا کہ جن مصائب و آلام نے عزت اسلام کو نقصان پہنچایا اور مسلمانوں کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ایجاد کردی حکومت کی سیاست اور مال و دولت کے مصرف میں یہ خلفاء جس راہ پر چلے وہ اسلام کی حکومت و مال کے متعلق عادلانہ روش کے بالکل خلاف تھی بلکہ ان خلفاء نے سلاطین و ملوک اور قیصر و کسریٰ کے طور طریقوں کو دوبارہ زندہ کردیا تھا ایسے خلفاء سے بدتر وہ شخص ہے جو ان حکومتوں کی قبول کرے ، انہیں اسلامی و شرعی حکومتیں کہے ، اور امربالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کو انجام نہ دے

۲۔ عباسی خلیفہ ناصرالدین باللہ ہی وہ شخص ہے جس کے سلسلہ میں کہا جاتا ہے اس نے منگولوں سے خط و کتاب کی اور انہیں بلاد اسلامی کی لالچ دلائی (دیکھئے الکامل فی التاریخ ج ۹ / ص ۳۶۱ اور ابن کثیر ج ۱۳ / ص ۱۰۷ اور زرکلی کی الاعلام ج ۱ / ص ۱۰۶ اور روضۃ الصفا ج ۵ / ص ۷۸ اور ۷۹ ۔

۳۔ کتاب الوافی بالوفیات ج ۱ / ص ۱۰۶ پر صفدی نے بروی شافعی کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ وہ ایک برجستہ مفکر اور علم کلام و فقہ کے متخصص تھے وہ حنبلیوں کی بہت زیادہ مذمت کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ اگر میں حاکم ہوتا تو ان پر جزیہ (ٹیکس) لگادیتا ایک بار ایک عورت رات کے وقت ایک حلوے کا پیالہ لے کر ان کے گھر آئی اور انسے کہنے لگی کہ میں دھاگا کاتتی ہوں اور اسے بیچتی ہوں اسی کے پیسہ سے میں نے یہ حلوہ خریدا ہے اور یہ حلال ہے میری خواہش ہے کہ شیخ اس میں سے کچھ نوش فرمالیتے انہوں نے اور ان کی زوجہ اور ان کے کم سن بچے نے اس حلوہ کو کھا لیا تو سب کے سب مرگئے آپ دیکھئے کہ بعض مسلمانوں نے بعض مسلمانوں سے کیسے کیسے اختلافات کئے اور کس طرح سے ان باتوں کو بھلادیا جن کی انہیں نصیحت کی گئی تھی .

۴۔ البدایہ و النھایہ ج ۱۲ / ص ۲۰۰

۵۔ ص ۳۳.

۶۔ دیکھئے تاریخ ابن الفوطی بغدادی موسوم بہ الحوادث الجامعہ ص ۳۲۱ .

۷۔ تاریخ ابن کثیر ج ۱۳ / ص ۲۰۵ ۔ ۲۱۴ .

۸۔ تاریخ ابن الفوطی ص ۲۷۱ .

۹۔ تاریخ مختصر الدول میں جو ص ۲۶۹ پر لکھا ہے : جب ہلاکو خان نے ان قلعوں کو فتح کر لیا تو اس نے خلیفہ کے پاس ایک نامہ بھیجا اور جنگ کے لئے لشکر بھیجنے میں تاخیر کرنے پر اسے عتاب آمیز لہجے میں مخاطب کیا حکومت کے لوگوں نے وزیر علقمی سے مشورہ لیا کہ اب کیا کیا جائے تو وزیر نے مشورہ دیا کہ اس ظالم جابر بادشاہ اور اس کے حلقہ کے خاص افراد کو تحفہ و تحائف بھیج کر راضی کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے جب ہلاکو خان اور اس کے خواص کو ہیرے ، جواہرات ، سونا ، چاندی قیمتی کپڑے ، زیورات ، کنیزیں ، غلام ، ہاتھی ، اونٹ اور گھوڑے وغیرہ تحفہ کے طور پر بھیجنے کے لئے آمادہ کئے گئے تو دویدار صغیر اور اس کے ساتھوں نے کہا کہ ان تحفوں کو بھیج کر وزیر کا مقصد ہے کہ منگولوں کے نزدیک اپنی شان و شوکت بڑھائے اور ہم لوگوں کو ان کے سپرد کردے ہم لوگ کبھی بھی یہ نہیں کرنے دیں گے یہ بات خلیفہ کو سمجھ میں آگئی اور اس نے ان قیمتی تحفوں کو بھیجنے کا ارادہ بدل دیا اا و کچھ معمولی اور بے قدر و قیمت تحفوں کو بھیجنے پر اکتفاء کی یہ دیکھ کر ہلاکو خان بہت غضب ناک ہوا بہت غضب ناک ہوا .

۱۰ ۔ دیکھئے تاریخ ابن کثیر ج ۱۳ / ص ۲۰۰ اور روضۃ الصفا ج ۵ / ص ۲۴۰ اور ۲۴۱ اور الحوادث الجامعہ ص ۳۱۹ اور جامع التواریخ ج ۲ / ص ۷۰۲ اور ذیل تاریخ جھان گشا جوینی ج ۳ / ص ۲۸۰ ، ۲۸۱ .

۱۱۔ تاریخ الخلفاء ص ۳۰۹۔

۱۲۔ روضۃ الصفا ج ۵/ ۲۳۵، ۲۳۶ اور تاریخ وصاف الحضرۃ ص ۲۷۔

۱۳۔ دیکھئے اس سلسلہ میں تاریخ روضۃ الصفا ج ۵ ص ۲۳۶ اور مجالس المؤمنین ص ۴۳۷ اور تاریخ فخری ص ۲۴۴ اور تاریخ ابن کثیر ج ۱۳/ ص ۱۹۶ اور تاریخ ابن الفوطی ص ۳۱۴۔

اس حادثہ میں شیعوں کا خون مباح سمجھا گیا اور بغداد میں کئی بار ان پر تلواریں چلیں دیکھئے تاریخ ابن اثیر وغیرہ تو آپ کو معلوم ہو کہ احمقوں کی جہالت و عصبیت نے کیا کیا کر ڈالا۔ انہیں حوادث میں سے وہ حادثہ بھی ہے جسے ابن اثیر نے ۴۴۳ ھ کے واقعات میں ذکر کیا ہے ان کی تاریخ میں اس حادثہ کی تفصیل ملاحظہ کیجئے اور دیکھئے کہ امام موسیٰ کاظمؑ کے روضہ کے ساتھ جاہلوں نے کیسی بے ادبی کی، جنگیں کیں، بستیوں کو پھونک دیا، عمارتوں کو منہدم کردیا اور لوگوں کو قتل کر ڈالا۔ یہ ایسے حوادث ہیں جن کی دنیا میں مثال نہیں ملتی ہم نے ان حوادث کی تفصیل بیان کرنے سے گریز کیا ہے کہ کہیں انہیں سن کر شیعوں کے جذبات نہ بھڑک جائیں۔ اس سلسلہ میں ہم مؤید فی الدین ابو نصر ھبۃ اللہ بن موسی ابن عمران کے قصیدہ کی چند بیتوں کے ترجمہ کے نقل کرنے پر اکتفاء کریں گے جن میں انہوں نے اس حادثہ کی منظر کشی کی ہے

(ترجمہ) آسمان کیوں نہ متزلزل ہوگیا اور پہاڑ کیوں نہ اپنی جگہ سے ہٹ گئے امام موسیٰ کاظمؑ کی قبر مطہر کھود ڈالی گئی جب کہ نہ ابھی محشر برپا ہوا اور نہ قبروں سے مردے اٹھائے گئے اس کے حرم کو نذر آتش کردیا گیا جس کے زائروں پر آتش جہنم حرام ہے آل محمدؐ کے چاہنے والے قتل کردئے گئے اور ان کی بے عزتی کی گئی حسرت ان جانوں پر جس کا خون بہایا گیا اور افسوس ان سروں پر جو تلواروں سے اڑادئے گئے (قصیدہ شیعوں اس طرح کے مصائب ۴۴۵ ھ اور دوسرے سالوں میں بھی ڈھائے گئے)

۱۴۔ تاریخ کی کتابوں میں خاص طور سے ساتویں صدی ہجری میں یہ حادثہ رونما ہوا لکھی گئی کتابوں جیسے کتاب مختصر الدول، الحوادث الجامعہ، جامع التواریخ اور خواجہ نصیر الدین طوسیؒ کا رسالہ جسے انہوں نے اس حادثہ کے سلسلہ میں لکھا تھا میں غور کرنے کے بعد یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وزیر علقمی کی ہلاکو خان کے ساتھ ساز باز کا الزام وزیر کے دشمنوں اور حاسدوں کی من گڑھت ہے جیسے دویدار صغیر اور اس کے ساتھی کہ جو امور حکومت اپنے ہاتھ میں لینا چاہتے تھے اس کی خاطر انہوں نے لوگوں میں یہ افواہ پھیلائی کہ وزیر اور ہلاکو خان میں ساز باز ہے اور وزیر پر حکومت سے خیانت کا اتہام لگایا یہ الزام و اتہام اس لئے نہیں تھا کہ وزیر شیعہ تھا اور دویدار سنی بلکہ اس کا سبب یہ تھا کہ وزیر ان کے مقاصد کی تکمیل کی راہ میں رکاوٹ تھا اور حکومت کے

امور پر قبضہ جمانے سے انھیں روکے تھا اسی لئے دویدار اور شرابی نے مستنصر کی وفات کے بعد خفاجی کو خلیفہ بنانا مناسب نہیں سمجھا کیونکہ وہ بلند ہمت اور بہادر شخص تھا اور کہا کرتا تھا کہ اگر میرے ہاتھ میں حکومت آئی تو میں لشکر کے ساتھ نہر جیحون کو پار کروں گا اور مغولوں کے ہاتھوں سے ملکوں کو چھین لوں گا اور انہیں اپنے قبضہ میں کرلوں گا اسی بناء پر دویدار اور شرابی اور ان کے ساتھیوں نے مستعصم کو اس کی نرمی اور اطاعت پذیری کی بنا پر خفاجی پر فوقیت دی تا کہ زمام حکومت ان کے ہاتھوں سے نہ جانے پائے (تاریخ الخلفاء ص ۳۰۷ اور ۳۰۸) دویدار کو اس پر بھی قناعت نہ ہوئی اور مستعصم کو بھی معزول کرکے اس کے بیٹے کی بیعت کروائی (تاریخ ابن الفوطی ص ۲۴۱) تاریخ سے ثابت ہے کہ یہ کمزور و بے ہمت خلیفہ دویدار جیسے لوگوں کو امور حکومت میں دخل اندازی اور چیرہ دستیوں سے روکنے سے عاجز تھا اور دویدار وزیر کے مرتبہ کا کوئی لحاظ نہیں کرتا تھا اور دویدار کے ہوتے ہوئے وزیر کو امور حکومت چلانے اور اپنی حکیمانہ تدبیروں کو نافذ کرنے پر کوئی قدرت نہیں حاصل تھی میری نظروں میں رحجان اسی بات کا ہے کہ ان امراء و حکام میں سے کسی ایک کا بھی نہ وزیر کا اور نہ دویدار کا یہ ارادہ نہیں تھا کہ مغلوں کا بغداد پر قبضہ ہوجائے لیکن ان لوگوں نے حکمت عملی سے کام نہ لیا اور اس حادثہ کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے آپسی اختلافات کو نہ چھوڑا دویدار نے خلیفہ کو وزیر کے مشوروں پر عمل کرنے سے روکے رکھا کبھی تو اس پر خیانت کا الزام لگایا اور کبھی حماقت و بے وقوفی کا اور کہا کہ وزیر کی ڈاڑھی لمبی ہے کیونکہ وہ جانتا تھا کہ مغلوں کو دفع کرنے کے لئے اگر وزیر کی تدبیریں کام کر گئیں اور وہ کامیاب ہوگیا تو وہ خلیفہ کا مقرب بارگاہ بن جائے گا خلاصہ کلام یہ ہے کہ تاریخ کی کتابوں کا غور سے مطالعہ کرنے والا یہ جان سکتا ہے کہ وزیر نے جو خلیفہ کو مشورہ دیا تھا وہ مصلحت کے مطابق تھا اور اس نے خیر خواہی کا حق ادا کیا تھا اور اگر خلیفہ نے اس مشورہ پر عمل کیا ہوتا تو یہ قتل عام نہ ہوتا اور آپ تاریخ مختصر و تاریخ الدول ابن عربی (متوفی ۱۲۸۶ء) اور رسالہ خواجہ نصیر الدین طوسیؒ جسے انہوں نے اس حادثہ کی شرح میں لکھا ہے یا تاریخ ابن الفوطی (متوفی ۷۲۳ ھ) اور جامع التواریخ رشید الدین فضل اللہ وزیر (ساتویں صدی ہجری اور آٹھویں صدی ہجری کی ابتدا کے علماء دین سے) جیسی تاریخوں کو دیکھیں کہ جو اس صدی میں لکھی گئی ہیں جن میں یہ حادثہ رونما ہوا تھا تو آپ کو وزیر کی اس ساز باز کا نہ کوئی ذکر ملے گا اور نہ کوئی نام و نشان اسھ الزام کی کوئی حقیقت نہیں ہے مگر یہ کہ بعض لوگوں کے اس قول کو قبول کر لیا جائے کہ جھوٹ جب مشہور ہوجاتا ہے تو حقیقت بن جاتا ہے تو اس صورت میں کسی مسلمان کیلئے یہ مناسب نہیں ہے کہ فقط بد گمانیوں اور بے سند اور غیر معتبر باتوں کی بناء پر کسی پر تہمت لگائے یہ وہ حقائق ہیں جو بڑے غور و تامل کے بعد ہم پر

۶ پر منکشف ہوئے ہیں اور خدا شاہد ہے کہ میں یہ بات اس بناء پر نہیں کہہ رہا ہوں کہ وزیر علقمی شیعہ تھا ہمارا مقصد تو صرف یہ ہے کہ حقیقت آشکار ہوجائے اور بغض و عداوت سے دل پاک ہوجائیں (ولاحول ولا قوۃ الا باللہ)

۱۵ ۔ تاریخ وصاف الحضرۃ ص ۲۹ و ۳۰ و مجالس المؤمنین ص ۳۴۰

۱۶۔ ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں ج ۱۳ / ص ۲۶۷ پر لکھا ہے کہ ایسا رکیک کام کوئی عاقل و فاضل انسان نہیں کرسکتا بعض بغدادیوں نے محقق کا ذکر کیا تو بہت تعریف کی اور کہا کہ محقق بڑے عقلمند ، فاضل اور خوش اخلاق و بزرگ مرتبہ تھے ۔

۱۷ ۔ کیونکہ بغداد کا حادثہ ۶۵۶ میں ہوا اور ان کی وفات ۶۵۵ میں ہوئی (تاریخ ابن کثیر ج ۱۲ ص ۱۹۹ ۔ ۲۰۰)

شیعوں پر خطیب کے الزامات

خطیب نے کوئی بہتان و الزام ایسا نہیں چھوڑا جسے شیعوں پر نہ لگایا ہو اور اپنے قلم کو بے لگام کر دیا ہے یہاں تک کہ ص ۲۷ پر لکھا ہے کہ " شیعہ لوگ دوسرے مسلمانوں سے اس وقت تک نہیں راضی ہوتے جب تک ہر اس شخص پر تبرّی نہیں کرتے جو شیعہ نہ ہو یہاں تک کہ رسول اللہؐ کی بیٹیوں تک پر تبرّی کرواتے ہیں جو اہل بیت میں سے ہیں " شیعہ رسول اللہؐ اور ان کی عترت و ذریت کا دنیا بھر کے لوگوں میں سب سے زیادہ احترام کرنے والے اور سب سے بڑھ کر ان کے مرتبہ کا لحاظ کرنے والے ہیں ان کے نزدیک رسول اللہؐ کے بیٹیوں ، بیٹوں اور ان کی اولاد سے بڑھ کر کوئی بھی محبوب نہیں ہے ، وہ خدا کی بارگاہ میں ان کی محبت کو وسیلہ بناتے ہیں اور رسول خداؐ کی بارگاہ میں تقرب حاصل کرتے ہیں کوئی شیعہ بھی ہرگز اس روش سے الگ نہیں ہے اور اس جھوٹ کا شیعوں میں کوئی نام و نشان تک نہیں ہے نہ ان کی کتابوں میں نہ ان کے مقالوں میں نہ

ان کی بزم میں نہ ان کی محافل و مجالس میں ، اے جھوٹے ، شیعوں کی مجلسوں اور محفلوں میں جا کر دیکھ تو تجھے معلوم ہو کہ رسول خداؐ کے بیٹے ابراہیم کی وفات پر رسول خداؐ کے غم و اندوہ اور ان کی بیٹی جناب زینب کی مصیبتوں کا جب ان کے درمیان ذکر ہوتا ہے تو وہ کتنا غم ناک ہوتے ہیں اور کس طرح سے ان مصیبتوں کو سن کر نالۂ و شیون اور آہ و بکا کرتے ہیں شیعہ اس سے پاک و پاکیزہ ہیں کہ ان کے دلوں میں آل رسولؐ اور شیعیان و محبان رسولؐ کی محبت کے علاوہ کسی اور کی محبت ہو کیا تشیع آل محمدؐ کی محبت کے علاوہ بھی کوئی چیز ہے ؟

کتنا فرق ہے شیعوں اور ان لوگوں کے درمیان جنہیں تو سنی کہتا ہے کہ جنھوں نے حضرت علیؑ اور تمام اہل بیتؑ کو گالیاں بکیں ان سے تمسک چھوڑ دیا اور ان کی دشمنی کو امراء سے تقرب اور ان سے انعامات حاصل کرنے کا وسیلہ بنایا؟

ہاں شیعہ حضرت فاطمہ زہراءؑ سیدہ نساء عالمین کو ان کے بھائیوں اور بہنوں دنیا کی تمام عورتوں سے آپ کے فضائل و کمالات کی بناء پر افضل جانتے ہیں وہ فضائل و مناقب جنہیں آپ کو اپنے والد رسول خداؐ سے خاص نسبت ہونے کی بناء پر عام و خاص سبھی جانتے ہیں .

حضرت عائشہ کا کہنا تھا کہ میں نے کسی ایک کو بھی بولنے چالنے میں فاطمہؑ سے زیادہ رسول اللہؐ سے مشابہ نہیں دیکھا وہ جب بھی رسول اللہؐ کی خدمت میں آتی تھیں تو رسولؐ انہیں مرحبا کہتے تھے ان کا استقبال کرتے تھے ان کے احترام میں کھڑے ہوجاتے تھے ان کے ہاتھوں کو چومتے تھے اور اپنی جگہ پر انھیں بٹھاتے تھے [1]

ایک دوسری روایت میں حضرت عائشہ ہی سے مروی ہے کہ میں نے فاطمہ ؑ سے زیادہ کسی کو بھی خاموشی، حسن سیرت، وقار و اطمینان نفس میں رسول اللہ ؐ سے مشابہ نہیں دیکھا وہ جب کبھی رسول ؐ کی خدمت میں باریاب ہوتی تھیں تو آپ کھڑے ہوجاتے تھے انھیں پیار کرتے تھے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے تھے اور جب رسول خدا ؐ انھیں دیکھنے کے لئے ان کے گھر آتے تھے تو وہ اپنی جگہ سے کھڑی ہوجاتی تھیں انہیں بوسہ دیتی تھیں اور اپنی جگہ پر انھیں بٹھاتی تھیں [۲].

رسول خدا ؐ نے فرمایا: فاطمة بضعة منی فمن اغضبها اغضبنی [۳]. (فاطمہ میرا ٹکڑا ہے جسنے اسے غضبناک کیا اس نے مجھے غضبناک کیا. اور فرمایا: یہ میرا ٹکڑا ہے، یہ میرادل ہے، یہ میرے جسم کی روح ہے جس نے اسے اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے خدا کو اذیت دی [۴].

حوالہ جات

۱۔ مستدرک الصحیحین ج۲ / ۱۵۴

۲۔ سنن ترمذی ج۵ / ص ۷۰۰ حدیث نمبر ۳۸۷۲ طبع دارالاحیاء التراث العربی بیروت لبنان اور ابی داؤد ص ۳۴۵ اور مستدرک ج۴ / ص ۲۷۲

۳۔ صحیح بخاری ج۲ / ص ۱۸۵ اور ج ۳ / ص ۱۶۴ پر لکھا ہے کہ " اسے پریشاں کرنا مجھے پریشاں کرنا ہے اس کی اذیت میری اذیت ہے "

۴۔ نور الابصار ص ۴۱ .

شیعوں کے نزدیک زید شہید اور اہل بیتؑ کا مرتبہ

خطیب نے اہل بیت سے منحرف اپنے اسلاف و بزرگوں سے شیعوں پر بہتان لگایا اور جھوٹی باتیں گڑھ کر ان سے منسوب کرنا وراثت میں پایا ہے ان میں سے ایک فحش الزام یہ بھی ہے کہ شیعہ زید شہید بن امام سجادؑ اور اہل بیتؑ کی بزرگ شخصیتوں سے برائت و نفرین کا اظہار کرتے ہیں یہ وہ بہتان ہے جس کی تکذیب شیعوں کی کتابیں اور احادیث کرتی ہیں کیونکہ شیعوں کی واضح اور مشہور ترین پہچان اہل بیت اور علویوں مخصوصاً ان میں سے فاطمیوں سے خالص محبت اور بے پایاں عقیدت ہے .تاریخ کی کتابیں اس کا پتہ دیتی ہیں اور اہل بیتؑ کے دفاع کے سلسلہ میں شیعوں کے موقف اور اس راہ میں انکی شہادتوں اور فداکاریوں پر شاہد ہیں اور یہ بھی خبر دیتی ہیں کہ اس راہ میں علویوں کے علاوہ کتنے لوگ قتل کر دئے گئے.

یہی شیعہ ہیں جن کا اہل بیتؑ کے دشمنوں اور ناصبیوں نے جینا تنگ کر رکھا

تھا اور ہر طرح کے مظالم و مصائب اور فتنوں میں بمتلا کر دیا تھا انھیں قتل کیا ان کے ہاتھ پیر کاٹ ڈالے قید خانوں میں ڈالا ، کوڑے لگائے کافر و بے دین بنایا اور گمراہ آراء و نظریات کا حامل کہا ان مظلوموں کا اس کے علاوہ کوئی جرم نہیں تھا کہ وہ علیؑ اور فاطمہؑ اور ان کے دونوں بیٹوں حسنینؑ سے محبت رکھتے تھے اور ان کے دین کے پیرو تھے .

یہی وہ شیعہ ہیں جن سے تم اور تمہارے جرگے کے لوگ دشمنی رکھتے صرف اس بناء پر کہ وہ علیؑ و فاطمہؑ کی اولاد کا احترام کرتے ہیں اور اللہ نے جو انہیں فضیلت و کرامت عطا کی ہے اس کی معرفت رکھتے ہیں پھر بھی تم ان پر یہ بہتان لگاتے ہو کہ وہ مسلمانوں سے اسی وقت راضی ہوتے ہیں جب وہ آل رسولؐ اور زید شہید سے برائت کا اظہار کریں .

فرقہ امامیہ کے علماء اور راویوں کے حالات اور ان کے حسب و نسب میں لکھی گئی کتابیں زید شہید کی انتہائی مدح و ثنا سے بھری پڑی ہیں شیعوں کے نزدیک ان کی کرامت و جلالت قدر اس کے کہیں بڑھ کر ہے کہ اس کا ذکر کیا جائے ان کا علم و تقوی ، شجاعت و جوان مردی ، و قوت نفس ، امربالمعروف و نہی عن المنکر کا شوق اور امت کو خیر و صلاح کی طرف دعوت اس سے بے نیاز ہے کہ اسے بیان کیا جائے وہ نبوی شفقت ، علوی بزرگی ، فاطمی سیادت اور حسینی روح ان چار عناصر سے بنے تھے فرقہ امامیہ میں ان کے حالات زندگی پر مستقل کئی کتابیں لکھی گئی ہیں جس سے شیعوں کے نزدیک ان کی قدر و منزلت کا پتہ لگتا ہے اور انہوں نے اپنی

حدیث کی کتابوں یں بھی انکی شان و فضیلت میں بہت سی روایات بنیؑ و وصیؑ امام باقرؑ ، امام صادقؑ اور امام رضاؑ سے نقل کی ہیں .

یہ ہے شیعوں کا طریقہ سادات اور اس پاک گھر والوں کے احترام میں تو اے انصاف والو ! تاریخ کی کتابوں کو پڑھ کر دیکھو کہ بنی امیہ کے خلفاء اور ان کے پیرووں نے جن پر خطیب کو بڑا افتخار ہے اور ان کی حکومتوں کو وہ شرعی و اسلامی حکومتیں سمجھتے ہیں اور شیعوں سے اس کا انتقام لیتے ہیں کہ وہ ان حکومتوں کو اسلامی کیوں نہیں سمجھتے کس بے دردی سے زید شہید کے خون کو مباح سمجھ کر ناحق بہایا .

خطیب سے پوچھو کہ زید کے قاتلوں کے نام کیا ہیں اور کس کے حکم سے انہیں قتل کیا گیا کس نے ان کے سر مبارک کو کاٹا تھا اور کس خلیفہ نے شہید ہونے کے بعد ان کے جسم کو جلانے کا حکم دیا تھا اور ان کے سر مبارک کو مدینہ بھیجا دیا تھا پھر وہ سر ایک دن اور ایک رات قبر نبیؐ کے پاس لٹکا دیا گیا تھا ؟

اور پوچھو کہ وہ کون خلیفہ تھا جس نے زید اور ان کے بیٹے کا مرثیہ کہنے کے جرم میں ابو خالد قسری کمیت کی زبان اور ان کے ہاتھوں کو کاٹنے کا حکم دیا تھا یہ لوگ بھی کیا شیعہ تھے یا خطیب کے باپ دادا ؟ اے خطیب تم خود بتاؤ کہ محمد بن ابراھیم مخزومی جو مدینہ میں تمہارے خلیفہ کا گورنر تھا اور جس نے سات دن تک اپنی بزم میں لوگوں کو جمع کر کے اور شعراء و خطباء کو بلوا کر خود ان کے ساتھ سر محفل علیؑ اور زید شہید اور ان کے شیعوں پر لعنتیں کہیں کیا وہ تمہاری قوم

گذشتہ کا ایک فرد نہیں تھا ؟ حَکم اعور جس نے زید کے قتل کے وقت کہا تھا کہ تمہاری خاطر ہم نے زید کو درخت کی شاخ پر پھانسی دے دی کیا وہ تمہارے گروہ کے سر فہرست شاعروں میں سے نہیں تھا ؟ (۱)

تاریخ کی کتابیں دیکھواور بتاؤ کہ جو شرفاء وجلیل القدر لوگ قتل ہوئے کیا تم انکے ناموں کو شمار کرنے پر قادر ہو ؟

اور پھر یہ بھی بتاؤ کہ کیا ان کو قتل کرنے والے بنی امیہ اور بنی عباس کے علاوہ کوئی اور لوگ تھے ؟ پوچھو کہ ان قاتلوں کا مذہب کیا تھا ؟ کیا یہ لوگ بھی شیعہ تھے یا کوئی اور مذہب والے ؟

خطیب سے ابو البختری وہب بن وہب کے بارے میں سوال کرو جس نے خلیفہ رشید کے یحیی بن عبد اللہ بن الحسن کو دیئے ہوئے امان نامہ کو چاقو سے پھاڑ ڈالا وہ اسے پھاڑ رہا تھا اور اس کا ہاتھ کانپ رہا تھا یہاں تک کہ اس امان نامہ کو اس نے ریزہ ریزہ کر ڈالا اس بزدلی پر رشید نے اسے ایک لاکھ ساٹھ ہزار دینار کا انعام دیا . کیا یہ شخص بھی شیعہ قاضیوں میں سے تھا یا خطیب کے مذہب و ملت والوں میں سے تھا ؟

کتاب مقاتل الطالبین میں اہل بیت کے تھوڑے سے مصائب و آلام کا مطالعہ کرو اور دیکھو کہ خلفاء اور تمہاری شرعی حکومتوں نے انہیں کیسے کیسے مصائب و ظلم و قتل میں مبتلاء کر رکھا تھا ان کے ہاتھ پیر کاٹ ڈالے . تہ خانوں میں قید کیا اور آب و دانہ بند کرکے انہیں سزائیں دیں . اپنے ضمیر کو ٹٹولو اور بتاؤ کہ کیا

اب بھی تم ان جابروں اور ظالموں کی حکومتوں کو شرعی اور اسلامی حکومتیں سمجھتے ہو ؟ کیا تم ایسے شخص کو جو ان حکومتوں کی تائید کرے ، ان کی اطاعت کو واجب ہونے کا فتویٰ دے اور مال دنیا کی لالچ میں ان حکومتوں کا اسلام و مسلمانوں کے ساتھ مظالم و جرائم میں حصّہ دار ہو ، بے گناہ سمجھتے ہو ؟ اور یہ سمجھتے ہو کہ اس نے کوئی جرم نہیں کیا ہے ؟

حوالہ جات

۱۔ عبدالرحمن بن عیسیٰ بن حماد ھمدانی نے کتاب " الالفاظ الکتابیة " میں ص ۱۴۳ پر زید شہید کے حالات میں لکھا ہے کہ : جب زید شہید کو ایک تیر آکر لگا اور انھیں یقین ہو گیا کہ اب انکی موت آگئی تو انہوں نے ایک شخص کے جواب میں جس نے شیخین کے بارے میں سوال کیا تھا کہا کہ کہاں ہے وہ شخص جو عمرو ابوبکر کے بارے میں مجھ سے سوال کر رہا تھا ؟ انہیں دونوں نے مجھے اس منزل پر لاکر کھڑا کر دیا ہے .

نجف میں حضرت علیؑ کا روضۂ مبارکہ

یہ بات تاریخ کے مسلم حقائق اور ناقابل انکار و تردید امور میں سے ہے کہ حضرت علیؑ کی قبر مطہر اسی مشہور مقام پر ہے جہاں جاکر لوگ ان کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں آپ کے اہل بیتؑ اور اولاد نے آپ کی قبر مطہر کو آپ کے دشمنوں سے بنی امیہ وغیرہ سے پوشیدہ رکھا اسی لئے آپ کے دشمنوں کو آپ کی قبر کا پتہ نہیں معلوم تھا جب کہ آپ کے گھر والے اچھی طرح جانتے تھے کہ آپ کی قبر کہاں ہے اور انہوں نے اپنے شیعوں اور خاص لوگوں کو اس کی خبر بھی دے دی تھی. شیعہ اس پاکیزہ سرزمین پر آپ کی زیارت کیا کرتے تھے. امام سجادؑ نے اسی جگہ آپ کی زیارت کی، جو زیارت امین اللہ کے نام سے جانا جاتا ہے اسی طرح سے امام جعفر صادقؑ اور دیگر ائمہ اطہارؑ نے بھی اسی مقام پر آپ کی زیارت کی. آپ کے محل قبر کی تعیین اور یہ کہ یہ قبر "غری" میں اسی مقام پر ہے جہاں امام حسنؑ، امام حسینؑ، امام سجادؑ، امام باقرؑ، زید شہیدؑ امام صادقؑ، امام کاظمؑ،

امام رضاؑ، امام محمد تقیؑ اور دیگر ائمہ اور بزرگان اہلبیتؑ آپ کی زیارت کیا کرتے تھے اس سلسلہ میں روایات تواتر کے ساتھ نقل ہوئی ہیں۔ اس مرنے والے کی قبر کی جگہ کو اس کے بیٹوں، عزیزوں یا خاندان والوں اور اس کے خاص لوگوں سے زیادہ کون پہچانتا ہوگا۔

ابوالفرج اصفہانی نے اپنے استاد کے ساتھ حسن بن علی خلال سے روایت کی ہے کہ میں نے حسنؑ ابن علیؑ سے پوچھا آپ نے امیرالمؤمنین کو کہاں دفن کیا انہوں نے فرمایا ہم رات میں ان کا جنازہ لے کر گھر سے چلے یہاں تک کہ مسجد اشعث پہنچے، پھر وہاں سے لے کر غری پہنچے۔ (۱)

"ابن اعثم کوفی" نے بھی اپنی تاریخ میں (جیسا کہ ان کے حالات زندگی میں بیان کیا گیا ہے) امام حسنؑ بن علیؑ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ہم نے حضرتؑ کو "غری" میں دفن کیا ہے۔

ابوالفرج اصفہانی (۲) نے اپنے استاد کے ساتھ "ابی قرہ" سے روایت کی ہے کہ میں زید ابن علیؑ کے ساتھ رات کے وقت قبرستان کی طرف گیا وہ خالی ہاتھ تھے اور کچھ بھی ان کے ساتھ نہیں تھا انہوں نے مجھ سے کہا ابوقرہ کیا تم بھوکے ہو؟ میں نے جواب دیا ہاں! میں بھوکا ہوں۔ تو انہوں نے مجھے ہتھیلی بھر کا ایک امرود دیا مجھے نہیں معلوم کہ اس کی خوشبو زیادہ اچھی تھی یا ذائقہ۔ پھر انھوں نے مجھ سے پوچھا ابوقرہ تم سمجھتے ہو کہ ہم لوگ کہاں ہیں؟

ہم جنت کی باغوں میں سے ایک باغ میں کھڑے ہیں ہم لوگ امیرالمؤمنین کی

قبر مبارک کے پاس ہیں۔

حافظ صنعانی نے "الشمس المنیرہ" میں نقل کیا ہے کہ مشہور ہے کہ زید بن علی جن کی طرف فرقہ زیدیہ منسوب ہے ایک بار اپنے اصحاب کے ساتھ غری (نجف) کے راستہ پر چل رہے تھے انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کیا تم لوگ سمجھ رہے ہو کہ ہم اس وقت کہاں ہیں ہم اس وقت جنت کی باغوں میں ہیں ہم لوگ امیرالمؤمنین ؑ کی قبر کی طرف جارہے ہیں۔

علامہ محدث ثقہ ابن قولویہ (متوفی ۳۶۷ھ یا ۳۶۸ھ) نے کامل الزیارات میں سید ابن طاؤس نے "فرحۃ الغری" میں رسول اللہ ؐ، امیر المؤمنین ؑ، امام حسن ؑ امام سجاد ؑ اور دیگر ائمہ سے اس سلسلہ میں متواتر احادیث نقل کی ہیں۔

ہم بس اتنا ہی کہنے پر اکتفاء کریں گے اور یہی کافی ہے بلکہ ضرورت سے زیادہ ہے ہم یہاں پر ضریح مقدس کے قریب ان کرامتوں اور روشن معجزات کا ذکر نہیں کرنا چاہتے جنھیں اپنے دامن میں سمیٹنے کے لئے کتابوں کے اوراق ناکافی اور قلم جن کے احصاء و شمار سے عاجز ہیں ان میں سے کچھ معجزات و کرامات کا ذکر علماء و محدثین نے معتبر سندوں کے ساتھ اپنی کتابوں میں کیا ہے ان معجزات کی تصریح "ابن بطوطہ" نے اپنی کتاب "رحلۃ ابن بطوطہ" میں ج ۱/ص ۱۱۰ پر کی ہے اور لیلۃ محیا (۲۷ رجب کی رات) سے متعلق بعض کرامات کا ذکر کیا ہے۔

علماء و محققین نے آپ کی قبر کی تعیین اور اس سلسلہ میں کہ آپ نجف اشرف (غریّ) میں مدفون ہیں اور کس تاریخ کو مدفون ہوئے قیمتی کتابیں لکھی

ہیں ان کتابوں میں سے ایک گراں قدر کتاب " فرحة الغریٰ " ہے جس کے مصنف سید نقیب " علامہ غیاث الدین عبدالکریم ابن طاؤس " (متوفیٰ ۶۹۳ھ) ہیں کتاب بہت ہی مفید و عمدہ ہے.

اور ایک کتاب " موضع قبر امیر المؤمنین " ہے جس کے مصنف چوتھی صدی ہجری کے ایک بڑے عالم ابو الحسن محمد بن علی بن الفضیل بن تمام الکوفی الدھقان ہیں.

اور کتاب " الدلائل البرهانية فی تصحیح النعضرة العلویه " ہے جس کے مصنف علامۂ حلی ہیں. محمد کوفی کی کتاب " نزهة الغری " اور " علامہ سید حسن الصدر " کی کتاب "نزهة اهل الحرمین فی تعمیرالمشهدین الغروی والعائری " اور شیخ جعفر نجفی آل محبوبۃ کی " ماضی النجف و حاضرها " اور سید حسّون متوفیٰ ۱۳۲۳ھ کی " التیمیة الغرویه " اور ثقہ الاسلام سید عبداللہ اصفہانی کی " لؤلؤ الصدف " اور کتاب " حدّ الغری " وغیرہ ہیں حضرت علیؑ کی قبر مبارک کے " نجف اشرف " میں ہونے کی تصریح اکابر مؤرخین نے کی ہے جیسے یعقوبی (متوفیٰ ۲۹۲ھ) انہوں نے اپنی تاریخ میں بڑے اعتماد کے ساتھ کہا ہے کہ " حضرتؑ کی قبر کوفہ میں ایک مقام پر ہے جسے غری (نجف) کہا جاتا ہے ".

ابوالفداء نے مختصر[۳] میں لکھا ہے " سب سے صحیح قول یہ ہے جسے ابن اثیر نے بھی قبول کیا ہے کہ حضرت علیؑ کی قبر نجف اشرف میں مشہور ہے اور آج بھی لوگوں کی زیارت گاہ بنی ہوئی ہے "

ابن طقطقی کا کہنا ہے [۴] " حضرت علیؑ غری (نجف) میں دفن کیے گئے پھر ان کی قبر کا نشان مٹا دیا گیا یہاں تک کہ بہت زمانہ بعد اس کا اظہار اسی مقام پر ہوا جہاں آج ان کا روضہ ہے۔ معجم البلدان [۵] میں ہے: نجف پشت کوفہ پر ایک ٹیلا نما جگہ ہے جو پانی کی سیلاب کو کوفہ، وہاں کے قبرستانوں نجف اور قشور ضلیان کے اوپر آنے سے روکے رہتا ہے اور اسی مقام سے قریب حضرت علیؑ کی قبر ہے"۔

اور اسی کتاب میں ہے کہ [۶] غرویان دو کھنبے ہیں حقیقت میں گرجا گھر سے مشابہ یہ دو عمارتیں ہیں جو کوفہ کی پشت پر حضرت علیؑ کی قبر سے نزدیک واقع ہیں۔

" مراصدالاطلاع " ص ۳۹۴ مطبوعہ ۱۳۱۰ھ میں ہے کہ: نجف کوفہ کی پشت پر ایک پشتہ کے مثل ہے جو پانی کے بہاو کو کوفہ اور اس کے قبرستانوں تک آنے سے روکتا ہے اس مقام پر حضرت علیؑ کی مشہور و معروف قبر ہے گنجی شافعی نے " کفایۃ الطالب " ص ۳۲۳ میں حاکم ابو عبداللہ سے مرفوعاً روایت کی ہے انہوں نے بیان کیا کہ جب حضرت علیؑ کی شہادت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے حسنینؑ نے وصیت کی کہ میری وفات کے بعد رات کے وقت میرے جنازہ کو ایک تختہ پر اٹھا کر غریان کی طرف لے جانا وہاں تمہیں ایک سفید پتھر کی نورانی چٹان نظر آئے گی اس پتھر کو ہٹانا تو ایک قبر تیار ملے گی مجھے اس قبر میں دفن کر دینا (امام حسنؑ و امام حسینؑ کا کہنا ہے کہ) ہم نے اسی قبر میں حضرت کو دفن کر دیا۔

ابن ابی الحدید نے لکھا ہے [۷] آپ کی قبر " غری " (نجف) میں ہے اور آپ کی اولاد آپ کی قبر سے زیادہ واقف ہو سکتی ہے اور سبھی کی اولادیں بنسبت غیروں

کے اپنے باپ دادا کی قبریں زیادہ پہچانتی ہیں .ابن ابی الحدید نے ج۲/ص ۴۵ پر لکھا ہے کہ : غری میں واقع وہ قبر ہے جس کی زیارت اولاد علیؑ پرانے زمانے سے لیکر آج تک کرتی چلی آرہی ہے وہ لوگ کہتے ہیں کہ یہی ہمارے باپ کی قبر ہے کسی بھی شیعہ اور غیر شیعہ کو اس سلسلہ میں شک نہیں ہے میری مراد ہیں حسنؑ اور حسینؑ کی نسل سے علیؑ اولادیں اور ان دونوں اماموں کے علاوہ دوسرے سلسلوں سے حضرت علیؑ کی اولادیں سب کے سب جب بھی حضرت کی زیارت کرنا چاھتے تھے تو اسی قبر پر ٹھہرتے تھے .

ابوالفرج عبدالرحمن بن علی الجوزی نے اپنی مشہور تاریخ " المنتظم " میں ابو الغنائم محمد بن علی بن میمون رسّی مقری کی وفات کے حالات میں لکھا ہے کہ : ابو الغنائم کی ۵۱۰ھ میں وفات ہوئی وہ اہل کوفہ میں ایک محدث ، حافظ ، معتبر انسان تھے راتوں کو عبادت کرتے تھے اور سنت رسولؐ کے پابند تھے وہ کہا کرتے تھے کہ : سر زمین کوفہ پر میرے علاوہ اہل سنت اور اصحاب حدیث کے مذہب پر کوئی نہیں اور کہا کرتے تھے کہ : کوفہ میں تین سو اصحاب پیغمبر کی وفات ہوئی ان مین سے حضرت علیؑ کے علاوہ کسی ایک کی بھی قبر کا نام و نشان موجود نہیں ہے اور یہ وہی قبر جس کی آج لوگ زیارت کرتے ہیں امام جعفر صادقؑ اور امام باقرؑ یہا ں تشریف لائے اور اس قبر کی زیارت کی .

خلفاء کے ایک گروہ نے بھی اس قبر کی زیارت کی جیسے منصور ، رشید ، مقتفیٰ ، ناصر ، مستنصر ، اور مستعصم وغیرہ (۸) اور کتاب " السیدة زینب " جسے قاہر کے

ایک ادارہ (لجنۃ نشر العلوم و المعارف الاسلامیہ) نے شایع کیا ہے اس میں ہے کہ آپ کی قبر پوشیدہ رہی یہاں تک کہ آج جس مقام پر ہے وہیں ظاہر ہوئی اسی کتاب میں ہے کہ یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی ہوئی ہے کہ امام سجادؑ امام صادقؑ امام موسیٰ کاظمؑ وغیرہ نے اسی جگہ پر اس قبر کی زیارت کی آپ کی قبر لوگوں سے پوشیدہ رکھی گئی بس آپ کی خاص اولاد اور معتمد اصحاب کے علاوہ کسی کو خبر نہ تھی کیونکہ بنی امیہ کی عداوت کے خوف سے آپ کی وصیت تھی کہ آپ کی قبر پوشیدہ رکھی جائے اس لئے ہمیشہ آپ کی قبر کو پردہ راز میں رکھا گیا یہاں تک کہ ہارون رشید کا زمانہ آیا (پھر ہارون کے اس واقعہ کا ذکر ہے جب کہ وہ ایک بار شکار کے لئے کوفہ کی پشت پر گیا اور اس نے حضرتؑ کی کرامت دیکھی اور کوفہ کے بزگوں سے نشان قبر معلوم کرکے اس قبر پر ایک گنبد بنانے کا حکم دیا (۹) بہر حال حضرت علیؑ کے دفن کی جگہ کی تعیین اور یہ کہ آپ کی قبر نجف اشرف میں اسی مقام پر ہے.

جہاں لوگ آج تک اس کی زیارت کرتے چلے آرہے ہیں بیان و تحقیق سے بے نیاز ہے اس امر پر اہل بیتؑ اور آپ کی اولاد میں تمام اماموں کا اتفاق ہے اور کسی دو کو اس بات میں اختلاف نہیں ہے لیکن خطیب نے بغض حسد کی بنا پر اس مسلمہ حقیقت کا انکار کیا ہے کیونکہ اس مقدس مقام کی آغوش میں عترت طاہرہ کے آثار و فضائل زندہ ہیں اور ہزار سال سے اس عظیم ترین اسلامی ثقافت اور تعلیمی مرکز کی بنیاد پڑی ہے جس کی شعائیں ہمیشہ عالم اسلامی کے گوشہ گوشہ پر

پڑتی رہیں گی۔

خطیب کو اہل بیتؑ سے اس لئے حسد ہے کہ اللہ نے انہیں اپنے فضل و کرم سے نوازا ہے اور مؤمنین کے دلوں میں ان کی محبت عطا کی ہے خطیب کو اہل بیتؑ کے ان روز و شب انکے روضوں اور ان کی شیعوں پر حسد ہے کہ جو نفوس میں شرف و فضیلت کی محبت کا جذبہ رائج کردیتی ہیں یہ روضے زبان حال سے پکار کر کہہ رہے ہیں کہ دشمنان حق اور پیرواں باطل کتنی ہی کوشش کریں اہل حق کو قتل کریں ان کے گھروں کو گرائیں ان کی جماعت کو پراگندہ کردیں انہیں زندانوں میں ڈال دیں اور فراز منبر سے انہیں برا بھلا کہیں مگر وہ نور خدا کو بجھا نہیں سکتے خدا اپنے نور کو پورا کرکے رہے گا چاہے کافروں کو کتنا ہی برا لگے۔

یہ شاہد ظالموں کو للکارتے ہیں عالم بشریت کو آواز دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ: آزاد بنو دین خدا کے ناصر بنو بندگان خدا کے مدد گار بنو عزت و وقار اسلام و شرف انسانیت کا دفاع کرو تمہارا نام ہمیشہ کے لئے باقی رہ جائے گا۔

یہ شاہد ندا دیتے ہیں اے فرزندان انسانیت و حریت (ترجمہ شعر) زندگی میں اپنی حق بات پر جہاد کرتے ہوئے اٹل رہو اس لئے کہ حیات نام ہی ہے عقیدہ و جہاد کا۔

یہ قبریں آزادی کی علامت بشریت کے خلاص کی پہچان اور غیرت مندوں کا قبلہ ہیں لوگوں کو مظلوم کی حمایت امربالمعروف نہی از منکر اور حقوق انسانیت کی

حفاظت کا سبق سکھاتی ہیں ۔

ان قبروں سے یہ آواز آتی ہے کہ حق کے مددگار ہی غالب آنے والے ہیں اور خدا کا گروہ فلاح یافتہ ہے مستقبل انہیں کے ہاتھ میں ہے اور زمانہ انہیں کبھی بھی فراموش نہیں کرسکتا اللہ انہیں اپنی زمین کا وارث بنائے گا انہیں لوگوں کا پیشوا بنائے گا اور وہی اس کے (دین کے) وارث ہوں گے جبابرۂ ارض اور اعداء حریت ان قبروں سے ہمیشہ بر سر پیکار رہے انہیں منہدم کرنا چاہا اور لوگوں کو ان کی زیارت سے روکا خطیب اور جس کسی میں بھی بنی امیہ کی خو بھی ہوگی ان ظالموں کی قدم قدم پیروی کرے گا اور لوگوں کا ان قبور کی زیارت کرنے میں انہماک اس پر اکراہ گزرے گا جیسا کہ ان لوگوں کی حسرت یہ ہے کہ یہ مقدس ضریحیں جن کے سامنے خود بہ خود دل جھکے جاتے ہیں ان دشمنان اہل بیتؑ اور تاریخ کے ان جابروں اور ظالموں کے لئے ہوتیں جو فضائل انسانی اور اقدار بشریت سے نبرد آزما رہے اور نور حق کو اپنی پھونکوں سے بجھانے کی کوشش کرتے رہے ان کے نزدیک سب سے لذت بخش چیز بے گناہوں کو قتل اور نیکو کاروں کو سزائیں دینا تھا خطیب شیعوں پر اپنی گزشتہ افتراء پردازیوں اور بہتان تراشیوں اور ان پر تحریف کا الزام لگانے کے بعد اپنے ان جملوں میں جن کا اہل بیتؑ سے بغض و عناد اور تعصب آشکار ہے ایک جملہ میں ص ۲۷ ۔ ۲۸ پر کہتے ہیں " شیعوں کا گمان ہے کہ یہ (تحریف قرآن) شیعوں کے یہاں ہر دور اور ہر طبقہ میں ثابت ہے اس بناء پر کہ ان کے ایک بڑے عالم ، نابغہ زمان اور ان کے

محبوب قلبی طبرسیؒ نے اپنے بزرگوں سے اپنی کتاب " فصل الخطاب " میں تحریف کا قول نقل کیا ہے جس کتاب کی ہر سطر کا صلہ انہیں یہ ملا ہے کہ وہ صحابی جلیل القدر اسیر کوفہ مغیرہ بن شعبہ کے قبر کے پہلو میں دفن ہوئے ہیں جسے شیعہ علی بن ابی طالب کی قبر سمجھتے ہیں [10] ان کلمات کو انصاف کی نظر سے دیکھئے اور تعجب کیجئے اس شخص کے مؤمنین کے درمیان اختلاف پیدا کرنے کی کوشش پر دیکھئے یہ شخص کسی طرح سے مکرر جھوٹ بول رہا ہے اور ہر وہ بات کہتا ہے جس سے سنیوں میں شیعوں کے خلاف اور شیعوں میں سنیوں کے خلاف ہیجان پیدا ہو ان باتوں کو معرض بحث میں لاتا ہے جن کا شمار نہ مذہبی اختلافات میں ہوتا ہے اور نہ وحدت اسلامی کے لئے ہی یہ چیزیں درکار ہیں .

ذرا دیکھئے تو کہ اس شخص نے مغیرہ بن شعبہ کی کتنی مدح و ثنا کی ہے مگر جو شخصیت اوصاف انسانی اور کملات نفسانی کا مرکز ہے اس کی کوئی تعریف نہیں کی مغیرہ کی اس مدح و ثنا کے بعد جب حضرت علیؑ کا نام لکھا تو فقط آپ کا نام لکھ کر رہ گیا آپ کے القاب و اوصاف کا کوئی ذکر نہیں کیا .

آپ یہ بھی غور کریں کہ اس شخص کو نہ علماء سے شرم آتی ہے اور نہ کاغذ و قلم سے اور بڑے یقین سے بغیر کسی اختلاف کا ذکر کئے یہ کہتا ہے کہ : شیعہ جسے علی بن ابی طالبؑ کی قبر سمجھتے ہیں وہ مغیرہ کی قبر ہے ایسا لگتا ہے کہ وہ مغیرہ ہی کی اولاد میں سے ہے یا وہ اس وقت موجود تھا جب مغیرہ کو قبر میں دفن کیا جارہا تھا .

پوچھو اس سے کہ تم مغیرہ کی قبر کا نشان کہاں سے پا گئے اور یہ تمہارے نزدیک

کہاں سے ثابت ہے ؟ کس مدرک اور کس حوالہ سے یہ بات کہہ رہے ہو ؟ اور علامہ سبط ابن جوزی کا تو کہنا یہ ہے کہ : مغیرہ کی قبر کا نام و نشان ہی نہیں ہے اور کہا گیا ہے کہ وہ شام میں مرا تھا اور ابن حیان نے جیسا کہ ان سے نقل ہے " معجم البلدان " مین عنوان ثویہ کے ذیل میں لکھا ہے کہ مغیرہ بن شعبہ کوفہ میں ثویہ نام کے ایک مقام پر دفن ہے اور اس مقام پر ۵۰ ھ میں ابو موسیٰ اشعری کو دفن کیا گیا " مراصد الاطلاع " میں ہے کہا جاتا ہے کہ مغیرہ ابو موسیٰ اشعری اور زیاد کی قبریں کوفہ میں ہیں .

یا یہ پوچھو کہ تم نے کیسے انکار کردیا کہ امیر المؤمنینؑ کی اولاد اپنے باپ کی قبر نہیں پہچانتی جب کہ انہوں ہی نے حضرتؑ کو دفن کیا اسی مقام پر آپ کی زیارت کرتے رہے اور لوگوں کو بھی پہچانوایا کہ یہ آپ کی قبر ہے ؟

اور کیسے یہ کہہ دیا کہ حضرتؑ کے شیعہ بھی آپ کی قبر نہیں پہچانتے ؟ ان افراد سے زیادہ آپ کی قبر کون جان سکتا ہے ؟ میت کے خواص اور اس کی اولاد کے اقرار کے بعد کسی بے تعلق شخص کے انکار کی کیا قیمت ہے خطیب کے جیسے بکواس کرنے والے شخص کے قول کی حیثیت ہی کیا ہے جس کا کوئی ماخذ و مدرک تک نہیں ہے اور جسے متواتر حدیثیں بڑے بڑے مؤرخین کی تصریحات اور آپ کے روضہ پر ظاہر ہونے والے لا تعداد کرامتیں جھٹلا رہی ہیں .

یزید کی سیرت

کتاب خطوط عریضہ خطیب نے فقط اہل بیت اصحاب کساء اور بنی فاطمہ ؑ سے انحراف و عداوت کے اظہار اور ان کے دشمنوں سے محبت کا اظہار اور شیعوں پر افتراء و بہتان لگانے پر قناعت نہیں کی بلکہ ص ۳۱ پر یزید بن معاویہ کے اخلاق و عادات کو سراہا اور بڑی مدح و ثنا کی خطیب کی عبقریت و شخصیت کے لئے یہی کافی ہے کہ اس کے بزرگوں میں یزید جیسا شرابی ہو کہ جس کے رنگا رنگ جرائم اور جس کی بد کاریوں سے تاریخ انسانیت کو شرم آگئی (۱۱).

حوالہ جات

۱۔ مقاتل الطالبین ص ۴۲.

۲۔ مقاتل الطالبین ص ۱۲۸.

۳۔ تاریخ الو الفداء ج۲ / ص ۹۳.

۴۔ الفخری فی الآداب السلطانیۃ ص ۴۷.

۵۔ معجم البلدان ج۵ / ص ۱۷۱ طبع بیروت.

۶۔ ج۴ / ص ۱۹۴.

۷۔ شرح نہج البلاغہ ج۱ / ص ۵ دار الکتب العربیہ الکبری مصر.

۸۔ فرحۃ الغری ص ۱۰۰۔۱۰۴ اور الحوادث الجامعہ ابن فوطی ص ۱۸۸ اور ۲۵۷.

۹۔ السیدۃ زینب ص ۵۔۶۔۷ ابن حوقل نے صورۃ الارض میں ۲۱۵ پر لکھا ہے ابو الھیجاء عبداللہ بن حمدان نے اس جگہ کو شہرت دی. اس جگہ کو ایک مضبوط چار دیواری سے گھروایا قبر کے اوپر اونچے ستونوں کے سہارے ایک بڑا سا گنبد بنوایا جس میں ہر جانب سے دروازے ہوں اس پر ایک قیمتی پردہ ڈلوایا اور عمدہ فرش بنوایا اس مقدس مقام پر آپ کی اولاد اور سادات ابو طالب کے بہت سے افراد قبہ کے باہر دفن ہیں اور اس کی چوحدی کے باہر ایک گوشہ آل ابو طالب کا قبرستان ہے.

۱۰۔اس جھوٹ کو نقل کرنے میں خطیب بغدادی کے علاوہ ان خطیب سے کوئی بازی نہیں لے سکا کیونکہ خطیب بغدادی نے ابو نعیم سے اور اس نے ابو بکر طلعی سے نقل کیا ہے کہ ابو جعفر حضرمی نجف میں اس مقام پر جہاں یہ قبر ہے حضرت علیؑ کی قبر ہونے سے بغیر کسی مدرک و مصدرر کے انکار کرتا تھا اس واھیات روایت پر آج تک ایک مؤرخ نے بھی اعتماد نہیں کیا نہ خطیب سے پہلے نہ ان کے بعد علامہ سبط ابن جوزی نے اس روایت کو ابو نعیم کی غلط کاریوں میں شمار کیا ہے اور کہا ہے مغیرہ ابن شعبہ کی قبر کا کوئی نام نشان تک نہیں ہے اور کہا گیا ہے کہ وہ شام میں مرا تھا (تذکرۃ الخواص ص ۱۸۷ ط ۲) ابن ابی الحدید کا کہنا ہے کہ میں نے کوفہ کے بزرگوں میں سے بعض معتبر لوگوں سے اس بات کو پوچھا جو ابو بکر نے اپنی تاریخ میں لکھی ہے کہ : کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ جس قبر کی شیعہ نجف میں زیارت کرتے ہیں وہ مغیرہ بن شعبہ کی قبر ہے تو انہوں نے جواب دیا لوگوں کا کہنا غلط ہے مغیرہ اور زیاد کی قبر کوفہ میں سرزمین ثویہ پر ہے ہم اس پہچانتے ہیں اور اپنے اس بات کو ہم اپنی اباء و اجداد سے نقل بھی کرتے ہیں یہاں تک کہا کہ : میں نے قطب الدین نقیب الطالبین ابو عبداللہ الحسین ابن اقساسی سے اس سلسلہ میں سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ جس نے تم سے یہ کہا صحیح کہا کہ ہم اور تمام اہل کوفہ ثقیف کے قبرستان کو ثویہ میں پہچانتے ہیں یہآج تک لوگوں میں معروف ہے اور اسی میں مغیرہ کی بھی قبر ہے مگر پہچانی نہیں جاتی زمین کی شوردگی کے سبب ان قبروں کے نشانات مٹ گئے ہیں اور ایک دوسرے سے مل گئی ہیں پھر کہا اگر تمھیں مغیرہ کی قبر کے سلسلہ میں یہ تحقیق درکار ہے کہ وہ بنی ثقیف کے قبرستان میں ہے تو ابوالفرج اصفہانی کی کتاب الاغانی دیکھو اور پڑھو جو انہوں نے اس کتاب میں مغیرہ کے حالات میں لکھا ہے تمہیں وہی باتیں مل جائیں گی جو نقیب نے کہی ہیں۔

۱۱۔تاریخ کی کتابیں ملاحظہ کیجئے جیسے تاریخ طبری ج۷ اور ابن اثیر ج۳ اور مروج الذہب ج۳ اور البدایہ والنہایہ ج۸ اور تاریخ الیعقوبی ج۲ اور سیر اعلام النبلاء ج۳ (عبد اللہ بن حنظلہ کے ذیل میں) اور سمو المعنی فی اشعۃ من حیاۃ الحسین علیہ السلام ج ۴ ص ۶۶ ۔ ۶۸ و ابوا الشہداء اور حیاۃ الحیوان ج۲ / ص ۲۲۶ اور البداء والتاریخ اور تذکرہ الخواص وغیرہ۔

خطیب کا صحابہ کے سلسلہ میں غلو

خطیب نے ص ۱۳۱ پر اپنے عقیدہ کا اعلان عام کردیا ہے اس کا یہ عقیدہ پوری امت کے خلاف ہے اس نے ابو بکر، عمر، عثمان یہاں تک کہ عمر بن عاص تک کو انبیاء و مرسلین جبرئیل و میکائیل اور تمام ملائکہ و خلق خدا سے مرتبہ میں اوپر اٹھادیا ہے دیکھئے کس طرح سے یہ اعلان کررہا کہ شیخین و عثمان یہاں تک عمرو بن عاص ابنیاء و مرسلین جیسے ابراہیمؑ و موسیٰؑ و عیسیٰؑ وغیرہ اور تمام خلق خدا سے افضل ہیں اور یہی وہ شخص ہے جو شیعوں کو محض اس بناء پر برا کہتا ہے کہ وہ حضرت علیؑ کو تمام صحابہ رسولؐ سے افضل جانتے ہیں اور شیعوں پر یہ الزام لگاتا ہے (ہم اس الزام سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں) کہ وہ اپنے اماموں کا مرتبہ رسول اعظمؐ کے مرتبہ سے اوپر بتاتے ہیں اس نے عمرو بن عاص کا ذکر ان لوگوں میں کیا ہے جنہیں اس نے تمام خلق خدا سے افضل بتایا ہے معاویہ بن ابو سفیان (مغیرہ بن شعبہ اور جو لوگ بغض علیؑ خون ریزی اور بے گناہوں کو قتل کرنے میں اس کے نقش

قدم پر چلے ان کا انبیا پر افضلیت کے ذکر کے ساتھ اشارہ کیا ہے۔

فرقہ شیعہ کے عقائد اور

اسلامی فرقوں کے مابین سمجھوتہ

خطیب نے ص ۳۳ پر لکھا ہے " فرقہ شیعہ اور دیگر اسلامی فرقوں کے مابین سمجھوتہ اس لئے محال و نا ممکن ہے کہ شیعہ تمام مسلمانوں سے دین کے اصولوں میں اختلاف رکھتے ہیں(اس کے بعد کہا ہے) اس بات میں ذرا بھی شک نہیں کیا جاسکتا کہ شیعہ ہی حقیقت میں آپسی اختلافات کو ختم کرنے پر راضی نہیں ہیں "

شیعہ فرقہ کے ماننے والے اسلام کے اصولوں میں مسلمانوں سے کوئی اختلاف نہیں رکھتے مثلاً توحید و نبوت و قیامت (کہ جو اسلام کے بنیادی اصول ہیں) جیسا کہ ان کی قدیم و جدید کتابیں و ہ مطبوعہ ہوں یا غیر مطبوعہ اس بات کی شاہد ہیں وہ خدائے واحد و احد پر ایمان رکھتے ہیں جس کا نہ کوئی بیٹا ہے اور نہ وہ کسی کا بیٹا ہے اور کوئی بھی اس کا کفو (ہم سر) نہیں ہو سکتا وہ خدا کے نبیوں اس کے رسولوں اور ان انبیاء و مرسلین کے معجزات پر ایمان رکھتے ہیں اور ان میں آپس میں تفریق نہیں کرتے وہ ہر اس چیز پر ایمان رکھتے ہیں جو خاتم الانبیاءؐ پر نازل ہوئی اور ان کا عقیدہ ہے کہ ہمارے نبیؐ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور ان کی شریعت تمام گذشتہ انبیاء کی شریعتوں سے افضل اور انہیں منسوخ کرنے والی ہے

اور قرآن مجید وہ عظیم کتاب ہے جسے شیعہ و اہل سنت پڑھتے ہیں یہی وہ کتاب ہے جو ہمارے پیغمبرؐ پر خدا کی جانب سے نازل ہوئی تھی قبر کے سوال و جواب قیامت کے آنے حساب و کتاب کے لئے مردوں کے زندہ ہونے جنت و دوزخ صراط و میزان اور فرشتگان خدا پر ان کا ایمان ہے اور کسی بھی شیعہ کے نزدیک ان عقائدمیں شک نہیں کیا جا سکتا وہ نماز پنجگانہ اور دیگر واجبات اسلامی پر بھی ایمان رکھتے ہیں جیسا کہ شراب، جوا، مردار، سؤر کے گوشت جھوٹ، غیبت، سود، زنا، ہم جنسی، محرموں سے نکاح وغیرہ جیسے حرام کام جو کتاب خدا اور احادیث معصومین سے ثابت اور دین حنیف کے ضروریات میں سے ہیں کے حرام ہونے پر بھی شیعوں کا ایمان ہے جس نے بھی ان باتوں میں شک کیا نام بھر کا بھی شیعہ نہیں ہے بلکہ شیعہ اسے مسلمان ہی نہیں سمجھتے ان کے سارے فقہاء ایسے شخص کے کفر و ارتداد کا فتویٰ دیتے ہیں اسی طرح سے شیعہ معاملات و قضاء و نکاح و طلاق و ظہار و ایلاء حدود و دیات وغیرہ میں بھی تمام احکام خدا کے پابند ہیں۔

اسلامی فرقوں کے درمیان فروع دین کے مسائل اور فقہی احکام میں اختلاف کسی کے اسلام کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا شیعہ سنیوں کے چار فقہی مسلکوں کے ماننے والوں کو مسلمان سمجھتے ہیں بلکہ ان لوگوں کو بھی مسلمان سمجھتے ہیں جو ان چار مذاہب سے ہٹ کر کسی اور مسلک کا ماننے والا ہو کیوں کہ ان کے اعتبار سے اجتھاد کا دروازہ کھلا ہوا ہے مسلمان کا فریضہ فقط یہ ہے کہ وہ کتاب خدا اور سنت نبیؐ پر عمل کرے۔

مذاہب اسلامی کو چار کے عدد میں منحصر کرنا غیر صحیح اور بے دلیل ہے بلکہ اگر کسی کا اجتہاد ان چار مذہبوں کے خلاف بھی ہو تو اس پر واجب ہے کہ اپنے اجتہاد پر عمل کرے ان حقائق کے باوجود یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ شیعہ اتحاد پر راضی نہیں ہیں۔

اب رہا یہ الزام جسے خطیب نے ص ۳۳۔۳۴ پر لکھا ہے کہ شیعہ اپنے اماموں کے مرتبہ کو بشریت کی حدوں سے اٹھا کر یونانی خداوں کی حدوں میں داخل کردیتے ہیں تو یہ فقط ایک بہتان ہے جس کی حقیقت کو ہر وہ شخص جان سکتا ہے جو شیعوں کی کتابوں اور ان کے عقائد سے ذرا سا بھی با خبر ہے وہ اس طرح کی بیہودہ گوئی سے بہت دور ہیں وہ تو رسول اللہؐ کے سلسلہ میں بھی اس طرح کی باتوں کے قائل نہیں چہ جائیکہ اپنے اماموں کے سلسلہ میں۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام ائمہؑ خدا کے بندے ہیں اور خدا ان کا خالق اور انہیں پالنے والا ہے وہ اپنے ہر فعل میں خدا کے محتاج ہیں اور جو انکے سلسلہ میں غلو کرے اور انکو خدائی کی حدوں میں پہنچادے یا اس بات کا قائل ہو کہ وہ کائنات کو خلق کرنے اس کی مخلوق تک رزق پہنچانے، مردوں کو زندہ کرنے اور زندوں کو مردہ کرنے میں خدا کے شریک و سہیم ہیں تو کافر و مرتد و خارج از دین اسلام اور نجس ہے مجھے یقین ہے کہ خطیب کو بھی ان باتوں سے شیعوں کی پاکیزگی کا علم ہوگا لیکن جب انھیں شیعہ اور سنی اتحاد میں رکاوٹ ایجاد کرنے کے لئے کوئی چیز نہ ملی تو اس بہتان عظیم سے کام لیا اور اماموں کی خدائی کا قائل بنا کر مسلمانوں کے ایک بڑے گروہ کو کافر

مشرک بنادیا جو حقیقت میں مؤمن و موحد ہیں اور جن کے یہاں گلدستۂ اذان اور اخباروں اور ریڈیو وغیرہ سے کلمہ توحید کا اعلان ہوتا ہے اور ہر اس شخص سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں جو اماموں کی خدائی کا قائل ہو یا انہیں انسانیت کے حدود سے بڑھکر کوئی مخلوق سمجھتا ہو (حقیقت میں ائمہؑ ہی انسان کامل اور انسانیت کی اعلاء ترین منزلوں پر فائز ہیں اور پیغمبر خداؐ کے بعد ان سے بڑھ کر کوئی مخلوق خدا نہیں ہے (مترجم).

ان کے یہاں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو تقریب و اتحاد کے لئے سد راہ ہو اتحاد کے معنی یہ نہیں ہیں کہ شیعہ اپنا مذہب چھوڑ کر سنی ہو جائیں یا سنی اپنا مذہب چھوڑ کر شیعہ ہو جائیں [1] بلکہ اس کے معنی یہ ہیں ہر فرقہ کو اس کے اجتھاد پر چھوڑدیا جائے تا کہ وہ ایک کھلی ہوئی فضا میں زندگی گزار سکیں اور پرانے تعصبات کو چھوڑ دیں ہر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے اسلامی حقوق کا قائل ہو نہ سنی شیعہ کو کفر و شرک و بدعت و توھین احکام و فعل محرمات سے متھم کرے اور نہ شیعہ سنی کو ناصبی اور دشمن اہل بیتؑ کہے سب مل کر فقط حقائق کی روشنی میں سفر زندگی طے کریں ایک دوسرے کے افعال کی اپنے اجتھاد سےقرآن و سنت کا سہارا لے کر تاویل و توجیہ کریں جیسا کہ اپنے اپنے بزرگوں کے افعال کی تاویل کرتے چلے آئے ہیں کیوں کہ آج کے دور میں مسلمانوں کو ان توجیھات کی حاجت گذشتہ زمانے کے بزرگوں کے افعال کی توجیھات سے کہیں بڑھ کر ہے کیوں کہ بزرگوں اور سلف صالحین کا حساب و کتاب خدا پر ہے اور ہمارے اور ان کے

درمیان ایک طویل زمانہ حائل ہے۔

شیعہ دوسروں سے بحث کرنے میں کبھی بھی افتراء پردازیوں اور بے بنیاد باتوں کا سہارا نہیں لیتے بلکہ وہ معتبر و موثق کتابوں پر اعتماد کرتے ہیں اور بری بات کا بری بات سے جواب نہیں دیتے جیسا کہ خطیب اور ان کے گروہ کے دوسرے لوگوں شعار رہا جن کا ہم نام لینا پسند نہیں کرتے اس دن اللہ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ کرے گا جس دن وہ اپنے تمام بندوں کے درمیان ان کی اختلافی باتوں کا فیصلہ کرے گا۔

شیعہ دونوں فریقوں میں سب سے زیادہ اتحاد کے لئے آمادہ ہیں اور انہوں نے اس راہ میں موثر اقدام کئے ہیں لیکن جس کی آرزو یہ ہو کہ اسلامی سماج اختلافات اور نفرتوں کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں رہ جائے تا کہ مسلمانوں پر استعمار کی حکومت رہے جسے نہ مسلمانوں کا اتحاد اچھا لگتا ہے اور نہ شیعہ اور سنی بھائی چارگی اور نہ جسے یہ پسند ہے کہ اہل قبلہ مل جل کر اللہ کی رسی کو تھامے ہوئے برادرانہ زندگی گزاریں ایسا شخص شیعوں پر ایسے ایسے الزام لگاتا ہے جسے کسی شیعہ نے آج تک سوچا تک نہ ہو گا اور ان سے ایسے عقائد منسوب کرتا ہے جن سے وہ اتنا دور ہیں جیسے مغرب و مشرق مثلاً ائمہ کو خدا اور نبی کہنا اور کبھی تو ان کو ایسے آراء و نظریات پر بنیاد بنا کر کافر کہتا ہے جن آراء و نظریات کی بنیاد پر کسی کو کافر بلکہ فاسق بھی نہیں کہا جاسکتا اگر ان کے یہ نظریات پر بنائے اجتھاد ہوں جیسے اہل بیتؑ کے دشمنوں مثلاً معاویہ، عمرو بن عاص، حجاج اور یزید وغیرہ

سے بیزاری کا اظہار کرنا جن کا اہل بیتؑ سے بغض و کینہ اظہر من الشمس ہے کیونکہ ان لوگوں نے حضرت علیؑ اور امام حسنؑ و امام حسینؑ سے جنگیں لڑیں ان لوگوں پر تبرّیٰ پڑھنا اور ان سے بیزاری کا اظہار کرنا نہ تو اسلام کے اصولوں کے خلاف ہے اور نہ شرعی اعتبار سے ناپسندیدہ فعل ہے بلکہ صحیح روایات سے تبری کا واجب ہونا ثابت ہے۔

اور جو خطیب نے ص ۳۴ پر شیعوں کے اصول مسلمانوں کے اصول کے خلاف ہونے کی بات لکھی ہے تو خطیب سے ہم پوچھتے ہیں کہ اصل و اصول کے کیا معنی ہیں اور اصول شیعہ اور اصول مسلمین سے ان کی کیا مراد ہے۔

اب اگر اصول شیعہ سے ان کی مراد شیعوں کا ہم رتبہ قرآن اور سفینہ نجات اہل بیتؑ کے مذہب کی پیروی کرنا ہے جس کی بناء پر وہ اہل سنت اور مسلمانوں کے دوسرے فرقوں سے منفرد و ممتاز ہیں تو کوئی فرقہ ایسا نہ ہوگا جو کسی نہ کسی چیز میں دوسرے فرقہ سے ممتاز نہ ہو البتہ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ ان امتیازات کی بناء پر یہ فرقے اسلامی اصولوں کے خلاف ہیں اور اگر اصول شیعہ سے ان کی مراد یہ ہو کہ اصول شیعہ اسلام کے ان اصولوں کے خلاف ہیں جن پر بناء ایمان ہے اور شیعوں کے اصول کتاب خدا اور سنت نبی سے الگ ہیں تو یہ شیعوں پر بہتان عظیم ہے کیونکہ شیعہ اسلام کے اصولوں اور کتاب و سنت پر سب سے زیادہ شدت سے عمل کرنے والے ہیں ان کا کوئی گناہ نہیں اور اگر ہے تو صرف یہ کہ وہ معاویہ ، یزید ، ولید اور جابر و ظالم بادشاہوں کی حکومتوں کو شرعی اور

اسلامی حکومتیں نہیں تسلیم کرتے اور اہل بیت ؑ کی بتائی ہوئی راہ ہدایت پر چلتے ہیں تو کیا تم یہ کہہ سکتے ہو کہ علوم شرعیہ میں اہل بیت ؑ کی طرف رجوع کرنا اوران سے اور کتاب خدا سے متمسک رہنا کہ جس کا حدیث ثقلین میں حکم دیا گیا ہے شیعوں کو کافر و فاسق بنایا جائز قرار دیتا ہے ؟ کیا ابو بکر و عمرو عثمان کی خلافت پر ایمان اسلام کے اصولوں میں سے ہے ؟

کوئی مسلمان اگر اپنے اجتھاد کی بنیاد پر ان خلافتوں کو صحیح نہ مانتا ہو تو کیا اسے کافر کہنا جائز ہے ؟

اور اگر یہ جائز ہے تو تم ناصبیوں ، خوارجوں ، اصحاب جمل و صفین بنی امیہ اور ان کے پیرووں کو کیوں نہیں کافر کہتے کہ جنہوں نے حضرت علی ؑ کی خلافت سے انکار کیا جسے دونوں فریق شرعی مانتے ہیں اور نہ جانے کیا کیا کیا ؟

کیا تم نہیں دیکھتے کہ صحابہ میں سے کسی ایک نے بھی ان مسلمانوں کو کافر نہیں کہا جنھوں نے عثمان پر یورش کی یہاں تک کہ انہیں قتل کر ڈالا اور انکے مخالفین میں سر فہرست حضرت عائشہ بھی تھیں مگر ان کے خلاف بھی کسی نے کچھ نہیں کہا ؟

اور جب کائنات کی خواتین کی سردار جگر گوشہ رسول حضرت زہراء ؑ ابوبکر کی حکومت سے راضی نہ تھیں اور انہوں نے اس حکومت کو نہ قبول کیا اور نہ اسے شرعی حکومت سمجھا اور اسی نظریہ پر قائم رہتی ہوتی دنیا سے رحلت کر گئیں تو جو شخص اس سلسلہ میں اجتھاد کر کے حضرت زہرا ؑ کے نظریہ کی پیروی کرتے ہوئے ابوبکر کی حکومت کو قبول نہ کرے اسے کافر کہنا کیوں کر جائز ہو سکتا ہے ؟ اور ان

اگر حکومتوں کو شرعی و اسلامی حکومتیں تسلیم کرنا اسلام کے اصولوں میں سے تھا تو سیدۂ نساء جنت ؑ اور ان کے شوہر نامدار باب مدینۂ علم پر یہ حقیقت کیسے پوشیدہ رہی ؟ اور دوسرے بنی ہاشم جیسے عباس بن عبدالمطلب وغیرہ اور دیگر صحابہ کرام کہ جنھوں نے بیعت سے انکار کردیا تھا وہ کیسے اس عظیم فرض سے غافل و لاعلم رہے ؟ (۲)

ان سب باتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان حکومتوں کے شرعی ہونے کے اعتقاد کا اسلامی اصولوں سے کوئی واسطہ نہیں ہے اور جس شخص کے اجتہاد کا تقاضہ ان حکومتوں کا غیر شرعی ہونا ہو اسے کافر و فاسق کہنا جائز نہیں ہے اور نہ اہل سنت کے لئے یہ جائز ہے کہ اس شخص کی تکفیر کریں جو ماضی کی حکومتوں کو شرعی نہیں سمجھتا مسلمانوں کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ ان پرانی اوربوسیدہ بحثوں میں الجھیں ان حکومتوں کا حساب و کتاب ہماری ذمہ داری نہیں ان کی بازپرس ہم سے نہیں ہوگی ان کا حساب تو اللہ کے اوپر ہے یہ کچھ قومیں تھیں جو گزر گئیں ہمیں کوئی حاجت نہیں ہے کہ ہم ان کے برے افعال یا اسلام کے ساتھ ان کے اچھے سلوک کو بیان کریں کیونکہ اسلام ان لڑائی جھگڑوں سے کہیں زیادہ اپنے دامن میں وسعت رکھتا ہے تو اب شیعوں پر یہ اعتراض کرنا غلط ہے کہ وہ دشمنان آل محمدؐ پر تبرّا کرنا جائز جانتے ہیں او یہ بات اتحاد کے لئے مانع بھی نہیں ہے ہر ایک گروہ ان مسائل میں اپنے مذہب پر عمل کرے اس سے اتحاد پر کوئی اثر نہیں پڑنا چاہئے جب دونوں گروہ کتاب وسنت کے اتباع پر متفق ہیں کیونکہ اختلافی مسائل

کے پیدا ہونے کا سبب کتاب خدا اور احادیث نبیؐ کے معنی کو مختلف انداز سے سمجھنا اور بعض احادیث کو معتبر جاننا اور نہ جاننا ہے اس بنا پر اگر ایک گروہ کا اجتہاد کسی ایک مسئلہ میں دوسرے گروہ کے اجتہاد کے مخالف ہے تو دوسرے گروہ نے بھی قرآن و حدیث ہی سے استخراج احکام کیا ہے جیسا کہ پہلے گروہ نے بھی قرآن و حدیث ہی کا سہارا لیا تھا البتہ اختلاف اس بنا پر ہو سکتا ہے کہ اہل سنت احکام شرعی حاصل کرنے میں قیاس و استحسان وغیرہ کا بھی سہار الیتے ہیں مگر شیعہ قیاس وغیرہ سے تمسک نہ کرکے فقط کتاب خدا اور سنت نبویؐ ہی کو معیار سمجھتے ہیں یہ اچھی بات نہیں ہے فقط اتنی سے بات کو دوری و نفرت کا سبب بنالیا جائے ان مسائل میں اپنی رای و نظر کو اختیار کرنا مخصوصاً اگر بناء بر اجتہاد ہو اور عناد و تعصب سے پاک ہو دائرہ اسلام سے نکل جانے یا فاسق و کافر کہنا جائز ہونے یا مستحق توبیخ و ملامت ہونے کا موجب نہیں ہو سکتا۔

حوالہ جات

۱۔ یہ بات دارالتقریب کے بیان سے بھی ہم آہنگ ہے اور دارالقریب نے اس بات کو صراحتاً کہا ہے اور اسی کی تصریح دارالقریب کے بنیان گزار علامہ قمی نے مختلف مقامات پر کی ہے (دیکھئے النقط علی الحروف رسالۃ الاسلام کی بحثوں میں)

۲۔ دیکھئے صحیح بخاری ج۳ / ۳۵ ، مسلم ج ۵ / ۱۵۴ ، اسد الغابہ ج ۳ / ۲۲۲ ۔ ۲۲۳ ، تاریخ ابو الفداء ۲ / ۶۳ ۔ ۶۴ ، الامامۃ و السیاسۃ ۱ / ۱۴ ۔ ۱۰ ، مروج الذہب ۳ / ۲۴ ، شرح ابن الحدید ۳/ ۴۰۷ ، الاستیعاب فی باب من اسمہ عبداللہ، العقد الفرید ۲ / ۲۵۰ ۔ ۲۸۵ ، طبری ۳ / ۱۹۸ ۔ ۱۹۹ ، اور ۴ / ۲۵، تاریخ الخلفاء ص ۴۵ ، الصواعق المحرقہ ص ۱۲ ۔ ۱۳ ، الریاض النضرۃ ۱ / ۱۶۷ ، اعلام النساء ۳ / ۱۲۶ ۔ ۱۲۷ اور تاریخ یعقوبی ۲ / ۱۰۳ ۔ ۱۰۴ ۔ ۱۰۵ ۔

تشیع اور کمیونزم

ص ۴۴ پر خطیب نے گمان کیا ہے کہ " کمیونزم جو عراق میں زور پکڑ گیا ہے اور ایران میں اس کا اثر پورے عالم اسلام سے زیادہ یہ ہے شیعیت کی پیداوار ہے اور ان دونوں ملکوں میں جو لوگ کمیونسٹ ہوئے ہیں وہ خالص فرزندان شیعہ ہیں "۔

ان دونوں ملکوں خصوصاً ایران میں کمیونزم کا اثر عالم اسلام کے دوسرے ملکوں سے بڑھ کر نہیں ہے کمیونزم کا جب سے ظہور ہوا ہے اس وقت سے لیکر آج تک ایران میں اس نے اپنی آرزوں کو پورا کرنے کے لئے بڑا سرمایہ داؤں پر لگا دیا اور بڑے خطر ناک و تباہ کن سیاسی ہتھکنڈے استعمال کئے اس سلسلہ میں ان کی مدد کرنے والے کچھ فوجی عوامل تھے اور ایران کا کمیونسٹ حکومتوں کے مرکز اور ان حکومتوں میں سب سے عظیم وقدرتمند حکومت (روس) کا پڑوسی ہونا بہت بڑا سبب تھا ایران میں پٹرول و غیرہ جیسے قدرتی ذخائر کے موجود ہونے اور ہندوستان و پاکستان پر قبضہ کرنے کے لئے ایران کے راستہ کو استعمال کرنے سے انھیں اور بھی رغبت دلائی دوسری عالمی جنگ میں روسی فوجوں نے خراسان ، آذربائیجان ، جیلان اور مازندران پر قبضہ کرلیا تھا اور آذربائیجان میں اجنبی طاقتوں

کے سایہ میں کمیونسٹ حکومت قائم کر لی تھی۔

ان سب کوششوں کے باوجود ایران میں ان کے اہداف پورے نہ ہو سکے اور ایران پر تسلط کرنے کا جو انکا منصوبہ تھا وہ پورا نہ ہو سکا آذربائیجان اجنبی قوتوں کے مقابل ڈٹ کر کھڑا ہوگیا اور اسلام کی روحانی قوت سے اپنے وطن کا دفاع کیا اس راہ میں آذربائیجان کو بڑے شدائد و مصائب کا سامنا کرنا پڑا یہاں تک کہ کمیونزم کی تحریکیں کمزور پڑگئیں۔ نہ وہ آذر بائیجان کے لوگوں پر اثر انداز ہو سکے اور نہ دوسرے علاقوں کے لوگوں پر کیونکہ وہ لوگ خالص فرزندان شیعہ تھے اور کمونیزم کی پیش کردہ اقتصادی روشوں سے بے نیاز تھے اس لئے کہ انکا ایمان تھا کہ اسلامی تعلیمات کے دامن میں ہر وہ چیز موجود ہے جس کی نظام اقتصادی و اجتماعی کے لئے انسان کو ضرورت ہے۔

اگر ایران و عراق میں کمیونزم کی جڑیں مضبوط ہونے کا سبب شیعیت تھی تو سنی ممالک میں کمیونزم کی وبا پھیلنے کا کیا سبب تھا بلکہ بعض سنی ملکوں میں تو ہم دیکھتے ہیں کہ سیاسی و سماجی حادثات میں کمیونسٹوں کی مؤثر ترین پارٹی موجود ہے اور بعض حکومتوں جیسے البانیا نے تو کمیونزم کو گلے سے لگا لیا ان کے علماء و دانشوروں اور روشن فکروں کی کتابیں یہاں تک کہ اسلامی موضوعات پر لکھی ہوئی انکی کتابیں ہمارے سامنے رکھی ہوئی ہیں۔

ان میں بعض کتابیں کمیونسٹوں کے نظریات سے حد درجہ متاثر ہیں انہیں پڑھنے والا یہ احساس کرسکتا ہے کہ ان کتب کا مصنف کمیونزم کے نظام کی طرف

مائل ہے۔

اور اسلامی تعلیمات کی توجیہ و تفسیر اس انداز سے کرتا ہے جس کمیونزم کے نظام کے موافق ہو مزید بر آن ان ممالک میں کمیونسٹ گروہوں کے جرائد و مجلات و رسالے مختلف اسالیب میں شایع ہوتے ہیں۔

مگر ایران میں ان تحریکوں کو اسلام و تشیع نے نیست و نابود کرڈالا اور خواص و عوام نےء ان کا شدت کے ساتھ انکار کیا۔

ہماری اللہ سے یہ دعا ہے کہ مشرق و مغرب میں اسلامی ممالک کو دشمنان اسلام کے شر سے محفوظ فرمائے اور ان ممالک کو خیر و برکت و حفظ و امان عنایت فرمائے (آمین)۔

کمیونزم استعمار کے مظالم کا نتیجہ

حق یہ ہے کہ کمیونزم اسلامی ممالک میں جب بھی اور جہان بھی پھیلا یہ استعماریوں کے جرائم کا نتیجہ تھا کیونکہ استعمار مسلمانوں کو قرآن کی تعلیمات سے نزدیک ہونے سے روکنا چاھتا ہے اور اس کی پوری کوشش ہے کہ ان کی جماعت پراگندہ کردی جائے تاکہ اسلامی ممالک پر ان کا تسلط ہوجائے اور ان کے ہاتھوں میں جو کچھ مال و ثروت ہے اسے لوٹ لیں اور انکی عظمت و عزت کوخاک میں ملادیں۔

استعمار اسلام کو اپنے مقاصد و اغراض کی راہ میں ایک سنگ گراں تصور کرتا ہے اس لئے وہ اسے چور چور کرنے کی پوری کوشش کرتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو

کہ اسلامی حکومتیں مسلمانوں کو ایک سررشتہ میں منسلک کردیں ہمار ملکوں میں استعمار کے مقاصد جبھی پورے ہو سکتے ہیں کہ جب جہل و فقر عام ہوجائے اور ہمارے جوان الٹے پیر پھر کر جاہلیت کی آغوش میں آجائیں اسی لئے استعمار چاہتا ہے کہ ان اسلامی علوم و معارف کو مضمحل و مردہ کردے کہ جو بلندترین معارف بشری ہیں تاکہ مسلمانوں سے ان کی وہ آزادی چھین لے جسے اسلام نے انھیں عطا کیا ہے اس کی بس یہی آرزو ہے کہ مسلمان ہمارے زرخرید غلام بن جائیں استعمار ہی ہے جو جوان لڑکوں اور لڑکیوں رؤساء و منصب داروں اور دولتمند و خوشحال لوگوں کو آداب اسلامی کو ترک کرنے اور شعائر دینی کے انکار کرنے کی ترغیب دلاتا ہے اور کھیل کود اور خرافات ، شراب خواری ، جوا، بدکاری ، اور مرد و زن کے اختلاط کا شوق دلاتا ہے اور سماج کو فساد و بد کرداری سے رغبت دلانے کے لئے مصنفین کے قلم کرائے پر لیتا ہے ۔

استعمار کو کمیونزم کے غلبہ سے زیادہ مسلمانوں کے اتحاد ، انکی بیداری اور کلمہ توحید کے گرد جمع ہونے کا خوف ہے کیونکہ اگر عالم اسلام اپنے خواب گراں سے بیدار ہوگیا تو وہ انسانیت اور اس کے غصب شدہ حقوق کا دفاع کرے گا اور عالم انسانیت کے ساتھ بہترین نظام زندگی اور اجتماعی زندگی کا عمدہ ترین معیار اور روحانی و اقتصادی و مدنی حیات کا کامل ترین نمونہ پیش کرے گا اور لوگوں کو استعمار کے مظالم کمیونزم کے استبداد کے چنگل سے چھڑائے گا اور لوگوں کو ایک دوسرے سے ناجائز فائدے حاصل کرنے سے روکے گا ۔

کسی بھی ملک میں کمیونزم جبھی داخل ہوتا ہے جب اس سے پہلے استعمار داخل ہوجائے یعنی استعمار کمیونزم کی راہ ہموار کرتا ہے کونکہ استعمار پہلے کسی ملک میں فقر و فاقہ اور اقتصادی مشکلات کے حالات فراہم کرتا ہے لوگوں کی آزادی سلب کرتا ہے انہیں ترقی و پیش رفت سے روکتا ہے اور لوگوں کو ان کی فلاح و بہبود اور بیماری کے علاج سے باز رکھتا ہے استعمار ہی لوگوں کی کمزوری بے بسی اوردین و آداب اسلامی و شعائر الھی کی توہین کا سبب ہے گویا استعمار کا آخری زینہ کمیونزم ہے تو جب اس کے مظالم اپنی انتہاء کو پہنچ جاتے ہیں تو وہ کمیونزم کے راستے صاف کردیتا ہے کہ وہ لوگوں کی بچی ہوئی آزادی و فضائل کو مٹا ڈالے کمیونزم کے پر فریب منصوبوں کا نقصان لوگوں کو استعمار کے جرائم و مظالم کے بعد ہی پہنچا ہے.

استعمار مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرتا ہے اور اقلیم میں اپنے مقاصد کی حفاظت کے پیش نظر ایک استعماری حکومت کی بنیاد ڈال دیتا ہے وہ پوری کوشش کرتا ہے کہ اس کی بنائی ہوئی اس حکومت پر کمیونسٹوں کا قبضہ نہ ہونے پائے اور یہ نہیں سمجھنا کہ کمیونزم اسی کی جنی ہوئی اولاد ہے .

اسلامی ممالک کا کمیونزم کی نحوستوں سے چھٹکارا جبھی ممکن ہے جب استعمار کی عمارتیں گرادی جائیں اور مسلمانوں کے امور انھیں کے سپرد کردئے جائیں .

اسلام ہمارا دین ہماری عزت ہماری پر بزرگی اور ہماری پر افتخار تاریخ ہے اس کی تعلیمات اور اس کے احکام ہمارے آداب اور ہماری شریعت ہیں اس کی سیاست ہماری سیاست ، اس کی حکومت ہماری حکومت ہے مشرق و مغرب میں پھیلے

ہوئے اسلامی ممالک ہمارا وطن ہیں ہمارے امور کی اصلاح فقط اسلام کرسکتا ہے اور جو کچھ بھی ہمارے معاملات میں ابتری پیدا ہوئی ہے وہ صرف اسلام سے دور ہو جانے کی بناء پر ہے

استعمار چاہتا ہے کہ ہماری بنیادیں ہلادے تا کہ ہر علاقہ کےلوگوں کےلئے ایک نئی تاریخ اور ایک نیا وطن بنائے قومی تعصبات کو ہوا دے . اسلامی حکومتوں کو ایک دوسرے سے جدا کرنے کے اسباب فراہم کرے فرسودہ رسوم کو رواج دے اور ہر قوم کا عصر گذشتہ اور الگ تھلگ قبائلی زندگی سے ربط پیدا کردے کیونکہ اس سے مسلمانوں کے آپسی ارتباط کے اسباب منقطع ہوجائیں گے اس لئے مسلمانوں کے ہر گروہ پر عین واجب ہے کہ اسلام کے شعائر اور اس اقتدار کو زندہ کرنے کا اہتمام کرے نہ یہ کر فرسودہ دور اس کے ان شعائر و رسوم کو زندہ کرے جسے اسلام نے باطل و نادرست قراد دے دیا ہے مسلمانوں کو چاھئے کہ اپنی شخصیتوں کی قدر و منزلت پچانیں کیونکہ یہ اسلام کی شخصیتیں ہیں انہیں چاھئے کہ اپنی قومی تاریخ پر فخر کریں اور اسے مایۂ عزت و آبرو سمجھیں کیونکہ یہ تاریخ اسلامی تاریخ کے روشن اوراق میں سے ایک چمکتا ہوا ورق ہے اس لئے نہیں کہ یہ کسی خاص قوم یا کسی خاص امت و خاص مملکت کی تاریخ ہے کیوں کہ یہی فکر وحدت اسلامی کےلئے استعمار کی سب سے زیادہ خطرناک چال ہے .

پروردگارا ! دشمنوں کے شر سے ہمیں محفوظ رکھ ہم سب کو اسلام پرچم کے تلے جمع کردے ہمیں اپنی رسی سے متمسک رکھ اور ہمیں کافروں کے مقابل فتح و

ظفر سے ہمکنار کر .

آذربائیجان شیعہ علاقہ ہے

ص ۳۴ پر خطیب نے گمان کیا ہے کہ " علی محمد شیرازی جس نے یہ ادعا کیا تھا کہ وہ امام مہدی (عج) کا باپ ہے پھر اس نے یہ دعوی کیا کہ وہ خود ہی امام مہدی (عج) ہے کو آذربائیجان کی طرف نکال دیا گیا کیونکہ آذربائیجان حنفی مذہب والے اہل سنت کا علاقہ ہے اسے کسی شیعہ ملک کی طرف حکومت نے نہیں بھیجا کیونکہ کہ شیعہ مذہب کا مزاج و طبیعت یہ ہے کہ وہ اس قسم کے اوہام و خرافات کو بہت جلدی قبول کرلیتا ہے .

یہ بھی خطیب کی ملکوں کے حالات سے بے خبری کا نتیجہ ہے البتہ اس میں انکی کوئی غلطی بھی نہیں ہے کیونکہ وہ بے جانے بوجھے کوئی بات کہہ دینے اسے احتراز بھی نہیں کرتے وہ تو ایسی بات کہہ دیتے ہیں جو انکی خواہش نفس کےموافق ہو بلکہ خطیب تو روشن حقائق سے بھی انکار کردیتے ہیں آذربائیجان شیعوں ، اہل بیت سے خالص محبت کرنے والوں ، شیعوں کے علمی مراکز اور انکے مدارس اور یونیورسٹیوں سے بھرا ہوا ایک علاقہ ہے اس علاقہ کے لوگ شعائر اسلامی کی حد سے زیاہ پابندی کرتے ہیں .

دین و تشیع کی راہ میں یہاں کےلوگوں کو بڑے شدائد و آلام سے دوچار ہونا پڑا اور انھوں نے ان شدائد میں ثبات قدم ، عزم محکم ، حسن اسلام ، اور قوت

ایمان کا مظاہرہ کیا علی محمد کے آذربائیجان کی طرف جلا وطن کئے جانے کے کچھ سیاسی اسباب تھے جن کی طرف کتاب " بی بھائی باب و بھاء " اور کتاب " یادداشت ہائے کینیاز دالکور کی روسی میں اشارہ کیا گیا ہے " آذربائیجان کے لوگوں کو ان کے تشیع اصول اسلام کی پابندی اور محبت اہل بیتؑ نے علی محمد کے باطل دعووں کے فریب سے بچائے رکھا۔

علی محمد کو تبریز میں توبہ کرنے اور اپنے دعوے سے پلٹ آنے کے بعد پھانسی لگادی گئی تھی اس نے اسلام کا اظہار بھی کیا اور اپنے قلم سے اپنی توبہ لکھی مگر اس کی توبہ قبول نہیں کی گئی کیونکہ مرتد فطری (جس کے نطفہ کے استقرار کے وقت اس کے ماں یا باپ میں سے کوئی ایک مسلمان ہو) کی توبہ ناقابل قبول ہوتی ہے۔

بابی اور بہائی تحریکیں

جاننا چاہئے کہ بابی اور بہائی تحریکیں اپنے تمام مراحل میں استعماری سیاست کی حمایت کے سایہ میں پروان چڑھیں استعمار ہی نے ان کی پرورش کی اور اس کا خرچہ اٹھایا۔ سب سے پہلے اسے روسی حکومت نے اپنے سیاسی اہداف کے لئے استعمال کیا اور اس کے کارکنوں کو ایرانی حکومت کا تختہ الٹنے یا امور حکومت میں دخل اندازی کرنے کے لئے ہمت افزائی کی ، اسی زمانہ میں حکومت ایران بعض اسباب کی بناء پر حکومت روس کے ساتھ امور مملکت میں تساھلی کرنے پر مجبور

تھی مگر پھر بھی حکومت روس کی سیاست اپنی آرزؤں کی تکمیل میں ناکام رہی کیونکہ (ایران) ان سیاستوں کے سامنے ڈٹ کر کھڑا ہوگیا اور آتش فتنہ کو بجھا ڈالا .

پھر یہ گروہ دوسرے مرحلہ میں داخل ہوا جب برطانیہ کی حکومت نے اسے اپنی جاسوسی کے لئے استعمال کیا یہاں تک کہ اس گروہ پر برطانوی حکومت نے "حیفا" اور "عکا" کو اس کی تحریک کا مرکز بنایا کیونکہ حکومت برطانیہ یہ سمجھ گئی تھی کہ ایران کے حالات اس طرح کی گھٹیا تحریکوں کو قبول کرنے کے لئے ناسازگار ہیں پھر بہائی گروہ نے انگلستان کی ایسی خدمت کی جس کا نقصان مشرق و اسلام و مسلمین کو خصوصاً پہلی عالمی جنگ میں بہت زیادہ پہنچا . بہائیوں کے پیشوا " عباس آفندی" نے برطانوی قائد " لارڈ لبنی " سے جو پہلی عالمی جنگ میں بیت المقدس میں داخل ہوگیا تھا (اور کہا تھا کہ آج صلیبی جنگ ختم ہوگئی) یہ التماس کیا کہ وہ اسے " سر " کا لقب عطا کرے تو اس نے عباس آفندی کو " سر " کے لقب سے نوازا تھا .

بہائیت ہمیشہ برطانوی جاسوسوں کی آغوش میں رہی یہاں تک کہ حکومت امریکہ بھی اس کام میں برطانیہ کی شریک بن گئی تاکہ وہ بھی اپنے سیاسی مقاصد کو مشرق وسطیٰ میں عملی جامہ پہنانے کے لئے اس گروہ کی خدمتیں حاصل کرے اس طرح سے بہائیت ایک صہیونی امریکی تحریک بن کر رہ گئی .

عظیم قلم کار ڈاکٹر شبلی نے " مقارنة الادیان " ج ۱ / ص ۳۰۹ پر اہم جاسوسی تحریکوں کے باب میں کہ جو ان اہم ترین مراکز میں سے ہیں جن پر یہودی اپنے

اغراض کو پورا کرنے میں بہت اعتماد رکھتے ہیں ، اسی کتاب میں اس نے بابیّت اور بہائیت کو انہیں جاسوسی مراکز میں شمار کیا ہے . اس کا کہنا ہے کہ " یہ واضح ہے کہ عکا میں بہائیت کے وجود نے یھودیوں پر خاصا اثر کیا ہے ، بھائیت نے اسلام سے اپنے وہ رشتے بھی توڑ لئے جو باقی رہ گئے تھے . اب بہائیت ، یہودیت اور صہیونیت کے سکہ کا دوسرا رخ ہے .

شبلی نے ص ۳۱ پر " بہاء " کی موت کے ذکر کے بعد لکھا ہے : بہاء اپنے بیٹے عباس آفندی کو اپنا قائم مقام چھوڑ گئے جو پہلی جنگ عظیم میں حلیف حکومتوں کے ساتھ رہا . حکومت برطانیہ نے اسے " فارس" کا رتبہ " سر " کے لقب کے ساتھ عطا کیا ۱۹۳۱ء میں اسکی وفات ہوئی اس کے بعد اس کا نواسہ " شوقی ربانی " اس کا جانشین ہوا جو بعد میں لا ولد مرگیا .

اس تازی فکر کے سایہ میں یھودیوں نے بہائیوں کو دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیلا دیا ، مال و ثروت سے مدد کی اور انھیں پورے اختیارات دے دیئے . اس طرح بھائیت ایک صھیونی ، امریکی تحریک کی صورت میں سامنے آئی جیسا کہ قلم کاروں نے اسے اسی نام سے یاد کیا ہے پھر بھائیت نے اپنے صھیونی چہرے کو بے نقاب کردیا اس لئے کہ " مرزا شوقی ربانی " کی وفات کے بعد بہائی جماعت کے ارکان کی مجلس اعلیٰ اسرائیل میں منعقد ہوئی جس میں ایک امریکی صھیونی کو جس کا نام میسن تھا ، تمام دنیا کی بہائی جماعتوں کی روحانی قیادت کے لئے منتخب کیا گیا .

بعض معاملات میں بہائیت کے دخل دینے کا سبب فقط سیاسی امور میں دخل

اندازی ہے ان میں سے اکثر لوگوں خصوصاً لیڈروں کو بھائیت پر بالکل ایمان نہیں ہوتا بھائیت کو ان لوگوں نے ایک دین کی حیثیت سے تسلیم نہیں کیا ہے بلکہ محض اس لئے قبول کیا ہے کہ اسلام کے دشمنوں کا تقرب حاصل کریں اور اس تقرب کو حصول مال کا وسیلہ بنائیں.

آخر میں محققین کی نگاہوں کو بابیت اور بہائیت کی تاریخ اور انکے نظریات و عقائد اور انکے ساتھ سیاستوں کے کھیل کود کو جاننے کے لئے کتاب " تاریخ الباب و مفتاح باب الابواب " کی طرف جلب کریں گے یہ کتاب مصر میں ۱۳۲۱ھ میں مطبعہ المنار میں طبع ہوئی تھی اس کے مؤلف محمد مھدی زعیم الدولہ اور جریدہ "حکمة" کے مدیر قاہرہ کے رہنے والے ہیں اور کتاب " مهازل البهائية على شرح السياسة والدين " مصنفہ انور وودو مطبوعہ حیفا مبطع کشاف اسی طرح دیگر مصنفین کی فارسی تصنیفات جیسے " ساختہ ہائے بہائیت در صحنہ دین و سیاست " اور کتاب " بی بہائی باب و بھاء " مصنفہ محمد علی خادی شیرازی اور " یادداشت ہائے کینیاز " مصنفہ کینیاز دارلکو کی جو تہران میں روسی سفیر تھے اور کتاب " محاکمہ و بررسی در تاریخ باب و بھاء " مصنفہ ڈاکٹر ح ۔م ۔ت اور کتاب "نصائح الهدى" مصنفہ علامہ بلاغی اور کتاب " بگیر شرح دزد بگیر " اور کتاب " یار قلی " وغیرہ.

اسی طرح اس موضوع پر ان کتب کا بھی مطالعہ کرنا چاہیئے جو خود فتنہ باب کے پیدا ہونے کے زمانہ میں لکھی گئی ہیں جیسے " روضة الصفاء " اور " ناسخ التواریخ " وغیرہ دیکھیئے کتاب " کشف الحیل " جسے فاضل مصنف آیتی نے تین

جلدوں میں لکھا ہے کہ بہائیوں کے یہاں " آوارہ " لقب کا خطاب رکھتے تھے اور انکے بہت بڑے عالم تھے ان کی امیدوں کا مرکز تھے۔ بہائی ان کو مایۂ افتخار سمجھتے تھے مگر بعد میں انہوں نے دین حق اختیار کیا اور اپنی گمراہیوں سے توبہ کی اور مسلمان ہو گئے اس گروہ کے باطل ہونے کا اقرار کیا اور انکے حیلوں، ان کی رسوائیوں اور انکے شرمناک کاموں کا پردہ فاش کیا اور اس پر کئی کتابیں لکھیں جیسے " کشف الحیل " اور " نمکدان " وغیرہ ان کی رد میں مرزا حسن نیکو نے ایک کتاب لکھی جس کا نام " فلسفۂ نیکو " رکھا جو تین جلدوں میں ہے۔ ان کا شمار بھی بہائی مورخین میں تھا لیکن انہوں نے اس مسلک کو قبول کرنے سے انکار کردیا اور یہ عذر پیش کیا کہ وہ بہائیوں کے مسلک کی تحقیق کرنے اور انکے رازوں کو معلوم کرنے کے لئے ان کی جماعت میں داخل ہوئے تھے۔

کتاب " الخطوط العریضہ " پر تنقید کے سلسلہ میں یہ وہ آخری گفتگو تھی کہ اللہ نے حالات کی ناسازگاری اور عدیم الفرصتی کے باوجود ہمیں توفیق دی اور اللہ ہی سیدھے رستے پر لگانے والا ہے اور وہی ہمارے لئے کافی ہے اور کیا بہترین مدد گار ہے خدا رحمت نازل کرے ہمارے سید و سردار، نبیِ رحمت، حضرت محمدؐ اور ان کی آلؑ پر اور انکے اصحاب ابرارؓ اور ان لوگوں پر جنہوں نے ان کی پیروی کی۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ

پوسٹ بکس نمبر: ۱۴۱۵۵/۶۱۸۷
تہران ۔ جمہوری اسلامی ایران
ISBN 964-472-019-9